پاکستان میں علمِ تجوید و قراءت

ماضی حال اور مستقبل

مقالہ برائے ـــــــ پی ایچ ڈی

جلد دوم

مقالہ نگار :

قاری محمد طاہر

نگران مقالہ :

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور پاکستان

۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہارم

تجوید و قراءت پاکستان میں

علم تجوید وقرأت پاکستان میں

قیام پاکستان سے قبل :

تقسیم ہند اگست ۱۹۴۷ء کو عمل میں آئی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کے نام سے ایک علیحدہ ملک معرض وجود میں آیا جو خالصتاً اسلامی نظام حیات کو بروئے عمل لانے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان سے قبل متحدہ ہندوستان میں علم تجوید وقرأت کے مشہور مراکز حسب ذیل تھے

۱۔ جون پور ۲۔ سہارن پور ۳۔ پانی پت ۔ ۴۔ لکھنؤ ۵۔ حیدر آباد کن

انہی مراکز کے طفیل علم تجوید وقرأت پورے ہندوستان میں پھیلا۔ جہاں جہاں بھی قراء کرام گئے وہ کسی نہ کسی واسطے سے انہی مذکورہ مراکز کے فیض یافتہ تھے۔ ذیل میں انہی مراکز کا مختصر تذکرہ ہے۔

جون پور :

جون پور بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا مشہور شہر ہے۔ جو الہ آباد کے شمال مشرق اور لکھنؤ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ لکھنؤ سے اس کا فاصلہ تقریباً ایک سو پچاس میل جبکہ الہ آباد سے ساٹھ میل کے قریب ہے۔ (۱)

جون پور میں علم تجوید وقرأت کا احیاء شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری کی مساعی کا رہین منت ہے۔ مولانا موصوف کی ولادت ۱۸ محرم ۱۲۱۵ھ کو جون پور میں ہوئی۔ (۲) آپ کے والد

---

(۱) Times Atlas 29

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۱۰

کا نام ابوابراہیم شیخ امام بخش تھا[1] جو خود بڑے عالم تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب پینتیس واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تک پہنچتا ہے۔ مولانا کرامت علی نے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد ہی سے کی۔ معقولات کا علم مولانا احمد علی جرد یا کوٹی سے حاصل کیا۔ علم تجوید و قرأت میں آپ کے پہلے استاد شیخ احمداللہ بن دلیل اللہ تھے۔ ان کے علاوہ آپ نے شیخ عمر بن عبدالرسول اور قاری ابراہیم مدنی سے بھی کسب فیض کیا۔ عرب کے قاری سید محمد اسکندرانی سے ڈھائی برس علم تجوید کا درس لیا۔ موصوف خود اپنے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ خاکسار بھی اس غلط خوانی اور تحریف کلمات قرانی کی بلا میں اگرچہ قصداً نہ تھی گرفتار تھا حروف کی تجوید اور قرآن کی تحسین نہیں جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں جانتا ہوں بارے الحمداللہ کہ ازل کی توفیق کے سبب سے اپنی غلط خوانی پر مطلع ہوا اور اپنی ناواقفی پر شرمندہ و پشیمان ہوا۔ تجوید کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو واجب جانا تب ایک مدت دراز تک اس کے سیکھنے اور تحقیق کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ دن رات کی محنت کو اپنے اوپر برداشت کیا۔ عرب کے قاریوں کی صحبت اختیار کی خصوصاً مجود قرآن سید محمد اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں داخل ہوکر دو ڈھائی سال ان سے قرأت سیکھتا رہا"[1]

مولانا کرامت علیؒ کے زمانے میں لوگوں کی دینی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی حتیٰ کہ جون پور کی جامع مسجد میں نماز تک موقوف ہو چکی تھی۔ مسجد عبادت کی بجائے کھیل تماشے کیلئے بطور کلب استعمال کی جاتی تھی۔ صحن میں مویشی باندھے جاتے تھے[2] مولانا نے منشی امام بخش رئیس جون پور سے بات کی ان کی مدد سے مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کے اخراجات

---

(۱) بسم اللہ بیگ میرزا / تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۲ (۲) ایضاً

کے لئے منشی امام بخش نے اپنی کافی جائداد وقف کردی۔ مولانا کرامت علی نے اس مدرسے میں قرأت و تجوید کے لئے بڑا کام کیا۔ خود چونکہ بڑے خوش الحان تھے۔ پرسوز آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے۔ جس کی وجہ سے سننے والے متاثر ہوتے اور اس علم کی تحصیل کی طرف راغب ہوتے تھے۔ "تجلی نور" کے مصنف مولانا کے بارے میں لکھتے ہیں

"از علمائے نامور آں دیار و از مشاہیر واعظ ہندوستان بود۔ ذات بابرکاتش سرمایہ ناز جونپور بود۔ قاری بہنت قرات بود ے۔ کلام مجید را بہ آواز خوش و بہ لحن پر درد خواندے"(۱)

مولانا کرامت علی نے علم قرات پر کتب بھی تحریر کیں۔ سب سے پہلے آپ نے عربی زبان کے ایک رسالے کا اردو میں ترجمہ کیا اور اسے اپنے استاد سید محمد اسکندرانی کے فرزند سید ابراہیم کو دکھایا انہوں نے اس کا نام زینت القاری تجویز کیا۔ مولانا نے اس رسالے کے ساتھ کچھ اور مضامین بھی شریک کئے اور اس کا نام "رسالہ معروف بہ مخارج الحروف" رکھا۔ پھر آپ نے شرح جزری ہندی لکھی۔ جو بہت زیادہ مقبول ہوئی۔(۲) مولانا کرامت علی نے شاطبی کی شرح بھی لکھی۔ مولانا کی مساعی سے علم قرأت و تجوید کا احیا پورے علاقہ اودھ۔ بہار۔ اڑیسہ بنگال اور آسام میں خوب ہوا(۳) مولانا کرامت علی کے بھائی رجب علی بھی علم قرأت کے بڑے عالم تھے مولانا کرامت علی کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تاہم ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں۔

قاری محمد جاوید سلہٹ۔ قاری غلام سرور تیروی۔ قاری محمد احمد تیروی۔ قاری عبدالرحمن ڈھاکہ قاری محمد حاتم کلکتہ۔ قاری آقا سیحاعت علی وغیرہ۔ مولانا کی اولاد میں۔ مولانا حامد علی۔ محمد عمر علی مولانا عبدالاحد۔ حافظ احمد علی۔ حافظ محمود علی کے علاوہ چھ لڑکیاں تھیں جن میں اکثر قاری و حافظ تھے(۴)

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۳ (۲) ایضاً و ماہنامہ معارف جولائی ۱۹۸۹ء

(۳) تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۰ (۴) تذکرہ قاریان ہند، ۲۱۴

سہارن پور :

سہارنپور بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا مشہور شہر ہے۔ ضلعی صدر مقام بھی ہے دہلی کے شمال اور دہرہ دون کے جنوب مغرب میں دریائے جمنا اور دریائے گنگا کے درمیان واقع ہے دہلی سے اس کا فاصلہ تقریباً ایک سو دس میل ہے۔ (۱) دینی علوم کی دو بڑی درسگاہیں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارن پور ہی میں واقع ہیں۔ ان دونوں درس گاہوں کے علاوہ سہارن پور میں علم قرأت کا بڑا مرکز مدرسہ تجوید القرآن تھا جو شہر کی جامع مسجد میں واقع تھا

مدرسہ تجوید القرآن :

یہ مدرسہ ۱۳۲۱ھ میں قائم ہوا۔ (۲) یہاں برصغیر پاک و ہند کے معروف و مشہور قراء کرام قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک علم تجوید و قرأت کی تدریس پر مامور تھے۔ یہ دونوں بھائی تھے ان دونوں بھائیوں نے علم قرأت کی تحصیل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے کی تھی۔ ان کے مفصل حالات کا تذکرہ مناسب مقام پر آئیگا۔ یہاں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ پاکستان کے بیشتر اکابر اساتذہ انہی دونوں بھائیوں میں سے کسی ایک کے شاگرد ہیں۔ قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک حجازی اور مصری لہجوں میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور آنے سے پہلے یہ دونوں حضرات علی گڑھ میں ایک محلہ میں بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب جو انبیہٹہ (سہارن پور کا معروف قصبہ) کے رہنے والے تھے ایک مرتبہ اتفاقاً سہارنپور سے گذرے تو مدرسہ تجوید القرآن کی انتظامیہ سے دونوں بھائیوں کا ذکر کیا۔ اراکین انتظامیہ نے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں دونوں بھائیوں کو شرکت کی دعوت دی۔ اس

---

(۱) The Times Atlas

(۲) اظہار احمد تھانوی تیسیر التجوید - ۶۱

جلسہ میں دونوں بھائیوں کی تلاوت سے مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا۔ کیوں کہ انہوں نے حجازی لہجہ میں تلاوت کی جس سے اس وقت لوگوں کے کان ناآشنا تھے۔ انتظامیہ نے دونوں بھائیوں کو مدرسی کی پیشکش کی۔ اور ۱۳۲۳ھ میں یہ دونوں حضرات مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں بطور مدرس تشریف لے آئے۔ (۱) اس مدرسہ سے بڑے بڑے حفاظ و قراء پیدا ہوئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد قاری عبدالمالکؒ تو پاکستان چلے آئے لیکن قاری عبدالخالق مدرسہ تجوید القرآن میں اس علم کے فروغ اور خدمت میں لگے رہے یہ مدرسہ سہارنپور میں اب بھی موجود ہے اور علم قرأت کی آبیاری میں کوشاں ہے

مظاہر علوم :

مظاہر علوم سہارن پور کا قدیم دار العلوم ہے جو دینی علوم تفسیر حدیث فقہ۔ منطق وغیرہ کے علاوہ علم قرأت کا بڑا مرکز تھا۔ اس کی تاسیس یکم رجب ۱۲۸۳ھ کو عمل میں آئی (۲) ۔ مولانا سعادت علی نے اس درس گاہ کی بناء ڈالی مولانا محمد مظہر پہلے صدر مدرس بھی تھے اور ناظم و سرپرست بھی (۳) ۔

مظاہر علوم کی ابتدا محلہ قاضی کی ایک مسجد سے ہوئی جب طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی تو اساتذہ دوسری مساجد میں درس دینے لگے ۱۲۹۱ھ میں ایک مستقل مکان بنانے کی تجویز ہوئی۔ اسی سال اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ۱۲۹۳ھ میں عمارت مکمل ہوگئی اور طلبہ محلہ قاضی سے مدرسہ کی اپنی عمارت میں آگئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔ مدرسہ کی عمارت کیلئے زمین کا زیادہ حصہ فضل حق رئیس سہارنپور کا تھا۔ سن تعمیر کے لحاظ سے مدرسہ کا نام مظہر علوم اور تکمیل تعمیر کا لحاظ کرتے ہوئے مظاہر علوم قرار پایا۔ یہی اس کا مادہ تاریخ بھی ہے۔ مظہر علوم مولانا محمد مظہر کے نام کی نسبت تھی۔ جو پہلے صدر مدرس تھے۔

(۱) اظہار احمد تھانوی، تیسیر التجوید ۶۱ (۲) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/ ۵

(۳) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/ ۱۲۹ (۴) تاریخ مظاہر ۲/ ۱۹۱

مظاہر علوم میں شعبہ تجوید وقرأت ۱۳۳۰ھ میں شروع کیا گیا۔ یعنی مدرسہ کی تاسیس کے سینتالیس برس بعد۔ اس تاخیر کا سبب یہ بیان کیا گیا کہ باوجود کوشش کے اس شعبہ کیلئے موزوں قاری استاد دستیاب نہ ہوسکے۔ علم قرأت کے پہلے استاد قاری محمد قاسم مقرر ہوئے جو قاری ضیاء الدینؒ کے شاگرد تھے۔(۱) شعبہ تجوید قرأت نے بہت جلد ترقی کی منازل طے کیں۔ پہلے برس جن طلباء نے اس شعبہ میں داخلہ لیا ان میں مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری۔ مولانا بدر عالم میرٹھی اور مولانا ظہور الحسن سہارنپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مظاہر علوم میں جن قاری اساتذہ نے بطور مدرس خدمات سرانجام دیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زمانہ خدمت بھی مندرج ہے

قاری محمد قاسم لکھنوی	از ۱۳۳۰ھ	تا ۱۳۳۲ھ	تقریباً اڑھائی برس
مولانا قاری عنایت اللہ	از ۱۳۳۲ھ	تا ۱۳۳۵ھ	تقریباً ساڑھے تین برس
قاری عبدالعزیز مکاوروی	از ۱۳۳۵ھ	تا ۱۳۳۸ھ	تقریباً ساڑھے تین برس
قاری محمود حسن	از ۱۳۳۸ھ	تا ۱۳۳۹ھ	تقریباً ایک برس
مولانا قاری سعید احمد	از ۱۳۴۳ھ	تا ۱۳۵۱ھ	
قاری محمد سلیمان دیوبندی	از ۱۳۵۱ھ	تا ۱۳۸۵ھ	تقریباً چونتیس برس(۲)

قاری محمود حسن صاحب کا زمانہ ۱۳۳۹ھ تک ہے جبکہ ان کے بعد قاری سعید احمد کا زمانہ ۱۹۲۳ء سے شروع ہوتا ہے درمیانی مدت میں یعنی ۱۳۳۹ھ تا ۱۳۴۳ھ کون مدرس تھے اس کا تاریخ مظاہر میں کچھ ذکر نہیں ہے۔ البتہ امکانی حد تک یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ قاری محمود حسن کے بعد قاری سعید احمد جو اس وقت مدرس دوم

---

(۱) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱/ ۱۳۷ (۲) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۲/ ۲۰۷

تھے کام چلاتے رہے ہوں تا آنکہ قاری محمد سلیمان دیوبندی بطور مدرس اوّل ۱۳۵۱ھ
میں آئے ہوں۔ اس دوران مدرس اوّل کی نشست خالی رہی ہو۔ واللہ اعلم

مظاہر علوم سے جن مشاہیر علماء نے علم قرأت کی تحصیل کی ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔
مولانا محمد یوسف کاندھلوی۔ مولانا محمد انعام الحسن۔ مولانا بدر عالم مہاجر مدنی۔ مولانا قاری سعید
احمد اجراڑوی۔ مولانا قاری امیر حسن۔ مولانا اکبر علی۔ مولانا سعید احمد خاں امیر جماعت تبلیغی
سعودی عرب۔ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی۔ مولانا ظفر احمد عثمانی۔ مولانا ابرار الحق۔ مولانا عاشق
الٰہی بلند شہری۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی[1]۔ مذکورہ اکابرین سے ہر ایک صاحب تصنیف
ہے۔ علم قرأت کے موضوع پر قاری سعید احمد کی فیض العزیز بڑی اہم کتاب ہے جو تجوید و قرأت
کے اہم اور مشکل مباحث پر مشتمل ہے۔ القلائد الجوہریہ عربی زبان میں مقدمہ جزریہ کی شرح
"شرح الشاطبیہ" عربی زبان میں شاطبیہ کی شرح ہے۔ اسی طرح مولانا عاشق الٰہی
کی التحفۃ المرضیہ شرح مقدمہ جزریہ اہم اور مفید کتاب ہے۔ پاکستان میں طبع ہو چکی ہے

(۱) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۲۸۵

دارالعلوم دیوبند:

دیوبند سہارن پور کا بہت پرانا قصبہ ہے۔ جو شمالی ہندوستان میں ۲۹ درجے ۵۸ دقیقے عرض بلد اور ۷۷ درجے ۴۵ دقیقے طول بلد پر واقع ہے یہاں ایک قلعے کے آثار بھی موجود ہیں۔ اس کی قدامت کے بارے میں امپیریل گزیٹ میں یہ تحریر درج ہے

Deoband is a place of great antiquity and is said to have been the residence of the Pandavas during their first exile, while the Musalmans assent that it was one of the first towns captured by Syed Salar Masood"(۱)

دیوبند بڑا تاریخی علاقہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پانڈوؤں نے ملک بدر ہونے کی پہلی مدت اسی مقام پر گذاری تھی جبکہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہاں کا علاقہ سالار مسعود نے سب سے پہلے فتح کیا

دیوبند کا علاقہ کتنا بھی قدیم ہو تاہم یہ بات مسلم ہے کہ اس کا تعارف یہاں پر موجود دارالعلوم ہی کے حوالے سے ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے نام سے موسوم ہے۔ لفظ دیوبند دو

(۱) Imperial Gazettier of India, oxford 1908, 11/242

الفاظ کا مرکب ہے۔ دیوی اور بن۔ پہلے دیوی بن بولا جاتا تھا پھر کثرت استعمال سے دِیَبْن ہو گیا اور آہستہ آہستہ کلامی تصرف کی بناء پر دیوبند کہلانے لگا۔ (۱)

دارالعلوم دیوبند کا آغاز دیوبند کی ایک قدیم مسجد سے ہوا اس مسجد کا نام مسجد چھتہ تھا دیوبند میں یہ مسجد اکثر مشائخ کی جائے قیام رہ چکی ہے۔ اگرچہ مسجد کی نئی عمارت بن چکی ہے تاہم مسجد چھتہ کی تاریخی حیثیت کے پیش نظر پرانی مسجد کو باقی رکھا گیا ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا قیام اکثر اسی مسجد میں ہوا کرتا تھا (۲) دارالعلوم دیوبند کے قیام اور انتظام میں چھ اکابر شروع سے شریک عمل رہے۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ حاجی سید محمد عابدؒ۔ مولانا ربیع الدینؒ۔ مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمٰن عثمانیؒ (۳) دارالعلوم کا آغاز ایک ابتدائی مدرسہ کی حیثیت سے ہوا جس کا نام مدرسہ عربی و فارسی و ریاضی قصبہ دیوبند تھا۔ اس کا آغاز و افتتاح ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز جمعرات مسجد چھتہ سے ہوا۔ اور مولانا ملا محمودؒ دیوبندی جو علم کے کوہ گراں تھے پہلا مدرس مقرر کیا گیا۔ (۴) اس وقت میرٹھ میں پڑھاتے تھے۔

علم تجوید و قرأت کے حوالے سے یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ ہندوستان علم قرأت سے اگرچہ کبھی خالی نہیں رہا اور تقریباً ہر دور میں اعلیٰ سے اعلیٰ پائے کے قراء اس علم کی خدمت کرتے رہے تاہم انگریزی استعمار کے تسلط کی وجہ سے جہاں مسلمانان ہند کی تہذیب و ثقافت کو دھچکا لگا وہاں علم قرأت بھی اس مغربی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سب سے زیادہ نقصان اس یلغار کی وجہ سے علم قرأت ہی کو پہنچا۔ کیونکہ اس مغربی یلغار کی یورش نے مسلمانوں کو

---

(۱) محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۱۲۹ (۲) ایضاً ۱/ ۱۴۸
(۳) ایضاً ۱/ ۱۲۳۔ (۴) ایضاً ۱/ ۱۵۵

اپنے اسلامی تشخص کا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا چنانچہ مسلمانوں نے قرآن حدیث فقہ خصوصاً مسائل کی طرف تو توجہ مرکوز رکھی لیکن علم قرأت کو اضافی خیال کر کے اس سے صرف نظر کر لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ یہ علم ناپید ہونے لگا۔ خود دارالعلوم دیوبند کا آغاز بھی عربی فارسی درسیاضی کے علوم کی درس گاہ کی حیثیت ہی سے ہوا جیسا کہ اس کے ابتدائی نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس انحطاطی کیفیت کے پیش نظر سب سے پہلے مولانا اشرف علی تھانوی رح نے علماء کی توجہ مبذول کرائی۔ آپ کے بعض مواعظ اس بات پر دال ہیں۔ آپ نے مدارس دینیہ کے نصاب میں علم تجوید و قرأت کو شامل کرنے پر زور دیا (۱)۔ آپ کی اس تحریک کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۱ھ میں شعبہ تجوید کا اجرا ہوا۔ (۲) اس شعبہ کے بارے سید محبوب رضوی لکھتے ہیں۔

"۱۳۲۰ھ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری رح کو مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا۔ دارالعلوم میں عرصے سے تجوید و قرأت کی تعلیم جاری کرنے کی تجویز تھی اور متعدد مرتبہ اس کیلئے سعی کی جا چکی تھی مگر خاص اس مد میں آمدنی نہ ہونے کے باعث شعبۂ تجوید کے اجراء میں کامیابی نہ ہو سکی تھی۔ اس سال (۱۳۲۱ھ) میں ادھر تو مجلس شوریٰ نے توکلاً علی اللہ اس شعبے کو جاری کر دینے کی تجویز منظور کی ادر ادھر غیب سے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کر دیا کہ قاضی علیم الدین صاحب رئیس شاملی نے اپنی جائیداد دارالعلوم کے لئے وقف کر دی جس کی آمدنی پچاس روپے ماہانہ تھی۔ واقف نے اس آمدنی کو تجوید و قرأت کی تعلیم کے لئے مخصوص قرار دیا قاری عبدالوحید الہ آبادی کو جو قاری عبدالرحمٰن مکی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے دارالعلوم میں قرأت کی تعلیم پر مامور کیا گیا۔" (۳) اس شعبہ کے پہلے طالب علم مولانا قاری محمد

---

(۱) امداد صابری، نیضان رحمت، ۵۶۔ (۲) نیضان رحمت، ۵۶

۳۔ محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۲۰۸-۲۰۷

طیب صاحب تھے جو مدت العمر دارالعلوم کے مہتمم رہے۔

دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تجوید اگرچہ ۱۳۲۱ھ میں قائم ہو چکا تھا تاہم علم تجوید و قرأت کی حیثیت اختیاری تھی کوئی طالب علم چاہے تو پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ لزوم کی صورت نہ تھی۔ لیکن علم تجوید کی اہمیت کے پیش نظر ۱۳۵۱ھ میں تجوید کی مشق ہر طالب علم کے لئے لازمی کر دی گئی اور ضابطہ بنایا گیا کہ جب تک طالب علم کم از کم پارہ عمّ کی مشق نہ کر لے اسے سند فراغت نہ دی جائے۔ (۱) دارالعلوم کی انتظامیہ کا یہ اقدام علم تجوید کی ترویج و اشاعت میں بہت معین ثابت ہوا۔ اور دارالعلوم سے سند فراغ حاصل کرنے والے ہزاروں نہیں لاکھوں فضلاء کو علم تجوید سے موانست اور رغبت پیدا ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند کے نصاب درجہ تجوید میں مشق کے ساتھ ساتھ جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں وہ یہ ہیں۔ جمال القرآن۔ معرفۃ الوقوف۔ فوائد مکیہ۔ شاطبیہ رائیہ۔ طیبہ۔ یہ نصاب دو سال کا تھا اور ہر طالب کے لئے لازم تھا (۲)

دارالعلوم میں شعبہ کے پہلے استاذ قاری عبدالوحید الہ آبادی تھے انہوں نے تقریباً پینتیس سال بطور صدر مدرس خدمات سرانجام دیں ۱۳۶۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۳) ان کے بعد قاری حفظ الرحمٰن اس شعبہ کے صدر ہوئے انہوں نے تقریباً چالیس برس علم تجوید کی خدمت کی۔ ان کا انتقال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء ہوا۔ (۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ۱۹۲۸ء میں بطور مدرس دارالعلوم تشریف لائے۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے علم تجوید میں استفادہ کرنے والوں میں مولانا احتشام الحق تھانوی۔ قاری عبدالعزیز شوقی انبالوی اور قاری زاہر قاسمی اور ان کے ہم عصر حضرات شامل ہیں۔ (۵)

---

(۱) محبوب رضوی سید، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۲۸۲ (۲) ایضاً ۲/ ۲۷۵

(۳) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۳۴۸ (۴) محبوب رضوی، تاریخ دارالعلوم ۱/ ۳۹۵

(۵) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو :

لکھنؤ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا مشہور شہر ہے۔ کانپور سے شمال مشرق میں دریائے گھاگھرا اور دریائے گنگا کے درمیان واقع ہے۔ دہلی سے لکھنؤ کا فاصلہ دو سو پچاس میل کے قریب ہے (۱)

لکھنؤ علمی اور ادبی شہر ہونے کے ساتھ ساتھ علم تجوید و قرأت کا بڑا مرکز تھا۔ اس شہر میں موجود مدرسہ عالیہ فرقانیہ نے اس علم کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا قیام ۱۳۲۸ھ کو عمل میں آیا۔ اس کی بنیاد سید وزیر علی نے رکھی (۲)۔ سید وزیر علی دیندار اور علم دوست شخص تھے۔ ان کے بیٹے کا نام قاری سید شاہ محمد عین القضاۃ تھا جو شعبہ قرأت کے جید عالم و قاری تھے۔ انہوں نے دینی علوم کی تکمیل مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی سے کی۔ جبکہ علم قرأت کی تحصیل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے کی۔ مولانا عین القضاۃ نے اپنے استاد عبدالحیٔ فرنگی محلی کی زندگی ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان کے والد سید وزیر علی کا انتقال ۱۳۳۱ھ (۳) میں ہوا ان کے انتقال کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا انتظام و انصرام مولانا عین القضاۃ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور مدرسہ کو اپنی شبانہ روز محنت کے سبب بام عروج تک پہنچا دیا۔ وہ خود چونکہ قرأت سبعہ کے بڑے عالم تھے۔ اس لئے ان کی توجہ زیادہ تر اسی علم کے فروغ کی طرف مبذول رہی۔ قرأت سبعہ کا مکمل نصاب مرتب کر کے اپنے مدرسہ میں جاری کیا۔ ان کی کوششوں کا ثمر تھا کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ پورے ہندوستان میں علم قرأت کی مثالی درسگاہ بن گئی۔ اس درسگاہ میں اگرچہ دوسرے علوم یعنی فارسی اردو علم الحساب وغیرہ بھی سکھائے جاتے تھے تاہم

---

(۱) Times Atlas of world ۲۹

(۲) بسم اللہ بیگ فرنا ما تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۲۸ (۳) ایضاً ۱/ ۲۲۸

اس کی شہرت کا سبب علم قرأت ہی تھا۔ مولانا عین القضاۃ کو چونکہ علم قرأت کے ساتھ ایک خاص شغف اور تعلق تھا۔ اس لئے وہ اچھے سے اچھے استاد کی تلاش میں رہتے اور اچھے سے اچھے استاد کی خدمات کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں ایک نہیں درجنوں اساتذہ تھے جو علم قرأت کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ برصغیر کے استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ نے کم و بیش تیئیس سال تک مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں خدمات سرانجام دیں۔ ان کے علاوہ دیگر معروف و مشہور اساتذہ میں قاری نظر محمد قاری محمد صدیق۔ قاری عبدالمعبود اور قاری ضیاء الدین جیسے اکابر قراء کے نام شامل ہیں۔ یہ سب کے سب حضرات علم قرات کی یگانہ روزگار شخصیات تھیں(۱) مدرسہ عالیہ فرقانیہ سے چھبیس برس میں پانچسو اکسٹھ طلباء علم قرأت سے آراستہ ہو کر نکلے جن میں سے ہر ایک اپنی مثل آپ تھا۔ یہاں سے کسب فیض کرنے والے چند ممتاز قراء کے نام یہ ہیں۔ شمس العلماء قاری عبدالمجید فرنگی محلی۔ قاری عبدالحمید فرنگی محلی۔ قاری محمد قیام الدین قاری عبدالباری قاری محمد عبدالباقی۔ قاری محمد عبدالہادی۔ محمد عظمت اللہ قاری حافظ احمد سہارنپوری قاری حکیم سید احمد حسن۔ قاری حافظ محمد وہاج الحق۔ قاری محمد عبدالشکور(۲) مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"فرقانیہ لکھنؤ میں خوش گلو حدر و ترتیل میں بے تکان خوبصورت آوازوں میں پڑھنے والے جس کثرت سے پیدا ہوئے پورے متحدہ ہندوستان کے لئے تاریخ کا سرمایہ فخر ہیں۔ نوجوان قاریوں کے ہجوم تھے ایک سے ایک بڑھ کر عمدہ پڑھنے والا۔ پڑھتے تو بارش نور برستی۔ سننے والوں کے

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ء (۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۲۸ - ۲۲۹

لگ جاتے۔ ہر سال بڑی تعداد قارئین و کاملین کی ہوتی۔ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آباد رحمۃ اللہ علیہ ممتحن ہوتے تھے"(۱)

مدرسہ عالیہ قرآنیہ علم تجوید کا ہندوستان میں بہت بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ مدرسہ کی عمارت کی مالیت ایک سے ڈیڑھ لاکھ روپے تک ہوگی ماہنامہ خرچ اس دور میں پانچ ہزار روپے تھا۔(۲) مولانا سید عین القضاۃ مدرسہ کی کسی مد میں کسی سے چندہ وغیرہ یا اعانت وصول نہ کرتے۔ تمام اساتذہ کی تنخواہیں۔ طلباء کا کھانا اور موسم وغیرہ کے لحاظ سے کپڑوں وغیرہ کے خرچ کے پیسے سب اپنی گرہ سے ادا کرتے تھے۔ ربیع الاول کے مہینے میں مدرسہ میں محفل قرأت کا اہتمام کیا جاتا تھا مدرسہ کے اچھے اچھے طلباء اور ہندوستان کے چیدہ قرأ شمولیت کرتے ہر سال ماہ صفر میں حفاظ و قراء کا ایک قافلہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر سرہند جاتا تھا جس کے اخراجات مدرسہ عالیہ قرآنیہ کی طرف سے مولانا عین القضاۃ ادا کرتے تھے سرہند میں مدرسہ قرآنیہ کا یہ قافلہ خوب ذوق و شوق سے قرأت میں حصہ لیتا۔ ایک مرتبہ بیگم بھوپال نے گرانقدر رقم مدرسہ عالیہ قرآنیہ کی اعانت کرنا چاہی مگر مولانا نے قبول نہ کی(۳) مدرسہ عالیہ قرآنیہ کی علم قرأت میں یہ خدمات ہندوستان میں علم قرأت کی تاریخ کا سنہرا باب ہیں۔ ان مساعی کی بنا پر ہندوستان میں موجود دیگر دینی مدارس میں علم تجوید و قرأت کی درس و تدریس کی تحریک ہوئی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ عالیہ قرآنیہ لکھنؤ کی بنیاد رکھی گئی ادھر ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درجہ تجوید و قرأت کا آغاز ہوا۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ء

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۲۹ (۳) ایضاً ۱/ ۳۲۹

علم قرأت کے ان مذکورہ اہم مراکز کے تذکرے کے ساتھ ساتھ بعض ایسے مدارس کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو اپنی ذات میں بڑے مراکز تو نہ بن سکے تاہم علم قرأت کی ترویج و اشاعت میں ان کا بڑا حصہ ہے جسکو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ان مدارس میں اہم ترین مدرسہ احیاء العلوم الٰہ آباد ہے۔

مدرسہ احیاء العلوم : الٰہ آباد

الٰہ آباد ہندوستان کا ایک اہم شہر ہے۔ الٰہ آباد کے ریلوے سٹیشن سے متصل ایک مسجد میں یہ مدرسہ قائم تھا۔ یہ مسجد۔ مسجد عبداللہ کے نام سے مشہور تھی۔ شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے اس مدرسہ میں علم قرأت کی تدریس شروع کی۔ آغاز میں طلباء کی تعداد بہت کم تھی اور آپ نے حجاز جانے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن بعد میں اس ارادہ کو ترک کر دیا۔(۱) اور مدرسہ احیاء العلوم میں اس مقدس علم کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے جب قاری صاحب کی شہرت ہوئی تو پورے ہندوستان سے لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے ہندوستان کے تمام بڑے مراکز کے اکابر قراء جو حجازی و مصری لہجہ میں پڑھتے ہیں سب آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں مصری و حجازی لہجوں کا آغاز قاری عبدالرحمٰن مکیؒ ہی کے زیر منت ہے۔ مدرسہ احیاء العلوم کا ذکر کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس قرأت قاری حفظ الرحمٰن نے فرمایا

"حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی کی درس گاہ بڑی پر برکات درس گاہ تھی اس درس گاہ

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۳۴

سے تعلق رکھنے والے سبھی قاری تھے حتیٰ کہ دھوبی نائی ماشکی بھی قاری تھے۔ وہ بھی قرآن شریف پڑھنے کی مشق کرتے تھے"(۱) مدرسہ احیاء العلوم سے فارغ ہونے والے اور قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے کسب فیض کرنے والے بعض معروف اکابر یہ ہیں۔

شیخ القراء قاری ضیاء الدین ۔ شیخ القراء قاری عبدالوحید الہ آبادی جو دارالعلوم دیوبند کے درجہ تجوید کے پہلے صدر مدرس ہوئے ۔ شیخ القراء حافظ عبدالخالقؒ جو مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور کے صدر مدرس تھے۔ شیخ القراء حافظ عبدالمالکؒ یہ قاری عبدالخالق کے چھوٹے بھائی تھے پاکستان کے تقریباً سبھی استاد قراء ان کے شاگرد ہیں۔ شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰنؒ ۔ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے صدر مدرس قرأت(۲)

مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم کا نام محمد مسیح الدین تھا۔ جبکہ مدرسہ کی مہر پر ۱۳۱۴ھ ہے(۳) یہ دونوں معلومات ایک پرانی سند سے حاصل ہوئیں جو کہ مولوی محمد بن شیخ بنی بخش جالندھری کو ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ کو مہتمم مدرسہ محمد مسیح الدین کے دستخطوں سے جاری ہوئی۔ سند کے ایک طرف قاری عبدالرحمٰنؒ کی مہر ثبت ہے۔ سند کا عکس منسلک ہے

یوں تو مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد اس لحاظ سے بہت اہم تھا کہ علم قرأت کے اکابر اساتذہ نے اسی مدرسہ میں قاری عبدالرحمٰن مکیؒ جیسی عظیم شخصیت سے درس قرأت لیا لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ مدرسہ سنگ وخشت سے بنی عمارت کا نام نہیں ہوتا بلکہ مدرسہ میں مرکزی حیثیت ہمیشہ استاد ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ استاد کی ذات سے طلباء کا براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد بھی مسجد عبداللہ کا نام نہ تھا بلکہ اصل مدرسہ کی روح رواں

(۱) ماہنامہ التجوید ستمبر اکتوبر ۱۹۹۲ء

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۳۷ (۳) سند جاری شدہ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد

قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی شخصیت تھی۔ وہ چونکہ آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے گئے تھے ان کا انتقال بھی وہیں ہوا اس لئے مدرسہ احیاء العلوم کی وہ مرکزیت ختم ہوگئی قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کا انتقال ۱۳۴۱ھ کو ہوا۔ ان کا مدفن بھی لکھنؤ ہے(۱) قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی وفات کے بارے میں تذکرہ قاریان ہند میں دو مختلف سنین کا ذکر ہے۔ ۱۳۴۱ھ جو کے علاوہ ۱۳۴۹ھ بھی لکھا ہے(۲) اس طرح یہ معاملہ تحقیق طلب ہوگیا ہے۔ اس سلسلے کی مکمل بحث اور اصل حقیقت "اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف" کے ذیل میں کی جائیگی۔

علی گڑھ یونیورسٹی :

علی گڑھ یونیورسٹی کا آغاز ۱۸۷۵ء میں محمدن سکول کے نام سے ہوا(۳) اور بعد میں یہی کالج اور پھر یونیورسٹی کا درجہ اختیار کرگیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی اگرچہ ایک ایسا ادارہ تھا جہاں انگریزی زبان وادب اور دیگر متداول علوم کی تعلیم دی جاتی تھی تاہم اس کے بانی سرسید احمد خان خود قاری تھے۔ انہوں نے شاہ رفیع الدین کے فرزند شاہ مخصوص اللہ سے قرأت کی سند لی تھی(۴) علم قرأت کے ساتھ اسی رغبت کی وجہ سے انہوں نے علی گڑھ میں قرآن کی تعلیم اور نماز کو لازمی کیا۔ اس مقصد کے لئے ایک اچھے قاری استاد کا تقرر علی گڑھ میں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ علم قرأت کی تعلیم کے لئے ۱۹۳۱ء میں قاری ضیاء الدین احمد کا تقرر علی گڑھ میں ہوا(۵) سند علی یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب نے علی گڑھ میں تدریس کے

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۳۵ (۲) ایضاً ۲/ ۵۷ (۳) حالی، الطاف حسین، حیات جاوید ۲۰۵ ۔ (۴) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۲/ ۳۰۰

(۵) ابن ضیاء رجب الدین، تنویر المرادات لشرح ضیاء القراءات ۷

کے دوران قاری ضیاء الدین احمدؒ سے تجوید و قرأت کی تعلیم حاصل کی اور اجازۃ القرآن بروایت الحفص کی سند سے بہرہ ور ہوئے[1] اور یہیں ۱۹۴۱ء میں شاطبی کی تکمیل بھی کی۔ قاری ضیاء الدین کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے اعتصام الدین علم قرات پڑھانے پر مامور ہوئے۔[2] اس لحاظ سے علی گڑھ علم قرأت کا اگرچہ بہت بڑا مرکز تو نہ تھا تاہم علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو یہ سہولت ضرور مہیا کی گئی تھی کہ وہ اختیاری طور پر علم تجوید حاصل کر سکتے ہیں۔

پانی پت :

پانی پت ہندوستان کا مشہور شہر ہے۔ جو صوبہ ہریانہ میں واقع ہے۔ دہلی سے اس کا فاصلہ ستر میل اور کرنال سے چالیس میل کے قریب ہے۔ تاریخ میں اس شہر کی وجہ شہرت وہ جنگیں ہیں جو مختلف حملہ آوروں نے اس میدان میں لڑیں۔ پانی پت مرکز علم تجوید و قرأت کے سبب بھی دینی و علمی حلقوں میں معروف و مشہور ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں شیخ القراء مصلح الدین عباسیؒ مدینہ منورہ گئے اور قاری عبید اللہ مدنیؒ سے علم قرأت سیکھ کر پانی پت لوٹے۔ ان کے حجاز مقدس جانے کا واقعہ بھی دلچسپ ہے۔ شعبان کے مہینہ میں آتش بازی کا کھیل جانے مسلمانوں میں کب سے جاری ہوا۔ شعبان ہی کا مہینہ تھا پانی پت میں بھی آتش بازی کا شغل جاری تھا نوجوان مصلح الدین بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شغل آتش بازی میں مصروف تھا کہ اچانک اس کے ہاتھوں ایک قیمتی جان تلف ہوگئی۔ احتساب کے ڈر سے یہ نوجوان پانی پت سے روپوش ہو کر کسی نہ کسی طرح حجاز مقدس چلا گیا۔ وہاں اس کی ملاقات اپنے ایک اور ہم وطن نسیم احمد رامپوری سے ہوگئی۔ دونوں

---

(۱) ابن ضیاء محب الدین، تنویر المرادات شرح ضیاء القرادات ۵۔ (۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۲/۳۰۰

نے مل کر فیصلہ کیا کہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قرات سیکھ کر واپس جائیں گے۔ چنانچہ یہ دونوں شیخ القراء الحرم عبیداللہ مدنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پندرہ برس کی طویل مدت میں علوم قرات وتجوید کی تحصیل کی۔ اور پھر ہندوستان واپس لوٹ کر قاری مصلح الدین نے پانی پت میں جبکہ قاری نسیم احمد نے رام پور میں اس علم کو زندہ کیا۔ یہ دونوں خاص خاص لوگوں کو علم قرأت سکھاتے تھے کیونکہ ہر کس وناکس اس کا اہل نہ تھا۔ (۱) اس واقعے کی تصدیق وتائید کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ اسے صاحب سوانح نتیجہ نے اور ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے اپنے مضمون بعنوان "استاذ القراء قاری ابو محمد محی الاسلام پانی پتی" اور ان کی خدمات" میں نقل کیا ہے (۲)

قاری مصلح الدین نے اپنے بیٹی مسماۃ فضل النساء عرف بی بی صاحبہ اور اپنے فرزند عبیداللہ عرف قاری لالہ کو یہ علم سکھایا۔ قاری لالہ کے سینکڑوں شاگرد ہوئے جن میں قاری قادر بخش بہت مشہور ہوئے ان کے بعد اس علم کو آگے بڑھانے جن حضرات نے شہرت حاصل کی ان میں قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کا نام سرفہرست ہے۔ آپ سے بڑے بڑے علماء نے کسب فیض کیا جن میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی مولانا محمد حبیب الرحمٰن سندھی مولانا فضل احمد افغانی۔ قاری عبدالہادی۔ پیر سید جماعت علی شاہ خواجہ الطاف حسین حالی۔ مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی قاری عبدالسلام انصاری قاری عبدالرحمٰن امبالوی شامل ہیں۔ (۳)

تشکیل پاکستان سے معاً قبل کے زمانہ کو قاری محی الاسلام کا زمانہ کہا جا سکتا ہے ان کے انتہائی نامور شاگرد قاری نتیجہ محمد امبالوی تھے جو آخری عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہیں انتقال ہوا

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح نتیجہ ۴۲۔

(۲) ماہنامہ التجوید جولائی ۱۹۹۲ء (۳) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ ۶۶۔ ۷۹

قاری فتح محمد کے شاگرد قاری رحیم بخش ؒ تھے۔ ان دونوں حضرات کے فیض یافتہ قرآء پورے پاکستان میں ہیں

پانی پت میں بے شمار مدارس تھے جہاں حفظ و قرأت کی تدریس کا بندوبست تھا تین سو ساٹھ مساجد تھیں

جن میں سے ہر مسجد ہی حفظ قرآن کا مرکز تھی۔ چند اہم ترین مدارس یہ ہیں۔ مدرسہ اشرفیہ محلہ افغاناں

یہ مدرسہ قاری بشیر محمد ؒ نے ۱۹۱۷ء میں قائم کیا۔[۱] یہ مدرسہ قیام پاکستان تک چلتا رہا اس مدرسہ میں

قاری فتح محمد پڑھاتے تھے۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ قصاباں۔ مدرسہ رحمانیہ محلہ راجپوتاں واقع مسجد سرائے

نواب روشن الدولہ۔ مدرسہ رحمانیہ فرقانیہ محلہ انصار۔ مدرسہ رحمانیہ جامع مسجد پانی پت۔ مدرسہ

تعلیم القرآن متصل چوک قلندر۔ مدرسہ فیض القرآن چاہ چوڑا۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ گجراں۔ مدرسہ تعلیم القرآن محلہ

مخدوم زادگان۔ مدرسہ تعلیم القرآن مسجد گدیوں والی محلہ۔ مدرسہ عربیہ گنبداں۔[۲] علم قرأت کی تدریس کا شوق

صرف مردوں ہی میں نہ تھا بلکہ عورتیں بھی اس علم کو حاصل کرتی تھیں قاری مصلح الدین ؒ نے اپنی بیٹی کو بھی اس

علم سے آراستہ کیا تھا ان کے توسط سے یہ علم عورتوں میں بھی رائج ہوا۔ اس مقصد کے لئے زنانہ مدارس

تجویز بھی قائم ہوئے چنانچہ عورتوں کی تعلیم کے لئے زنانہ مدرسہ رحمانیہ کی مختلف شاخیں شہر میں موجود تھیں[۳]

مسلمانوں کی ایک انجمن " انجمن انصار المسلمین پانی پت کے نام سے قائم تھی۔ اس انجمن کے رکن نواب

صدیق احمد خان تھے ان کے بیان کے مطابق پانی پت میں چھوٹی بڑی مساجد کی تعداد پورے

سات سو تھی جن کی باقاعدہ روئیداد انجمن انصار المسلمین نے شائع کی تھی ان میں سے بیشتر مساجد

میں مدارس حفظ و قرأت قائم تھے[۴]۔

اگرچہ سوانح فتحیہ کے مولف نے پانی پت میں مساجد کی تعداد تین سو ساٹھ لکھی ہے تاہم نواب صدیق

احمد کے مطابق یہ تعداد پورے سات سو ہے۔ یہی بات زیادہ قرین صواب لگتی ہے۔ کیونکہ یہ تعداد اس

---

(۱) محمد طاہر رحیمی سوانح فتحیہ ۴۷ (۳) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلہ میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۵۷ تا ۸۵

(۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح فتحیہ ۴۷ (۴) ایضاً (۳) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلہ میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۲۵

روائیداد میں بیان کی گئی جو انجمن انصار المسلمین نے با قاعدہ شائع کی لہذا یہی زیادہ معتبر ہوگی۔

پانی پت میں رمضان المبارک کی راتوں میں شبینے پڑھنے کا رواج بھی بہت عام تھا رات بھر مختلف قراء باری باری نوافل میں قرآن سنایا کرتے تھے اور مختلف قراتوں میں تلاوت کرتے۔ اس طریق سے علم قرأت کی تحصیل کا ذوق پیدا ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ " پانی پت میں ایسے شبینے بہت کم ہوتے تھے جہاں صرف ایک حافظ اکیلا سارا قرآن ختم کرتا۔ عموماً دس دس بیس بیس حافظ باری باری اپنا قرآن سنایا کرتے چونکہ حفاظ کی کثرت تھی گلی گلی اور گھر گھر حافظ موجود تھے جن کی ٹولیاں رات کے وقت پانی پت کے گلی کوچوں میں گشت کرتی پھرا کرتیں۔ ہر شبینے میں سینکڑوں حفاظ اور قراء موجود ہوتے تھے اور ایک دوسرے کی قرأت پر کھلم کھلا رائے زنی ہوتی تھی"(۱)

پانی پت میں علم تجوید و قرأت پر علمی و تصنیفی کام بھی بہت ہوا۔ قاری عبدالرحمٰن محدث ؒ نے تحفۂ تذویر قاری زبان میں لکھی۔ قاری محی الاسلام نے شرح سبعہ قراءات تحریر کی۔ قاری فتح محمد ؒ نے قصیدہ شاطبیہ کی شرح اردو زبان میں لکھی جو تین جلدوں میں ہے۔ عنایات رحمانی شرح حرز الامانی اس کی بھی تین جلدیں ہیں۔ عمدۃ المبانی تکملہ عنایات رحمانی۔ القراءۃ المرضیۃ شرح قصیدۃ الدرۃ المضیئۃ ترجمہ الوجوہ المفسرہ۔ ترجمہ مقدمہ جزریہ۔ تسہیل القواعد (تجوید) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال۔ اسہل الموارد شرح قصیدہ دائیہ۔ سراج الغایات فی عدالایات۔ کاشف العسر شرح قصیدہ ناظمۃ الزہر۔ قاری عبدالسلام انصاری نے دو کتابیں لکھیں ترجمہ فیوض رحمانی اور شرح شاطبیہ یہ کتاب تشکیل پاکستان اور ہجرت کے سبب پانی پت ہی میں رہ گئی اور یہ علمی سرمایہ ضائع ہوگیا۔ قاری فاد نخش ؒ جو قاری مصلح الدین کے شاگرد تھے انہوں نے ۱۲۹۶ھ میں

---

(۱) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات، ۳۰

اردو زبان میں ایک رسالہ موسومہ مختصر التجوید لکھا یہ رسالہ نایاب ہے[۱] قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے ایک رسالہ حرف ضاد کے تلفظ کے بارے میں بھی لکھا۔ جس کا نام "محوالفساد فی تلفظ الضاد" تھا[۲] کیونکہ اس حرف کے مخرج کے بارے میں پورے ہندوستان میں تزاعی شکل پیدا ہوگئی تھی۔ دہلی کے علماء نے قاری عبدالرحمٰن محدث کو فیصل مانا چنانچہ آپ نے یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا اس کے آغاز میں آپ نے وجہ تصنیف یہ لکھی ہے

"چوں بہ دہلی رسیدم با طلبہ و اہل علم دہلی اتفاق مناظرہ افتاد و ہمہ کس براہ انصاف سلوک فرمودہ اتفاق بریں امر کردند کہ تلفظ لفظ ضاد از مخرجش کہ کنارۂ زبان و طواحن است باید کرد۔ و بجائے ضاد دال معجمہ ادا کردن غلط است۔ چنانچہ ظائے معجمہ ادا کردن ہم غلط است و تبدیل اسم ضاد باسم ظاد ہم غلط است کہ تمام مردم باسم ظاد گمراہ می شوند"[۳]

صاحب تذکرہ رحمانیہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ نزاع کے سبب آپ نے کتاب تحفہ نذریہ تحریر کی۔ لیکن یہ بات کچھ قرین صواب محسوس نہیں ہوتی کیونکہ تحفہ نذریہ میں تو مسائل تجوید بیان کیے گئے تھے۔ اس کا نام بھی تحفہ نذریہ اس لئے رکھا کہ یہ رسالہ مرزا نذر محمد بیگ کی فرمائش پر تحریر کی تھی[۴]۔ جبکہ "محوالفساد فی تلفظ الضاد" کا عنوان ہی اس بات کا غماز ہے کہ اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد کیا ہے۔ لہذا مذکورہ وجہ تصنیف "محوالفساد فی تلفظ الضاد" ہی کی ہو سکتی ہے۔ تحفہ نذریہ کے ساتھ اس عبارت کو منسوب کرنا درست نہیں۔ ویسے بھی مصنف تذکرہ رحمانیہ کے مطابق تحفہ نذریہ اڑتالیس صفحات پر مشتمل رسالہ تھا کیسے ممکن ہے کہ اڑتالیس صفحات میں جملہ قواعد تجوید بھی لکھے جائیں اور تلفظ ضاد کی پوری بحث بھی سما جائے۔

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح نقیہ ۸۸ (۲) سوانح نقیہ ۸۹

(۳) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ ۲۳۳-۲۳۴ (۴) ایضاً

حیدرآباد دکن :

حیدرآباد دکن ہندوستان کے صوبہ آندھراپردیش کا مرکزی شہر ہے پونا کے مشرق اور بنگلور سے شمال میں واقع ہے۔ پونا سے اس کا فاصلہ دو سو چھ میل جبکہ بنگلور سے بھی تقریباً اتنا ہی ہے۔ (۱)

حیدرآباد دکن میں علم قرأت کا دور دورہ شیخ القراء سید محمد تونسی جو کہ سید احمد کے بیٹے تھے کی آمد سے ہوا آپ قرأت عشرہ کے قاری تھے۔ مدینہ منورہ میں کئی برس قرات عشرہ کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں حیدرآباد دکن آئے۔ نواب میر محبوب علی خاں نے ایک سو پچاس روپے ماہوار پر عہدہ منصب پر فائز کیا۔ آپ چار برس حیدرآباد رہے اور ۱۳۱۳ھ میں واپس حجاز چلے گئے (۲)

اس دوران حیدرآباد دکن کے لاتعداد لوگوں نے آپ سے علم قرأت و تجوید حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں سب سے اہم شخصیت محمد ابراہیم قمیصی کی تھی جو سرکاری ملازم تھے۔ علم قرأت کی تحصیل کے لئے دفتری مصروفیات سے فارغ ہوکر سید محمد تونسی کی قیام گاہ سرور نگر جاتے تھے۔ آپ کے دیگر اہم شاگردوں میں سید غلام غوث شطاری سید شاہ محمد علی شطاری۔ قاری سید اسد اللہ مقری سید عمر۔ سید زین العابدین۔ حافظ فخرالدین شامل ہیں۔ سید محمد تونسی کی عدم موجودگی میں آپ کے ان شاگردوں نے حیدرآباد میں علم قرأت کی خوب خدمت کی۔ سید محمد تونسی ۱۳۱۷ھ میں دوبارہ حیدرآباد آئے اور ایک برس رہ کر پھر حجاز چلے گئے۔ ۱۳۲۷ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے آپ کی مساعی سے حیدرآباد دکن کے لوگوں میں علم قرأت کا بہت ذوق بیدار ہوا۔ تراویح کی نمازمیں مختلف روایتوں میں تلاوت کرتے تھے (۳)

---

(۱) The Times Atlas of the world 29 (۲) بسم اللہ بیگ مرزا۔ تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۴۳

۳۔ تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۲۴۵

عشرہ کے دوسرے اہم قاری جن کی کوششوں سے حیدرآباد دکن میں علم قرأت کا احیا ہوا وہ شیخ سید عبدالحق مہاجر مکی تھے۔ موصوف بھی سید محمد بن احمد تونسی کے شاگرد تھے۔ اصلاً صوبہ اتر پردیش کے شہر فیض آباد کے رہنے والے تھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے سبب جب حالات نامساعد ہو گئے تو ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔(۱) وہاں آپ نے مدرسہ فخریہ قائم کیا اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد آئے۔ اورنگ آباد میں افسر الملک سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حیدرآباد میں قاری صاحب کو اپنی ہی رہائش گاہ پر ٹھہرایا۔ اور قریب مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کرایا۔ افسر الملک ہی کی سفارش پر نظام حیدرآباد نے آپ کے مدرسہ کیلئے تاحیات امداد جاری کرنے کا حکم دیا۔(۲) قاری عبدالحق ۱۳۳۶ھ میں پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ۱۳۳۹ھ میں آپ کا انتقال مکہ معظمہ ہی میں ہوا۔ آپ کی تدفین جنت المعلیٰ میں ہوئی۔(۳)

آپ کی کوششوں سے حیدرآباد دکن کے لوگوں میں علم قرات و تجوید سیکھنے اور پڑھنے کا بہت زیادہ ذوق پیدا ہوا۔ آپ سے بے شمار شاگردوں نے علم قرأت کی تحصیل کی۔ قرأت عشرہ پڑھنے والوں میں آپ کے چار ممتاز شاگرد ہیں۔ جن کے توسط سے علم قرأت حیدرآباد اور اس کے گرد و نواح میں خوب پھیلا۔ وہ چار حضرات یہ ہیں۔ شیخ القراء میر روشن علی مقری منیر علی۔ قاری عبدالعزیز صدیقی اور مقری ڈاکٹر سید کلیم اللہ حسینی۔(۴) ان تمام شاگردوں میں سے میر روشن علی نے اس علم کو آگے بڑھانے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ کتاب "تذکرہ قاریان ہند" کے مؤلف میرزا اسم اللہ بیگ شیخ القراء میر روشن علی کے براہ راست شاگرد

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۴۵ (۲) ایضاً ۱/ ۲۴۶

(۳) ایضاً (۴) ایضاً

تھے اور عشرہ کے جید قاریوں میں شمار ہوتے تھے۔ حیدرآباد دکن مسلمانوں کی تہذیبی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت سے معروف رہا ہے۔ یہاں علم تجوید و قرأت پر بھی بہت کام ہوا۔ تصنیفی اعتبار سے میرزا بسم اللہ بیگ کی کتاب "تذکرہ قاریان ہند" بہت معلوماتی ہے جسمیں ہندوستان کے تقریباً تمام قراء کے حالات کو مفصل یا مجمل طور پر جمع کر دیا گیا ہے۔ حیدرآباد دکن میں ۱۹۷۹ء میں باقاعدہ ایک سوسائٹی قائم کی گئی جس کا نام آندھرا پردیش قرأت سوسائٹی ہے۔ یہ سوسائٹی علم تجوید و قرأت کے فروغ میں مؤثر کردار ادا کر رہی ہے۔ اس سوسائٹی کا الحاق قرأت فیڈریشن آف انڈیا سے کیا گیا ہے۔ یہ فیڈریشن عالمی سطح پر علم قرأت کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔ اس فیڈریشن کے جنرل سکریٹری سید محمد جیلانی پیراک ہیں۔ جو نہایت موثر اور فعال شخصیت کے مالک ہیں۔ علم تجوید و قرأت کے فروغ کے لئے انہوں نے سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک کے سربراہوں سے ملاقاتیں کیں۔ ان کی مساعی کے ضمن میں حیدرآباد دکن کا روزنامہ سیاست لکھتا ہے

"قرأت کے عالمی کپ مقابلے اور قرأت منشور کی ضرورت۔ عالمی کپ کے لئے عرب ممالک کی تائید کے لئے مسٹر جیلانی پیراک کا دورہ۔ مسٹر جیلانی پیراک نے بتایا کہ زیارت کعبہ و مدینہ منورہ کے بعد فن قرأت کی حد تک ان کے قومی مشن کی تکمیل ہوئی۔ رب العزت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ عالمی کپ کے انعقاد اور فن قرأت کے عالمی منشور کی تکمیل کرا دے۔" (۱)

اسی سلسلے میں جیلانی پیراک نے انڈونیشیا کے صدر سوہارتو سے بھی ملاقات کی۔ اس بارے میں انڈونیشی اخبار SUNDAYSTAR The Peoples PAPER نے لکھا

"A world cup Quran reading competition might

(۱) روزنامہ سیاست حیدرآباد دکن ۱۵ اپریل ۱۹۸۲ء

be held in ... in India if the Govt there approved the idea. The Secretary General Mr Jilani Pairak Said the proposed competition would be held once in two years and would not clash with of parallel to any existing Quran reading competition Mr Jeelani who is also the convener of the world Qirat Council is here for the International Quran reading Contest. Earlier Mr Jeelani called on President Tunku Abdul Rahman at his residence"(1)

اس ضمن جیلانی پیراک کی خط و کتابت حکومت عراق۔ حکومت ملائشیا اور حکومت پاکستان سے بھی ہوئی جس کے تحریری ثبوت منسلک ہیں

(1) SUNDAY STAR the peoples paper No. 4163
Sunday August 3 1980 KDN 0077/80

EMBASSY OF THE
REPUBLIC OF IRAQ
NEW DELHI-110003.

سفارة الجمهورية العراقية
نيودلهي

No: 8/7/2008

September 19, 1976

Mr. [illegible] Pairak,
Secretary-General,
Qirat Federation of India,
6-2-971 P.O. Khairatabad
Hyderabad - A.P.

Dear Sir,

With further reference to our letter No.8/7/E-1636 dated 13th of July, 1976 we are pleased to inform you that the authorities concerned have approve your objective for establishment of World Qirat Council.

Yours faithfully,

Saqi Ibrahim Fadhli
Second Secretary

Embassy of the
Republic of Iraq,
NEW DELHI - 110 003.

Syed Mohd. Jeelani Pairak,
Convenor, World Qiraat Council,
6-2-971, P.O. Khairatabad,
H Y D E R A B A D - A.P.

No.8/7/2886
October, 26, 1977.

Dear Sir,

With further reference to our letter No.8/7/2449 dated 24th of August, 1977, acknowledging yours No.WC-JIM-555/77of 20-8-77 we have been informed by Iraqi authorities concerned that a Three Member Committee comprising the following persons has been set up to study the possibility of holding World Cup Qiraat Competition in Iraq. As soon as the report of this committee is available the decission in the matter will be communicated to you.

1. Sheikh Jalal Al-Hanafi — Chairman
2. Mr. Allauddin Al-Kaisi — Member
3. Mr. Mohiuddin Al-Khatib — Member

Thanking you,

Yours faithfully,
Sd/- xx xx
Farouk H. Al-Samarrasi
Second Secretary.

// TRUE COPY //

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

RECITE THE QURAN IN SLOW MEASURED RYTHMIC TONES

المجلس العالمي للقراءة

WORLD QIRAAT COUNCIL

"Awan-e-Pairaky" Mallepalli, Hyderabad.1

CONVENER

[redacted] JEELANI PAIRAK
STA., N BBA (Lond.)

PHONE: 33338 | 22968

[redacted]
HYDERABAD-500 004 INDIA

AP/PP/555/JP/89.

30/11/1989.

His Excellency,
Ambassador,
Pakistan in India,
NEW DELHI -1100021.

Dear Excellency,

The Photo copy of my letter addressed to your Excellency's President, Janab Ghulam Ishaq Khan, is enclosed for kind perusal. The Original has been sent for hand delivery at Islamabad.

Indeed, I shall be obliged, if your Excellency may kindly redirect the enclosed photo copy of my letter to the worthy President of Pakistan, at the earliest.

Hope your Excellency will bless.

Kindest regards,

Sincerely yours,

Jeelani Pairak

(JEELANI PAIRAK)
Convenor, WQC.
Secretary Gen.QFI

Enclosed (5)

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

RECITE THE QURAN IN SLOW MEASURED RYTHMIC TONES

ANDHRA PRADESH QIRAT SOCIETY

AFFILIATED TO

QIRAT FEDERATION OF INDIA

MERIT CERTIFICATE

We hereby certify that .....

..... Aye .....

Representing .....

Identification mark .....

Has come ..... in .....

During .....

Held at ..... On .....

Hon Secretary **Org Secretary** **Chief Judge** **President**

New Straits Times MALAYSIA

SATURDAY, AUGUST 2, 1980 KDN 0072/80

Call for a world board of judges

KUALA LUMPUR, Fri. — An observer to the international Quran reading competition here, Mr Syed Mohd Jeelani Pairak said today there was a need for a world Quran recitation judges board.

He said such a board would ensure a standard method of judging any international Quran reading competition.

Mr Pairak, from India, added that Malaysia being an Islamic country and the pioneer of such competitions could initiate the set up of this board.

He considered Malaysia's efforts to hold the international Quran reading competition annually as a "very significant move in promoting universal brotherhood among Muslim countries."

He suggested that an international competition be held for those under 16 years to tap fresh talent in Quran recitation.

Mr Pairak, who is also the secretary general of the Qiraat Federation of India, said the federation had sent a memorandum requesting the Indian Government to hold its own international competition.

Memorandum

He said the competition could take shape as a "World Cup" which need not necessarily be held annually so as not to clash with similar contests.

Mr Pairak is also the Secretary-General of the Indo-Malaysia Friendship Association, formed in 1975 to promote friendly relations between India and Malaysia and to develop cultural, trade and economic relations between the two countries. Bernama

MOVE TO HOLD A WORLD CUP CONTEST IN INDIA

KUALA LUMPUR, Sat. — A world cup Quran reading competition might be held in India if the Government there approved the idea.

The secretary-general of the Indo-Malaysian Friendship Association, Mr Jeelani Pairak Syed Mohamed, said the proposed competition would be held once in two years and would not clash with or parallel to any existing Quran reading competitions.

Mr Jeelani, who is also the convener of the World Qiraat (Quran recitation) Council, is here for the International Quran reading contest.

Earlier, Mr Jeelani called on Perkim president Tunku Abudul Rahman at his residence here to present the Tunku with the Friendship Medal of India in recognition of the Tunku's dedication to the cause of Islam.

On the proposed world cup competition, the Tunku said the idea was good but it needed a lot of preparation and thinking.

He added India should approach The World Muslim Council (Rabitah) for support.

Later, the new Australian High Commissioner, Mr C.G. Woodard paid a courtesy call on the Tunku.

☆☆ No. 4183 Sunday, August 3, 1980 KDN 0077/80 35 CENTS

SUNDAY STAR

the people's paper

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

ہماری یہ بحث نامکمل رہے گی جب تک ہم ایک ایسے مدرسے کا ذکر نہ کریں جس کے فیض کمال سے برصغیر پاک و ہند میں علم قراءت کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ یہ مدرسہ اگرچہ قائم تو مکہ مکرمہ میں ہوا۔ تاہم اس کی جڑیں ہندوستان ہی میں تھیں۔ کیونکہ اس مدرسہ کا قیام مولانا رحمت اللہ کے ہاتھوں عمل میں آیا جو ہندوستان کے موضع کیرانہ کے رہنے والے تھے۔ وہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔

اس مدرسہ کا نام مدرسہ صولتیہ ہے جو کلکتہ کی نیک دل اور مخیر خاتون صولت النساء بیگم کے نام سے منسوب ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو تلوار توپ اور گولی کے سہاروں سے دبا دینے کے بعد انگریزوں نے ان علمائے ربانی کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا جو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے نمائندہ خیال کیئے جاتے تھے۔ ہزاروں علماء تہ تیغ کر دیئے گئے باقی ماندہ پابند سلاسل ہوئے اور جیل کی کوٹھڑیوں نے ان کے وجود سے آبادی حاصل کر لی۔

ایسے عالم میں بعض علماء نے اپنی آزادی کی حفاظت کرنے کی غرض سے ہجرت کی سنت کو تازہ کیا۔ اور ہندوستان چھوڑ کر سوئے حجاز رخت سفر باندھا۔ انہی علماء میں ضلع مظفر نگر کے مولانا رحمت اللہ کیرانوی بھی تھے۔ آپ نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اپنا وطن چھوڑ کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اسلامی علوم کی آبیاری کیلئے انہوں نے حرم کے اندر مدرسہ ہندیہ کے

نام سے ایک درسگاہ قائم کی جس کا باقاعدہ آغاز ماہ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ کو ہوا (۱)
پہلے یہ درسگاہ یعنی مدرسہ ہندیہ حرم کے اندر تھا لیکن کچھ عرصہ بعد حرم سے باہر کرائے کی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ ۱۲۸۹ھ میں کلکتہ کی ایک متمول خاتون جن کا نام صولت النساء بیگم تھا بغرض حج مکہ مکرمہ آئیں۔ یہ خاتون اپنے ہمراہ ایک خطیر رقم اس غرض سے لے کر آئیں کہ مکہ مکرمہ میں حجاج کرام کے ٹھہرنے کیلئے ایک مسافرخانہ تعمیر کریں گی۔ لیکن وہ مولانا رحمت اللہ کی شخصیت اور ان کے درس سے متاثر ہوئیں اور انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا۔ مسافرخانہ کی بجائے مدرسہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کیلئے وہ ساری رقم مولانا رحمت اللہ کے حوالے کردی۔ چنانچہ اس رقم سے مولانا نے جگہ خریدی اور مدرسہ قائم ہوا۔ مولانا رحمت اللہ نے صولت النساء بیگم کے جذبہ کا اعتراف کرتے ہوئے مدرسہ کو اسی خاتون کے نام سے موسوم کردیا۔ یوں مدرسہ ہندیہ مدرسہ صولتیہ بن گیا۔ ۱۲ شعبان ۱۲۹۰ھ بروز چہارشنبہ تمام طلباء و مدرسین مدرسہ صولتیہ کی اپنی عمارت میں منتقل ہوگئے۔ مدرسہ کا افتتاح بھی اسی تاریخ کو ہوا۔ اور قاری شیخ ابراہیم سعد مصری نے آغاز میں تلاوت کی۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے درس بخاری دیا۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے مثنوی شریف کا درس دیا۔ اور آخر میں اجتماعی دعا ہوئی۔ اور طرح یہ بابرکت تقریب انتہا کو پہنچی۔

۱۳۵۷ھ میں مدرسہ صولتیہ کی ایک تعارفی رپورٹ ندائے ملت میں شائع ہوئی اسمیں لکھا ہے۔

" مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں جس جگہ واقع ہیں اس کا عہد جاہلیت سے قدیم نام

---

(۱) ماہنامہ "جریدہ الاشرف" جولائی اگست ۱۹۹۱ء ۶۳

"خندریس" ہے۔ اور عربی میں پرانی تند و تیز شراب کا نام خندریس ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہاں شراب کی بھٹیاں تھیں اعلیٰ قسم کی دو آتشہ و سہ آتشہ شراب کے متلاشی یہاں پہنچتے تھے میخانے آباد تھے اور جھومتے جھامتے مخمورں سے اس آبادی کی رونق تھی۔ لیکن اب الحمد للہ یہاں علوم نبویہ اور معارف الٰہیہ کی دو آتشہ و سہ آتشہ شراب حقیقت تشنگان علم کو پلائی جارہی ہے

..... مدرسہ کی چاروں عمارتیں مکہ معظمہ میں اسلام کی ان تاریخی یادگاروں کے درمیان واقع ہیں جن سے ایک طرف جبل کعبہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے پتھروں سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ دوسری طرف جبل عمر وہ پہاڑ ہے جس پر اسلام کے عظیم المرتبت خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے وحدہ لاشریک لہ کے نام کی آواز بلند کی اور اپنے اسلام لانے کا اعلان فرمایا۔ کفرستان عالم میں خدائے ذوالجلال کیلئے یہ پہلی آواز حق مکہ کے پہاڑوں میں گونجی تو کفار مکہ کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔ مدرسہ کی تیسری عمارت بورڈنگ (دارالطلبہ) سے متصل وہ قطعہ زمین ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے روپیہ سے خرید کر مسلمانوں کیلئے ان کی آخری آرام گاہ قبرستان کیلئے وقف فرمایا تھا جب عہد اوّل میں کفار قریش نے اسلام کے ان سابقین اولین کو اپنے قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا تھا "مقبرہ شبیکہ" کے نام سے یہ بابرکت قطعہ زمین اب تک موجود ہے سنہ ۱۳۱۰ھ تک اس میں تدفین جاری تھی اور ایک صدی قبل کے اکثر و بیشتر صلحاء و اتقیاء اور اہل مکہ اس قطعہ زمین میں اپنا مدفن ہونے کیلئے عہد اول کے ان نفوس قدسیہ کے قرب و پڑوس کیلئے متمنی رہتے تھے جو اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے اس میں مدفون ہیں۔ آپکے

مدرسہ صولتیہ کی عمارتیں اسلام کی ان پرانوار یادگاروں کے قریب ہیں جن کو بصارت سے نہیں بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے" (۱)

مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے سب سے زیادہ توجہ علم تجوید و قراءت کے فروغ کی جانب مبذول فرمائی اسکی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان عجمیت کی وجہ سے قرآن مجید کی تلاوت درست نہ کرتے تھے۔ اور اہل عرب اس معاملہ میں ان کو اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ اس بات کا علم اس خط سے ہوتا ہے جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے مولانا الاشرف علیؒ کو لکھا تھا۔ یہ خط انہوں نے ۱۴ رجب ۱۳۱۰ھ کو تحریر کیا (۲)۔ آپ لکھتے ہیں

" مدرسہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کی زیادہ توجہ تجوید و قراءت کی طرف ہے کیونکہ علم تجوید کا رواج بہت کم ہو گیا ہے خصوصاً ہندوستان میں بہت کم ہے۔ ماشاء اللہ مدرسہ صولتیہ کے مدارس سے فائدے عظیم ہوئے ہیں۔ ہندیوں کو اس فن میں عرب وغیرہ بہت حقیر سمجھتے تھے بلکہ بعض عرب ہندی علماء کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ان مدارس کے ذریعے سے بہتیرے کامل قاری ہو کر نکلے ہیں۔ اور حرمین شریفین میں بعض ہندی قاری تعلیم یافتہ ان مدرسوں کے اب استاد ہیں۔ (۳)

۱۳۰۸ھ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی انتقال کر گئے۔ ان کی وصیت کے مطابق حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو مدرسہ صولتیہ کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ (۴)

---

(۱) ماہنامہ جریدہ الاشرف، جولائی اگست ۱۹۹۱ء / ۷۰-۷۱ (۲) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۲

(۳) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۲ - ۵۵۔

(۴) ماہنامہ جریدہ الاشرف، جولائی اگست ۱۹۹۱ / ۷۲

مدرسہ صولتیہ میں علم تجوید و قراءت کے پہلے مدرس شیخ قاری ابراہیم سعد مصری تھے آپکو اللہ تعالےٰ نے اس قدر دلکش اور پر سوز آواز عطا فرمائی تھی کہ پڑھنے اور سننے والے بے خود ہو جاتے تھے۔ ان کے اہم ترین شاگردوں میں ہندوستان کے دو بھائیوں کا نام بھی ملتا ہے۔ ایک قاری عبداللہ دوسرے عبدالرحمٰن۔ یہ دونوں بھائی اپنے والد ماجد محمد بشیر کے ہمراہ ۱۸۵۷ء میں انگریزی جبر و استبداد سے بچنے کی غرض سے مکہ معظمہ آ گئے۔ دونوں نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی۔ قاری عبداللہ تو تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ صولتیہ ہی میں مدرس ہو گئے۔ جبکہ قاری عبدالرحمٰن کو مولانا رحمت اللہؒ نے ہندوستان روانہ کیا اور فرمایا کہ ہندوستان جاکر علم قراءت کی خدمت کرو۔ (۱)

قاری عبدالرحمٰن نے الہ آباد میں مدرسہ قائم کیا۔ آپ کے شاگردوں میں دارالعلوم دیوبند کے تجوید و قراءت کے مدرس اوّل قاری عبدالوحید۔ قاری عبدالخالق۔ قاری عبدالمالک۔ قاری ضیاءالدین جیسے اکابر حضرات شامل ہیں۔ پاکستان و ہند میں علم قراءت کی ترویج و اشاعت انہی اکابر کے توسط سے ہوئی۔ اس لحاظ سے مدرسہ صولتیہ کا فیض پورے برصغیر پاک و ہند میں جاری ہے۔ علم تجوید و قراءت میں مدرسہ صولتیہ کی خدمات کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۳۱۹ھ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ حجاز مقدس آئے مدرسہ صولتیہ کا معائنہ کیا۔ تجوید و قراءت کی ترقی دیکھی اور قاری عبداللہ مکی کے مخلصانہ اثرات کے نتائج دیکھے تو مولانا اشرف علیؒ نے خود بھی قاری عبداللہ سے رشتہ تلمذ استوار کیا۔ اور پھر طلباء کی سہولت کیلئے منظوم تجویدی کتاب بعنوان "تجوید القرآن مع تعلیم الوقف لکھی (۲)

---

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت ۹۶

(۲) امداد صابری، فیضان رحمت ۵۵

جب یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی تو اس کتاب کے آغاز میں مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا محمد سعید نے ایک اپیل شائع کی۔ اس اپیل کا تفصیلی ذکر یہاں ضروری ہے۔ کیونکہ اس اپیل کے ایک ایک لفظ سے علم تجوید کی طرف سے لوگوں کی بے اعتنائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ارباب علم اور علم دوست حضرات پر یہ امر مخفی نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں عموماً تمام اسلامی اور قومی مدارس میں اور مکتبوں میں فن تجوید کی طرف جو واقعی بہت بڑا مہتم بالشان امر ہے اور جس کی نسبت وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا کا حکم ہو چکا ہے۔ بڑی بے اعتنائی ہو رہی ہے اور علماء امت کا اس وقت فرض ہے اس کمی کو پورا کرنے کا مدارس میں بہت جلد انتظام فرمائیں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں اس فن کی تکمیل دیکھنے سے خوشی ہوئی کہ مدرسہ کے تعلیم یافتہ طالب علموں کی قدر و منزلت ملک میں کما حقہ ہوئی ہے۔ اور ہندوستان کے اکثر اسلامی مدارس نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ اس فن کے ماہر استادوں کی خدمات ان کو دی جائیں یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے میرے واجب الاحترام دوست مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے قیام مکہ معظمہ دام اللہ شرفاً کے ایام میں مدرسہ صولتیہ کے طالب علموں کے واسطے نظم فرمایا تھا اس وقت مدرسہ کے نصاب میں داخل ہے عام فہم ہے اور اردو ہونے کی وجہ سے یہ کتاب مبتدی طلبہ اور کم عمر بچوں کے لئے نہایت مفید اور کار آمد ہے۔ مجھے امید ہے کہ شائقین علم اس کتاب کی قدر کریں گے اور ہندوستان کے اس الزام کو دور کریں گے کہ ہندی قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں (۱)

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۶

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے دل میں علم تجوید و قراءت کی ضرورت اور اہمیت کا احساس اور مدارس میں اس علم کی طرف سے بے اعتنائی کا خیال مدرسہ صولتیہ میں قیام کے دوران ہی پیدا ہوا۔ آپ نے ذمہ داران مدارس کو علم تجوید و قراءت کے احیاء و اجرا کا احساس دلایا۔ اس حوالے سے امداد صابری لکھتے ہیں

"حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے عربی مدارس کے نصاب تعلیم کے متعلق ایک تقریر کی جس میں مولانا نے یہ شکایت کی تھی کہ عربی مدارس میں تجوید و قراءت نہیں سکھائی جاتی جس کی وجہ سے جو بھی عالم ہوتا ہے وہ تجوید و قراءت سے بے بہرہ ہوتا ہے اور قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتا مولانا اشرف علی صاحب اور مہتمم مدرسہ صولتیہ کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۱ھ میں شعبہ تجوید کا اجراء ہوا" (۱)

سابقہ اوراق میں دارالعلوم دیوبند کے تذکرے میں بھی یہ بات آچکی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں درجہ تجوید و قراءت کا اجراء مولانا اشرف علیؒ کی مساعی ہی کا نتیجہ تھا۔ اس لحاظ سے ہندوستان کے جملہ مدارس میں علم تجوید و قراءت کی ترویج و اشاعت کا سہرا مدرسہ صولتیہ کے سر ہے۔

مدرسہ صولتیہ میں بڑے بڑے اکابر علماء مختلف اوقات میں تشریف لاتے رہے۔ اس حوالے سے مدرسہ صولتیہ کے بارے میں ان سب کے تاثرات ایک مستقل کتاب کا عنوان ہیں اس جگہ ہم صرف دو اکابر علماء کی آراء پر اکتفا کر رہے ہیں جو مدرسہ صولتیہ کے بارے میں ہماری مذکورہ بالا تحقیق کی مؤید ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ صولتیہ کے بارے میں

---

(۱) امداد صابری، فیضان رحمت، ۵۶

لکھتے ہیں

" مجھے خود بھی اس جہت سے مدرسہ صولتیہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے کہ میرے علم تجوید و قراءت کے استاد حضرت مولانا قاری عبدالوحید صاحب مدرسہ صولتیہ کے شاگرد ہیں اور حضرت قاری عبداللہ صاحب کے تلمیذ ہیں جو مدرسہ صولتیہ میں اس فن شریف کے استاذ تھے۔ حضرت قاری عبدالوحید صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے شیخ القراء کی حیثیت سے اس فن کی خدمت کی۔ بہر حال یہ دارالعلوم حرم صولتیہ اپنے موضوع اور اپنی نسبت سے ایک عظیم علمی یادگار ہے۔" (۱)

مولانا شاہ غلام اللہ خان صاحب اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہندوستان اور پاکستان میں جس قدر قراء تجوید القرآن کا کام کر رہے ہیں وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ سب اسی مدرسہ صولتیہ سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ اس پر مدرسہ صولتیہ جس قدر ناز کرے اس میں وہ حق بجانب ہے" (۲)

اس پوری بحث سے یہ بات محقق ہو جاتی ہے کہ علم تجوید و قراءت کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے مدرسہ صولتیہ کی خدمات گراں قدر ہیں اور نتائج کے اعتبار سے برصغیر پاک و ہند میں اس کے اثرات نہایت گہرے اور دور رس ہیں۔

---

(۱) ماہنامہ جریدہ الاشرف، جولائی اگست ۱۹۹۱/ ۱۰۲

(۲) " " " " " " ۱۹۹۱/ ۱۰۵

قیام پاکستان کے بعد

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو مشرقی پنجاب اور دیگر علاقوں سے مسلمان ہجرت کرکے پاکستان آنے لگے۔ اس نقل مکانی میں اکابر قراء کو بھی ہندوستان چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ دوسرے لوگوں کی طرح یہ حضرات بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ مولوی ظفر اقبال فرماتے ہیں " تشکیل پاکستان کے بعد ہندوستان سے بہت سے قاری پاکستان میں آکر آباد ہوئے ان کی آمد سے پاکستان میں اصول تجوید کے مطابق تلاوت قرآن کی مبارک تحریک شروع ہوگئی"(۱) چنانچہ کوئی بھی قاری صاحب اپنے ظروف اور حالات کے تحت جس علاقے میں آباد ہوئے انہوں نے کسی نہ کسی طور وہاں چھوٹے موٹے مدرسے کی بنا ڈالی مثلاً مدرسہ رحمانیہ پانی پت کے استاد قاری محمد مشتاق لاہور آئے۔ انہوں نے کرشن نگر لاہور میں مدرسہ قائم کیا جہاں طلباء کو قرآن کریم حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی آپ اسلامیہ ہائی سکول موہنی روڈ لاہور میں معلم دینیات بھی تھے(۲) اسی طرح پانی پت ہی کے قاری محمد اسماعیل جو قاری عبدالسلام انصاری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے وہ بھی ہجرت کے بعد لاہور آئے اور گنپت روڈ پیسہ اخبار لاہور میں مدرسہ تجوید قائم کیا(۳) اسی طرح حافظ بشیر احمد جو پانی پت کے مشہور مدرسہ الشرفیہ کے پچیس سال تک مہتمم رہے تھے وہ حافظ آباد آکر آباد ہوئے۔ انہوں نے حافظ آباد ہی میں پانی پت کے مدرسہ الشرفیہ کی یاد کے طور پر اسی نام سے مدرسہ قائم کیا۔ اسی قسم کے مزید مدارس جھنگ سرگودہا چنیوٹ وغیرہ کے مضافات میں بھی قائم ہوئے۔ ان مدارس میں بیشتر مدارس قرآن مجید کی ناظرہ اور

---

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ء ۲/ ۷۵۴

(۲) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۶۸۔ (۳) ایضاً ۶۶

حفظ تعلیم تک ہی محدود تھے۔ چند مدارس ایسے بھی قائم ہوئے جہاں علم قرأت کی تدریس کا بندوبست بھی کیا گیا۔ لیکن ایسے مدارس بہت ہی کم تھے۔ ایسے مدارس درحقیقت کسی جید قاری کی ذات اور علم قرات کی تدریس کے ذوق کے حوالے ہی سے قائم ہوتے ہیں۔ کیونکہ مدرسہ و مکتب اینٹ گجری سے بنی عمارت کا نام تو ہوتا نہیں وہ تو صرف جائے تدریس ہے اصلاً مدرسہ تو اس شخصیت کا نام ہے جو بطور مدرس وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیتی ہے۔ وہ شخصیت اگر وہاں نہ رہے تو نہ طالب علم موجود رہیں اور نہ ہی مجلس تدریس قائم ہو۔ پاکستان کی تشکیل کے بعد بعض ایسے اکابر قراء بھی پاکستان تشریف لے آئے جن کی پہچان ہی علم قرأت کے حوالے سے تھی۔ ان کی وجہ ہی سے پاکستان میں علم قرأت کی ترویج و اشاعت ہوئی اس وقت پاکستان میں موجود تمام قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ انہی کے شاگرد ہیں اور انہی کے فیض یافتہ ہیں ان میں ایک اہم ترین شخصیت قاری عبدالمالک ؒ ہیں جبکہ دوسرے قاری فتح محمد نابینا ہیں۔ تیسری شخصیت قاری محی الاسلام پانی پتی کی ہے۔ ان اکابر کے مفصل حالات کا تذکرہ تو آئندہ ابواب میں مناسب مقام پر آئیگا۔ ذیل میں ان حضرات کی نسبت سے قائم ہونے والے مراکز علم تجوید کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔

دارالعلوم ٹنڈو الہ یار :

قیام پاکستان کے بعد بڑے بڑے علماء بھی ہجرت کر کے پاکستان آگئے۔ ان میں مولانا سید سلیمان ندوی مولانا احتشام الحق تھانوی۔ مولانا بدر عالم مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا مفتی محمد شفیع جیسے اکابر شامل تھے۔ ان حضرات نے پاکستان پہنچ کر ترویج علم دین کی غرض سے مدارس قائم کئے، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کی کاوشوں سے اندرون سندھ کے علاقہ

ٹنڈو الہ یار میں دارالعلوم ٹنڈو الہ یار کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم ہوا۔ جس میں نامور اساتذہ کو مدرس مقرر کیا گیا۔ مولانا بدر عالم میرٹھی ایک عرصہ تک اس کے مہتمم رہے۔[1] قاری عبدالمالکؒ ان دنوں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں تھے۔ علم قرأت کیلئے مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی نظر انتخاب قاری عبدالمالکؒ کی ذات پر ٹھہری۔ ان کی تحریک اور مساعی کے نتیجے میں قاری عبدالمالکؒ لکھنو چھوڑ کر دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ تشریف لے آئے[2] بعض ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے دارالعلوم کا نظم وضبط برقرار نہ رہ سکا۔ نامور اساتذہ ملازمت ترک کرکے جانے لگے۔ لاہور میں دارالعلوم اسلامیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ پرانی انارکلی چرچ روڈ پر واقع تھا جس کے مہتمم قاری سراجؒ تھے۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ دارالعلوم اسلامیہ کو خالصتاً مخصوص بالقرأت مدرسہ بنایا جائے اور قاری عبدالمالکؒ کو بطور صدر مدرس یہاں لایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے قاری صاحب سے اس معاملے میں رابطہ کیا اور ان کو لاہور آنے پر آمادہ کر لیا۔ اس ضمن قاری اظہار احمد تھانویؒ لکھتے ہیں

"قاری سراج احمد صاحب نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا کہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کو تجوید وقرأت کی مرکزی درسگاہ بنانا چاہیے۔ اور اس کے لئے جس طرح بھی ہو حضرت الشیخ قبلہ قاری عبدالمالکؒ صاحب کی تدریسی خدمات حاصل کر لینی چاہئیں۔ بہت عجلت اور سرعت کے ساتھ انہوں نے حضرت الشیخ سے رابطہ قائم کیا۔ تمام آرام و آسائش فراہم کرڈالنے کے وعدے کیے۔ احتیاطاً حضرت الشیخ نے لاہور تشریف لاکر غور وفکر کے بعد فیصلہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ایک گرمی کی دوپہر کو قاری سراج احمد صاحب مجھے ہمراہ لے کر موچی دروازہ پہنچے۔ جہاں حضرت قیام پذیر تھے۔ بڑے بڑے دعدوں میں لپٹے ہوئے پروگرام سجا کر پیش کرتے رہے۔ حضرت قاری صاحب نے لاہور میں

---

(۱) محمد ذکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر، ۲/ ۲۲۲ (۲) عزیز احمد، تذکرہ منبع علوم وفنون سوانح شیخ القراء، ۹۴

تشریف فرما ہو جانے اور دارالعلوم اسلامیہ میں وابستگی کا وعدہ فرمالیا اور کچھ روز بعد مع متعلقین لاہور تشریف لے آئے۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور جواب تک گوشۂ گمنامی میں تھا اچانک واردین و مستفیدین کی کثرت سے نہایت پررونق درس گاہ میں تبدیل ہوگیا۔ سامعین کے علاوہ مساجد کے آئمہ حفاظ عربی درسگاہوں کے اساتذہ و طلبہ سے حضرت الشیخ کی درسگاہ اس قدر تنگ داماں ثابت ہوئی کہ برابر والے تمام تعلیمی درجے بھی سامعین قرأت کے لئے خالی کرنے پڑے۔ جو جارہا تھا وہ اگلے روز اپنے دو چار احباب کو ہمراہ لے کر پھر لوٹ رہا تھا۔ واردین میں مولانا مفتی حسن صاحب بانی جامعہ اشرفی، شیخ القرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری صاحب مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب قاری فضل کریم صاحب بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ مولانا داؤد غزنوی۔ پروفیسر ظفر اقبال و بزرگم کے علاوہ ممتاز شہریان لاہور کا تانتا بندھا ہوا تھا۔" (۱)

تین برس کے بعد دارالعلوم اسلامیہ کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا جس میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب تشریف لائے۔ قاری عبدالمالک ؒ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ آئے

مرکزی دارالترتیل والقرأت :

قاری عبدالمالک ؒ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم اسلامیہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس وقت قاری صاحب کے ایک شاگرد قاری غلام النبی جامعہ مسجد باغیچہ نواب بہاولپور لٹن روڈ لاہور میں امام و خطیب تھے وہ لکھتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت استاد نے "فرمایا کہ اپنی مسجد کے صدر ملک محمد نادر مرحوم کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ملک صاحب کو لے کر

---

(۱) عزیز احمد، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء ۳۲۳ - ۳۲۲

سعدی پارک مکان پر حاضر ہوئے تو حضرت نے صدر مسجد سے فرمایا کہ مجھے صرف کام کرنے کی اجازت ہو (مسجد میں) ملک صاحب نے فرمایا کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوش قسمتی ہمارے لئے ہوسکتی ہے کہ آپ ہماری مسجد تشریف لاویں لیکن آپ کو مدرسہ والے واپس مجبور کرکے لے جاویں گے فرمایا نہیں نہیں چنانچہ مسجد مذکور میں مرکزی دارالترتیل مدرسہ قائم فرمایا(۱)

تھوڑے عرصہ کیلئے قاری عبدالمالکؒ دارالعلوم نانک واڑہ کراچی بھی تشریف لے گئے لیکن جلد ہی دوبارہ مرکزی دارالترتیل میں واپس آگئے اور آخر دم تک اسی سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد قاری عبدالمالکؒ کی پاکستان میں آمد اس علاقے میں علم تجوید و قرأت کے فروغ کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوئی۔ آپ کے وجود کی برکت سے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور اور مرکزی دارالترتیل لاہور علم تجوید و قرأت کے بڑے مراکز بن گئے۔ پاکستان میں مصری حجازی لہجوں میں تلاوت کرنے والے تمام اکابر قراء انہی مراکز کے خوشہ چین ہیں۔ قاری عبدالمالکؒ کی لاہور آمد پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمد علی لاہوری نے فرمایا

"حضرت قاری صاحب کا وارد پاکستان ہونا عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مسلمانان لاہور کے لئے خصوصاً رحمت خداوندی کا ابر محیط ہے جو پرجوش ہوکر برسے گا" (۲)

مذکورالصدر مدارس کے حوالے سے چند امور تحقیق طلب ہیں بلکہ تصحیح طلب ہیں سوانح قاری اظہار احمد تھانوی میں مضمون "تتمہ اظہار سے استاد القراء تک" میں تحریر ہے کہ دارالعلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی لاہور کے بانی قاری سراج احمد تھے فاضل مضمون نگار کی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ دارالعلوم اسلامیہ کی روائیداد سے اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی۔ دارالعلوم کی (۳)

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۲۶

(۲) عزیز احمد، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ۳۲۳۔ (۳) ایضاً ۹۴

روئیداد میں "دارالعلوم اسلامیہ کا تاریخی پس منظر" کے عنوان سے لکھا ہے

"ان مشکلات کے پیش نظر علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم کے حکم سے حافظ سخاوت علی مرحوم نے دارالعلوم کے نام سے پرانی انارکلی لاہور کی ایک عمارت کے چند کمروں میں جون ۱۹۴۸ء میں اس دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی" (۱)

گویا دارالعلوم اسلامیہ کے بانی قاری سراج نہیں بلکہ حافظ سخاوت علی تھے۔ اس بات کی تائید قاری اظہار احمد تھانوی کے مضمون سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں

"اس کے بانیوں میں حافظ سخاوت علی مرحوم یوپی سوڈا واٹر فیکٹری ان کے داماد قاری آل احمد دیوبند کے ایک عالم دین مولانا محمد مسلم وغیرہ تھے بعد میں ایک اور شخصیت قاری سراج احمد صاحب شامل انتظام تصور کئے گئے" (۲)

یہ دونوں شواہد فاضل مضمون نگار کے دعوے کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کے بانی قاری سراج نہیں بلکہ حافظ سخاوت علی مرحوم تھے

دوسری تحقیق طلب بات مرکزی دارالترتیل لٹن روڈ لاہور کے نام کے بارے میں ہے۔ کیونکہ ۴ شعبان ۱۳۷۸ھ کو مرحوم قاری عبدالمالک جامع العلوم بہاولنگر بغرض امتحان طلبہ مدرسہ تشریف لے گئے۔ انہوں نے امتحانی رجسٹر پر اپنی رائے درج فرمائی اور آخر میں تحریر فرمایا "کتبہ قاری عبدالمالک صدر مدرس مدرسہ مرکزی دارالتجوید لاہور مورخہ ۴ شعبان ۷۸ھ" (۳)

اس کا مطلب ہے کہ مرکزی دارالتجوید کے نام کا کوئی اور مدرسہ تھا جس قاری عبدالمالک؟

---

(۱) روئیداد تعارف دارالعلوم اسلامیہ لاہور (۲) عزیز احمد، تذکرہ جمیع العلوم سوانح شیخ القرآء ۳۲۲

(۳) رجسٹر جامع العلوم بہاولنگر حال موجود قاری عبدالقادر بہاولپور

صدر مدرس تھے۔ لیکن لاہور کے مدارس تجوید میں اس وقت اس نام کے کسی مدرسے کا سراغ نہیں ملتا۔ نیز ان ماہ وسال میں آپ کا تعلق مرکزی دارالترتیل ہی سے تھا جس کے شواہد آپ کے بارے تمام سوانحی مضامین سے ملتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یکلخت وقوت یا تو آپ سے تسامح ہوا یا دوسری صورت یہ کہ آپ کے ذہن میں مدرسہ کا نام مرکزی دارالتجوید ہی مجوز تھا جو بعد میں مرکزی دارالترتیل قرار پایا واللہ اعلم

قاری عبدالمالکؒ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ ایک مدرسہ خالصتاً علم تجوید و قراءت کیلئے ہو۔ جہاں سوائے علم تجوید و قراءت کے کسی دوسرے علم کی تدریس نہ ہوتی ہو۔ کیونکہ ایسے مدارس جہاں درجہ تجوید کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم بھی پڑھائے جاتے ہوں وہاں علم تجوید و قراءت کی حیثیت ثانوی ہوکر رہ جاتی ہے اور عموماً طلباء کی زیادہ توجہ درس نظامی کے اسباق کی طرف ہی زیادہ مبذول رہتی ہے۔ اور منتظمین مدرسہ کی ترجیحات میں بھی درس نظامی ہی غالب رہتا ہے۔ قاری عبدالمالکؒ کا دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سے لاہور دارالعلوم اسلامیہ آنا بھی اسی غرض سے ہوا۔ کیونکہ قاری سراج احمدؒ نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ دارالعلوم اسلامیہ خالصتاً مدرسہ تجوید و قراءت ہوگا۔ بعض اختلافات کے سبب جب آپ دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدہ ہوئے اور مرکزی دارالترتیل قائم کیا تو اس میں بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔ پھر آپ مفتی محمد شفیعؒ کے مدرسہ نانک واڑہ کراچی بھی کچھ عرصہ کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں جانے کا محرک بھی یہی داعیہ تھا۔ لیکن آپ نے احساس کر لیا کہ یہاں پر بھی دیگر علوم کی طرف توجہ زیادہ ہے۔ اس لئے آپ واپس مرکزی دارالترتیل تشریف لے آئے۔ اور آخر دم تک اسی سے وابستہ رہے۔

مکاتب

ہندو پاکستان میں قرأت قرآن کے حوالے سے دو گروپ ہیں۔ ان کو اصطلاحی زبان میں مکاتب بھی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مکاتب فکر کہنا درست نہیں کیونکہ فکر کا تعلق قیاس کے ساتھ ہے جبکہ علم قرأت کا مدار نقل پر ہے اور قیاس کو اس میں قطعاً دخل نہیں۔ یہ خالصتاً نقلی علم ہے جو کلام اور سماعت کے ذریعے ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا آیا ہے۔ قلم و قرطاس یعنی رسم کے ذریعے اس علم کو منتقل کرنا ممکن ہی نہیں۔ جبریل امین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر صحابہ کرام سے تابعین و تبع تابعین حتی کہ ہمارے زمانہ تک تمام واسطوں میں نقل کی بنیاد سماعت ہی ہے

ڈاکٹر لبیب السعید نے قرآن مجید کی ان تمام آیات کا احصا کیا ہے جن میں سماعت پر استدلال موجود ہے (۱) وہ آیات یہ ہیں

۱۔ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ (۲)

۲۔ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ (۳)

۳۔ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ (۴)

۴۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا (۵)

۵۔ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ (۶)

---

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاول للقرآن ۔ ۶۹

(۲) سورۃ البقرہ ۲/۷۵ (۳) سورۃ المائدہ ۵/۸۳ (۴) سورۃ الانعام ۶/۲۵

(۵) سورۃ الاعراف ۷/۲۰۴ (۶) سورۃ طٰہٰ ۲۰/۱۳

۶۔ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (۱)

۷۔ إِن نَّسِمْعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ (۲)

۸۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا (۳)

۹۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ (۴)

۱۰۔ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا (۵)

۱۱۔ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ (۶)

۱۲۔ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ (۷)

۱۳۔ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا (۸)

۱۴۔ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ (۹)

۱۵۔ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا (۱۰)

۱۶۔ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ (۱۱)

پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں امام الحرمین جن کا نام صرف الجوینی لکھا گیا ہے نے فتویٰ دیا کہ اللہ تعالےٰ کا کلام تمام مسلمانوں کے نزدیک مطلق طور پر مسموع ہے۔ انہوں نے اس کے لئے دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کی۔ "وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ" (۱۲)

---

(۱) سورۃ الانبیاء ۲/۲۱ - (۲) سورۃ النمل ۸۱/۲۷ (۳) سورۃ لقمان ۷/۳۱

(۴) سورۃ فصلت ۲۶/۴۱ (۵) سورۃ الجاثیہ ۸/۴۵ (۶) سورۃ الاحقاف ۲۹/۴۶

(۷) سورۃ الاحقاف ۳۰/۴۶ (۸) سورۃ محمد ۱۶/۴۷ (۹) سورۃ القلم ۵۱/۶۸

(۱۰) سورۃ الجن ۱/۷۲ (۱۱) سورۃ الجن ۱۳/۷۲ (۱۲) سورۃ توبہ ۶/۹

انہوں نے کہا کہ اس جگہ لفظ سماع کا مطلب ادراک فہم ہے اور اس سے مراد کامل الطاعت اور مکمل پیروی ہے۔ کلام اللہ کے مسموع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم مسموعہ مدرکہ آواز کے ساتھ حاصل کیا اور سمجھا جائے۔ (۱)

علم قرات کے امام علامہ شاطبیؒ اپنے قصیدہ لامیہ میں لکھتے ہیں

وما القیاس فی القرأۃ مدخل

فدونک ما فیہ الرضا متکفلا (۲)

قرات میں قیاس کو کوئی دخل نہیں (ناقلین سے جو کچھ پہنچا) اسی کے مطابق پڑھنا چاہیے اسی پر قائم رہنا چاہیئے اسی میں رضائے الٰہی ہے۔

دور حاضر کے ایک مصری عالم قرأت عبدالحی زاہران اس بارے میں کہتے ہیں" اور یہ طریقہ اور کیفیت جس کے مطابق ہم پڑھتے ہیں یہ وہی طریقہ ہے جو انہوں (ہمارے اساتذہ) نے ہمیں سکھایا کیونکہ اتقان قرات میں حقیقی ضابطہ ہے۔ کہ استاد کے سامنے بیٹھ کر اس کے منہ سے سماعت کی جائے اور یہ کہ کوئی بھی روایت اس وقت تک درست نہیں مانی جاتی جب تک کہ صاحب سند شیخ اپنے شاگرد کو وہ لکھوانہ دے اور شاگرد اس کے سامنے پڑھے اگر وہ درست پڑھے تو صحیح اور اگر وہ تلفظ میں غلطی کرے تو شیخ ایک بار یا بار بار اس کی درستی کراتا ہے تا آنکہ اس کی زبان اس صحیح تلفظ پر پوری قدرت حاصل کرلے اور وہ قرآن کریم کو بالکل اس طرح نہ پڑھنے لگے جس طرح نازل ہوا۔ اور جس طرح اس کے شیخ نے اپنے شیوخ سے اسکو روایت کیا (۳)

---

(۱) لبیب السعید، الجمع الصوتی الاول للقرآن ۷۰

(۲) الشاطبی، قاسم بن فیرہ، قصیدہ شاطبیہ لامیہ باب مذاھبھم فی القرأت (۳) ماہنامہ التجوید لحسم ۱۹۹۱

قاری عبدالحق زاہران سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام طریق قرأت ادائیگی کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں اور کیفیت ادائیگی غیر منضبط چیز ہوتی ہے ایک غیر منضبط چیز کو متواتر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ طریق جو کیفیت ادا کو ظاہر کرتے ہیں ان لوگوں کا یہ کہنا تواتر میں مانع نہیں کیونکہ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مصری لوگوں کو تمام عربوں میں یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ ان کا نطق بہت صحیح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرأت کے طالبین اس علم کے حصول کی خاطر تمام دوسرے ممالک کو چھوڑ کر براہ راست قاہرہ کا قصد کرتے ہیں کیونکہ مصریوں کی قرأت تمام ممالک میں بہت مقبول ہے۔ مصری قراء سے پڑھا ہوا شخص اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اس نے اس علم کو مصری قاریوں سے حاصل کیا ہے۔ کیونکہ مصریوں کا طریق ادا انتہائی واضح اور صاف ہے بالکل اسی طرح جس طرح آسمان میں سورج واضح ہے۔ جس کو تمام عرب و عجم والے سمجھتے ہیں اور کسی بھی زبان والے کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ دوسری زبانوں کی نسبت ان کی طریق ادائیگی کو زیادہ وضاحت سے سمجھ پاتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا پیدا کیا ہے جو اس علم کا حامل ہے اور اس گروہ میں مصر والوں کو خاص فوقیت اور ملکہ حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے لوگوں کے پڑھنے میں کوئی عیب یا نقص ہے ہر انسان کی اپنی طاقت اور استعداد ہے میرے علم کے مطابق یہ احوال ادائے طرق ہیں جن کا ہمیں احادیث کے ذریعے علم ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا اقرؤا کما علمتم (۱) (پڑھو جس طرح تمکو سکھایا گیا) اسی کے ذیل میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ انسان کو چاہیئے کہ وہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہے کہ پڑھتے ہوئے خود بھی مسرور ہو اور سننے والوں کو بھی راحت کا احساس ہو سکے۔ اس لئے بہتر ہے کہ غیر مصریوں کی بجائے مصری قراء کی طرف

(۱) ماہنامہ التجوید، دسمبر ۱۹۹۱

رجوع کیا جائے کیونکہ تمام مسلمان مصریوں کی فصاحت نطق پر شاہد ہیں اور اس میدان میں ان کی فوقیت کو مانتے ہیں۔

اس پوری بحث سے یہ نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱۔ علم قرأت نقلی علم ہے قیاسی نہیں۔

۲۔ علم قرأت کی بنیاد سماعت پر ہے۔ قلم و قرطاس پر نہیں۔

۳۔ مصری قراء کو نطق کے اعتبار سے دنیا کے دوسرے لوگوں پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے۔

اس ساری بحث اور اس سے نکلنے والے نتائج کے تناظر میں اب ہم اپنے اصلی موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

★

پاکستان میں سماعت ہی کی بنیاد پر دو طبقات معرض وجود میں آئے ایک پاٹی پتی کہلایا دوسرا مصری۔ اگرچہ ان طبقات کا آغاز قیام پاکستان سے قبل غیر منقسم ہندوستان ہی میں عمل میں آچکا تھا۔ پاٹی پتی وہ لوگ کہلائے جن کا انداز تلاوت پاٹی پت کا مخصوص لہجہ ہے اور وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ پاٹی پت سے پڑھے ہوئے حفاظ کے شاگرد ہیں۔ جبکہ مصری وہ جو قرآن مجید کی تلاوت اس انداز میں کرتے ہیں جو انداز اہل عرب خصوصاً مصری قراء کا ہے۔

انداز تلاوت کے اس فرق کا تعلق چونکہ غالباً سماعت کے ساتھ ہے۔ اور سامع اس فرق کو سن کر ہی محسوس کر سکتا ہے۔ چونکہ تحریر کے ذریعے اس کو سمجھانا ممکن نہیں اس کے لئے دونوں لہجوں کا انداز ہ سن کر ہی ہو سکتا ہے۔ قلم و قرطاس اس کے ابلاغ سے قاصر ہیں

★ نوٹ۔ یہاں پر سماعت سے مراد وہ سماعت نہیں جو علم حدیث میں باقاعدہ ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس سماعت سے مراد آواز کی کیفیت یا لحن کا وہ اثر ہے جو کسی قاری کی قرأت سے سامع پر مرتب ہوتا ہے۔

پانی پتی اور مصری لہجات کے سرخیل دو بزرگ حضرات ہیں، اور دونوں ہی کا نام عبدالرحمٰن ہے امتیاز کے لحاظ سے ایک عبدالرحمٰن مکی کہلاتے ہیں دوسرے عبدالرحمٰن پانی پتی۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہم نام ہونے کے ساتھ ساتھ ہم عصر بھی ہیں۔ مصری لہجہ میں پڑھنے والے تمام حضرات بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری عبدالرحمٰن مکی کے شاگرد ہیں۔ جبکہ پانی پتی لہجہ میں پڑھنے والے تمام قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے شاگرد ہیں۔ دونوں کے پڑھنے میں فرق ہے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی حسن لحن پر زور نہیں دیتے تھے۔ سیدھی اور صاف آواز میں ادائیگی مخارج وصفات حروف کا لحاظ رکھ کر تلاوت کرتے۔ جبکہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے حجاز میں تعلیم حاصل کی تھی اس لئے وہ مخارج وصفات حروف کے ساتھ ساتھ حجازی لہجہ جو ہندو پاکستان میں مصری لہجہ ہی کے نام سے معروف ہے پر زور دیتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بھی یہی چیز نمایاں ہے۔

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں جو اکابر قراء تشریف لائے ان میں سربرآوردہ شخصیات تین تھیں جن کے احوال سابقہ سطور میں گذر چکے ہیں۔ ان میں قاری محی الاسلامؒ اور قاری فتح محمدؒ پانی پتی مکتب کے نمائندہ تھے جبکہ مصری مکتب کے سرخیل قاری عبدالمالکؒ تھے جو قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے براہ راست اور ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

نام ہی سے ظاہر ہے کہ پانی پتی لہجہ عجمی ہے۔ اس لہجہ میں نسوانیت کا انداز غالب ہے جس کا احساس سامع کو فوراً ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جو کسی دیہات کا رہنے والا تھا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن سنانے کی درخواست کی قاری صاحب نے قرآن سنا دیا تو وہ دیہاتی بولا تو جنانی (زنانی یعنی نسوانی) بولی میں پڑھتے ہے[1]

۱۔ محمد عبدالحلیم انصاری۔ تذکرہ رحمانیہ ۱۷۱

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ پانی پت کے علاقہ کا ایک مخصوص لہجہ کس وجہ سے رواج پذیر ہوا جبکہ پانی پت میں قرأت و تجوید کے علم کا آغاز کرنے والے قاری مصلح الدین تھے جنہوں نے حجاز میں قاری عبیداللہ مدنی سے علم قرات کی تحصیل کی تھی۔ اس بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ پانی پت کا یہ مخصوص انداز اس لئے وجود میں آگیا کہ قاری مصلح الدینؒ نے یہ علم اپنی بیٹی فضل النساء کو سکھایا انہوں نے یہ فن نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی پردہ کے پیچھے بیٹھ کر سکھلایا۔ اسی طرح اور بہت سی نامور قاریہ خواتین مثلاً حافظہ رحیم النساء دختر قاری قادر بخش حافظہ قاریہ ملانی سعید النساء اور حافظہ قاریہ بشیر النساء دختر حافظ بدر الاسلام عثمانی اور دیگر خواتین قاریات نے اس علم کو آگے منتقل کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں(۱)۔ ظاہر ہے یہ خواتین عورت ہونے کی وجہ سے حلق پر زور نہ دیتیں البتہ مخارج و صفات الحروف کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک ایک حرف اور ایک ایک حرکت کو خوب احتیاط کے ساتھ الگ الگ کر کے ادا کرایا کرتی تھیں۔ جس کی وجہ ایک مخصوص لہجہ جس میں نسوانیت کا انداز غالب تھا وجود میں آگیا۔ اور ان کے شاگردوں نے اسی لہجہ کو شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنا لیا۔ رفتہ رفتہ یہی طریق مستقل لہجہ بن گیا جو اب پانی پتی قراء کی پہچان ہے۔ پانی پتی انداز قرأت خالصتاً عجمی طریق ہے لہذا اس کے مقابلہ میں مصری یا حجازی لہجہ خالصتاً عربی ہے اس لئے سماعت کے لحاظ سے زیادہ قابل قبول اور جاذبیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سننے والے مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کو زیادہ ذوق و رغبت سے سنتے ہیں مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور جس کا پہلے گذر چکا علم قرات کا بڑا مرکز رہا ہے اور آج کل بھی ہے اس مدرسہ میں ۱۳۲۳ھ سے پہلے قاری پانی پتی استاد ہوتے تھے۔

---

(۱) محمد طاہر رحیمی۔ سوانح نقیبہ ۸۷

مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کا سالانہ جلسہ تھا اراکین مدرسہ کی طرف سے قاری عبدالخالقؒ اور قاری عبدالمالکؒ کو بھی دعوت دی گئی تھی اس جلسہ میں قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نابینا قاری عبدالسلام پانی پتی قاری ابراھیم صاحب کرنالی وغیرہ بھی موجود تھے دیگر قراء کے بعد قاری عبدالخالق اور آپ کے بھائی صاحب نے بھی تلاوت قرآن فرمائی تمام سامعین سکتہ کے عالم میں رہ گئے کیونکہ اس سے پہلے حجازی لہجہ سے سب کے کان ناآشنا تھے۔ جلسہ ختم ہوگیا دونوں بھائیوں کو مدرسی کی پیشکش کی گئی (۱)

ایسا ہی دلچسپ واقعہ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بھی تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں " ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند کا شاندار جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ یہ جلسہ ایک عظیم اجتماعی شکل میں تھا حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند کی سیادت و رہنمائی میں ہوا تھا پورے ہندوستان سے دینی شغف والے عامۃ المسلمین اور علماء کرام جوق در جوق شریک ہوئے تھے علماء کرام کی تقریروں سے پہلے حضرات قراء کی تلاوت ہوتی تھی اس جلسہ میں حضرت الشیخ (قاری عبدالمالکؒ) اور برادر بزرگ حضرت قاری عبدالخالق صاحب بھی مدعو تھے جلسہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے چوٹی کے علماء تو مدعو ہیں ہی بڑے بڑے قراء کرام بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دونوں برادر اپنی نوخاستگی کی وجہ سے کچھ گھبرائے ہوئے تھے کہ ہم بڑے بڑے قراء کے سامنے کیا پڑھ سکیں گے ترتیب یوں تھی کہ پہلے قراء اکابر سے پڑھوایا گیا انکی تلاوت سن کر دونوں بھائیوں کا خوف جاتا رہا۔ کیونکہ آوازوں کی تمکنت اور عربیت کا نکھار مفقود تھا۔ لب ولہجہ میں کوئی سوز اور کشش نہ تھی عربی جبہ وعقال میں ملبوس دونوں بھائی اب تو پڑھنے کیلئے اپنے اندر ایک نئی امنگ محسوس کرنے لگے۔ بعد میں ان نوجوان قراء سے پڑھنے کیلئے درخواست ہوئی سبحان اللہ ایسی پرسوز اور حجازی لہجوں کی پختہ گرفت کے ساتھ فن تجوید سے

---

(۱) اظہار احمد تھانوی ، تیسیر التجوید ۶۱

معمور تلاوت ہوئی کہ تمام مجمع حیرت و استعجاب سے آگے نکل کر درد و سوز میں ڈوب گیا اور آنسوؤں کی لڑیاں بند ہو گئیں"(۱)

مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کی انتظامیہ کے اصرار پر وہاں آگئے تو وہاں پر پہلے سے موجود پانی پتی مدرسین کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی اور قاری عبدالخالق چونکہ مصری لہجہ میں پڑھتے تھے تو وہ اسی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ قاری عبدالخالقؒ کی سوانح میں مرقوم ہے

"یکم ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی مدرسہ تجوید القرآن میں بطور مدرس آگئے اس وقت تمام عملہ حفاظ پانی پتی تھا اسی لہجہ میں تعلیم ہوتی تھی آپ نے حجازی لہجہ میں تعلیم شروع کی تو تمام شہر میں دھوم مچ گئی۔ مہتمم مدرسہ کے پاس تمام شہر سے درخواستیں آنے لگیں کہ آج ہماری مسجد میں قاری صاحب سے نماز مغرب پڑھوا دیجئے"(۲) اس کے بعد مدارس کے سالانہ جلسوں اور دیگر تقریبات میں مصری لہجہ ہی میں تلاوت کرنے والے اساتذہ و طلبہ ہی کو ترجیح دی جانے لگی۔(۳)

اس ساری بحث اور واقعات کے تذکرے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصری لہجہ سماعت کے لحاظ سے زیادہ جاذبیت رکھتا ہے اور پانی پتی لہجہ میں وہ کشش اور چاشنی نہیں جو مصری لہجہ کے اندر موجود ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات کا اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہندوستان میں مصری لہجہ کو لانے والے قاری عبدالخالقؒ اور ان کے بھائی قاری عبدالمالکؒ تھے۔ شواہد کی رو سے یہ بات درست نہیں کیونکہ مصری لہجہ تو ان حضرات کی آمد سے پہلے بھی ہندوستان میں موجود تھا کیونکہ قاری عبدالرحمٰن مکی جو ان دونوں کے استاد تھے کہیں پہلے ہندوستان آئے انہوں نے الہ آباد کے مدرسہ احیاء العلوم میں

---

(۱) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء، ۳۱۲

(۲) اظہار احمد تھانوی، تیسیر التجوید ۶۱ (۳) محمد زکریا شیخ الحدیث، تاریخ مظاہر ۱۳۸-۱۴۲

پڑھانا شروع کیا۔ ان دونوں بھائیوں نے قاری عبدالرحمٰن مکی سے کسب فیض کیا۔ قاری عبدالرحمن مکی سے پہلے قاری کرامت علی نے حجاز میں رہ کر مصر کے قاری سید محمد اسکندرانی سے علم قرأت حاصل کیا اور اچھا لہجہ یعنی مصری سیکھ کر ہندوستان آئے اور جون پور میں مدرسہ تجوید و قرأت کی بنیاد ڈالی یہ پوری تفصیل سابقہ باب میں گذر چکی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ مصری لہجہ ہندوستان میں قاری عبدالخالق اور قاری عبدالمالک کے آنے سے قبل موجود تھا البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کی وجہ سے مصری لہجہ کو فروغ حاصل ہوا اور خوب پذیرائی ملی۔

یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ ان دونوں حضرات سے پہلے مدارس میں پانی پتی طرز پر ہی تعلیم دی جاتی تھی کہ اساتذہ پانی پتی طرز ہی کو جانتے تھے۔ لیکن ان دونوں بھائیوں کی وجہ سے پانی پتی اساتذہ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی۔ اس بناء پر پانی پتی حضرات میں احساس محرومی پیدا ہوا جس کی وجہ سے پانی پتی حضرات اور مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کے مابین چشمک بھی پیدا ہوئی جو ایک فطری امر تھا جس کا اظہار مختلف موقعوں پر ہوتا رہتا ہے۔ پانی پتی اور مصری انداز میں تلاوت کرنے والے ایک دوسرے کے طریق تلاوت پر عیب چینی کرتے ہیں اور کہیں کہیں یہ عیب چینی طرز میں بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ قاری محمد طیبؒ جو مصری لہجہ کے حامل تھے کے سامنے کسی قاری نے پانی پتی انداز میں قرأت کی تو قاری محمد طیبؒ نے ازراہ تفنن فرمایا ماشاءاللہ پڑھا تو بہت اچھا ہے لیکن لہجہ میں پانی کچھ زیادہ ہی ہے۔[1] پانی پتی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ مصری طریق پر پڑھنے والے حضرات آواز اور لحن کو قواعد و ضوابط قرأت پر فوقیت دیتے ہیں اس لحاظ سے انکی حیثیت گویوں سے بڑھ کر نہیں ہے[2]

---

(۱) زبانی گفتگو یکے از شرکیک مجلس

(۲) زبانی گفتگو یکے از پانی پتی قاری

مصری مکتب کے قاری اظہار احمد تھانویؒ جو قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں پانی پتی انداز تلاوت کو ہرگز درست خیال نہیں کرتے ان کے نزدیک یہ انداز مجمی ہے اور اس نانے ناقابل قبول ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"اللہ تعالےٰ نے فرمایا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔ یعنی قرآن مجید خالص عربی لب ولہجہ میں اتارا گیا مطلب یہ کہ اس کو پڑھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عربی لب ولہجہ میں پڑھا جائے۔ پڑھنے کا ہر وہ انداز غلط ہے جس میں اس کی عربیت مجروح ہو جائے اور لحن عجمی پیدا ہو جائے زمخشری نے لحن کے یہی معنیٰ بیان کیے ہیں بولا جاتا ہے ھذا لیس من لحنی ولا من لحن قومی۔ نہ یہ میری لغت ہے اور نہ میری قوم کی۔ ابن الفارس نے کہا۔ لحن بسکون حا کے معنیٰ ہیں کلام عربی کو اس کی عربیت کی شان سے نکال کر غلط اور بھونڈے طریقہ پر ادا کرنا جو عربوں کی طبائع سلیمہ کے بالکل خلاف ہو۔ عن حذیفہؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحبّ ان یقرأ القرآن کما انزل۔ اللہ تعالےٰ کو پسند یہ ہے کہ قرآن کو اسی طرح پڑھا جائے جس طرح سے وہ نازل ہوا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام المحققین علامہ ابن الجزری اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

لانہ بہ الالہ انزلا وھکذا منہ الینا وصلا

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کو تجوید ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور اس سے ہم تک تجوید ہی کے ساتھ پہنچا ہے۔ حضرت علامہ کی اس بات کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح قرآن اپنی عبارت میں متواتر ہے اسی طرح وہ اپنی طرز ادا اور طریقہ خواندگی میں

بھی متواتر چلا آتا ہے لہذا جس طرح قران کے کلمات و حروف میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اسی طرح اسکو پڑھنے کے انداز میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہوگا ورنہ ڈر ہے کہ یحرفون الکلم کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اور غلط پڑھنے والا اس آیت اور وعید کا مصداق نہ بن جائے۔ فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم (ظالموں نے اس قول کو جو انہیں پڑھنے کو کہا گیا تھا دوسرے ہی کلام میں تبدیل کر ڈالا) ڈاکٹر عبدالصبور شاہین فرماتے ہیں کہ قرأت شاذہ جو نہایت عمدہ اور فصیح لغت عربیہ پر مشتمل ہیں۔ اس لئے ان کی تلاوت حرام ہے کہ وہ عرضۂ اخیرہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تلاوت جو آپ نے آخری رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ دور فرمانے میں پڑھی) کے مطابق نہیں تو لحن عجمی کے ساتھ پڑھی جانے والی قرأت کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے۔ جس سے کلام کی عربیت ہی جاتی رہتی ہے۔" (۱)

مصری اور پاکستانی لہجوں کے سلسلے میں یہ دو انتہائی نظریات ہیں جو دونوں مکاتب کے نمائندہ حضرات ایک دوسرے کے بارے میں رکھتے ہیں دونوں طرف افراط و تفریط کی جھلک نمایاں محسوس ہوتی ہے اس ضمن میں قاری عبدالحئی زاہران مصری کی رائے زیادہ صائب معلوم ہوتی ہے۔ ان سے سوال کیا گیا آج کل مصر میں بعض لوگ قواعد و ضوابط کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے بلکہ ان کا زیادہ زور حسن صوت اور لحن کی طرف ہوتا ہے کیا یہ درست ہے۔ انہوں نے کہا ایک عقلمند قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو اچھائیوں کو جمع کرنے کی کوشش کرے حسن تلفظ اور حسن لحن جس میں وہ پڑھتا ہے اگر وہ ماہر قاری ہے تو اسے چاہیے کہ اچھی آواز کے ساتھ پڑھے لیکن اس اچھی آواز کی وجہ سے حدود تجوید

---

(۱) قلمی مضمون از قاری اظہار احمد تھانوی جو راقم کے پاس محفوظ ہے

یعنی قواعد ۔ قرأت سے تجاوز نہ کرے اور سب سے پہلے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے اور دوسرے درجے میں اپنی ذات میں خوشی محسوس کرے اور تیسرے درجے میں سامعین کی خوشنودی کا خیال کرے۔"(۱)

صاحب سوانح نگار نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے جو اس چشمک کا آئینہ دار ہے جو پانی پتی اور مصری حضرات کے مابین پائی جاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے

"ایک بار حضرت والا (قاری فتح محمد) جناب قاری عبدالمالک مرحوم کے ہاں تشریف لے گئے اور دوران گفتگو ان سے فرمایا کہ بہت سے حضرات لہجہ میں غلو کر کے اسی کو اصل مقصد بنا لیتے ہیں اور لہجہ و خوش آوازی کے شوق میں مدات و غنات کی مقدار میں اعتدال کی حدود سے باہر ہو جاتے ہیں۔ بہت سے قواعد کی بھی پرواہ تک نہیں کرتے بلکہ لہجہ کو مزیدار خوشگوار بنانے کے شوق میں مست ہو کر غنہ اور اخفاء اور اظہار کو حد سے زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ جگہ سکتہ کرتے ہیں۔ اور بلاوجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند حروف پڑھنے کے بعد جا بجا سانس بھی لینا پڑتا ہے جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے چونکہ آپ اہل لحون کے سرخیل ہیں اس لئے آپ ان امور کی اصلاح کی جانب توجہ مبذول کریں ۔ اور پھر حضرت والا نے (مراد ہیں قاری فتح محمدؒ) ازراہ انکساری و بے نفسی جناب قاری صاحب ممدوحؒ سے فرمایا کہ میں آپ کے روبرو کچھ تلاوت کرتا ہوں آپ جہاں جہاں کچھ سقم ہو نشاندہی فرما دیں چنانچہ آپ نے تلاوت فرمائی تو انہوں نے تلمذان سے ہولڈر اٹھا کر جا بجا آپ کے مبارک چہرۂ انور کے تاثرات سے پیدا شدہ تغیرات و کیفیات پر ہولڈر لگا لگا کر ٹوکا اور کہتے گئے کہ یہاں یہ تغیر کیوں ہو رہا ہے؟ یہاں یہ کیوں؟ اور یہاں کیوں؟ وغیرہ وغیرہ مقصد یہ تھا کہ یہ تغیرات غلط ہیں۔ حضرت والا نے

---

(۱) ماہنامہ التجوید دسمبر ۱۹۹۱

وہاں سے واپس آکر جناب موصوفؒ کے پاس تشکر و امتنان کا ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں بزعم آں ممدوحؒ ان غلطیوں کی نشاندہی پر بہت زیادہ ممنونیت و شکریہ کا اظہار فرمایا۔ جناب قاری صاحب مرحوم کو جب یہ والا نامہ موصول ہوا تو جا بجا اس گرامی نامہ کا ذکر فرمایا اور وہ والا نامہ دکھا دکھا کر اور یہ کہہ کر کہ یہ ہیں پانی پت والوں کے بڑے جن کا یہ حال ہے ناظرین کو خوب متاثر و محظوظ فرماتے رہے حتیٰ کہ جس مدرسہ سے بعض وجوہ کی بنا پر علیحدہ ہو گئے تھے اس کے ارباب حل و عقد سے بھی اس والا نامہ کے حوالے سے خوب شکوہ کیا کہ دیکھو میرا تو یہ مقام ہے اور آپ لوگوں نے ناقدری کا ثبوت دیا وغیرہ وغیرہ۔" (۱)

اس واقعہ کا بیان اور انداز بیان دونوں ہی سے باہمی چشمک واضح ہوتی ہے۔ تاہم صاحب سوانح کا اس واقعہ پر تبصرہ اس کو مزید واضح کر دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"یہ ہے وہ واقعہ جسے شیخ القراء جناب قاری عبدالمالکؒ صاحب کے تلامذہ اور متعلقین خوب بڑھا چڑھا کر جا بجا بیان اور حضرت والاؒ کی شان میں تنقیص و تہک عزت تک کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ اور اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ احقر کے ناقص خیال میں اس قصہ کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حضرت والا قاری عبدالمالکؒ کے تلمیذ تو تھے نہیں، وقت کے امام شاطبی و حجۃ المقرئین و سند القراء تھے تو انہیں ٹوکنے کا یہ انداز و طریق اور ہولڈر کا چہرہ پر لگانا ایک معنیٰ میں ضرب فی الوجہ ہے۔ جس کی حدیث شریف میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ قال نھیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الضرب فی الوجہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۷ (آپ نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔) پھر اگر بالفرض حضرت والاؒ جناب قاری صاحب موصوف کے تلمیذ بھی ہوتے تب

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح منعمہ، ۱۵۳ - ۱۵۴

بھی غلطی پر ٹوکنے اور اسکی اصلاح کرنے کا یہ طریق و انداز سراسر خلاف فن ہے کیونکہ اصلاح خطا کی جو مہذب مثالیں اور مختلف و متعدد طرق و صور ہمیں کتب فن میں ملتی ہیں یہ طریق و انداز مذکور ان کے قیاس و معیار کے سراسر برخلاف ہے" (۱)

اس تبصرہ کے بعد صاحب سوانح بعض کتب کے حوالہ جات دیتے ہیں جن سے اکابر اساتذہ کے طالب علم کو غلطی پر ٹوکنے اور متنبہ کرنے کے طریق پر استدلال مقصود ہے۔ اس طریق استدلال کا ذکر کرنے کے بعد پھر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"جب تلامذہ کے ساتھ غلطیوں پر ٹوکنے کا فن میں یہ بہترین انداز و طریق ہے تو اتنے بڑے شیخ وقت کے ساتھ ان کے زعم کے مطابق غلطی پر ٹوکنے کا کیا عمدہ ترین انداز ہونا چاہیئے؟ اس کا فیصلہ ناظرین خود کریں۔ اتنے بڑے امام فن کو دوران تلاوت ہی میں چہرہ مبارک اور رخسار منور پر ہولڈر لگانا ٹوکنا نہ کسی مہذب عرف و معاشرہ کے موافق ہے اور نہ ہی اصول فن کے قیاس و معیار سے یہ طرز و انداز کسی بھی طرح مطابقت رکھتا ہے۔ فیا للعجب و یا اسفاہ ثم یا للعجب و یا حسرتاہ" (۲)

یہ سارا مذکورہ واقعہ اور تجزیہ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی دلیل ہے کہ پاتی پتی و مصری حضرات کے مابین لحن اور لہجہ کے حوالے سے ایک مغائرت موجود ہے تاہم مذکورہ واقعہ کا تنقیدی جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ بات تو پہلے آچکی کہ پاکستان میں پاتی پتی لہجہ کے سرخیل قاری فتح محمدؒ تھے جبکہ قاری عبدالمالکؒ مصری لہجہ کے۔ قاری فتح محمدؒ کا قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں آنا اور اپنی اغلاط کی نشاندہی کے لئے قاری عبدالمالکؒ کو کہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ، ۱۵۲ ۔ (۲) ایضاً ۱۵۵

لہجہ کے اعتبار سے ان دونوں اکابر میں کوئی بعد یا کھچاؤ تناؤ موجود نہ تھا بلکہ دونوں کا باہم تعلق برادرانہ تھا اور دونوں ایک دوسرے کے قدر شناس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے اس ملاقات کے بعد قاری عبدالمالکؒ کو شکریہ کا خط تحریر کیا۔ دوسری دلیل جو اس بات کو زیادہ وزنی بناتی ہے یہ کہ قاری فتح محمدؒ کی کتاب "عنایات رحمانی" پر قاری عبدالمالکؒ نے تقریظ لکھی انہوں نے کتاب کی تحسین کرتے ہوئے لکھا۔

"قرآت سبعہ متواترہ میں جو مرتبہ عظیم کتاب شاطبیہ کا ہے وہ محتاج بیان نہیں منظوم ہونے کی وجہ سے اس کی توضیح اور تشریح کیلئے اب تک جتنی شروح مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں وہ سب عربی میں ہیں۔ جن سے عربی دان حضرات ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں سلیس اور آسان بامحاورہ اردو زبان میں اسکی کوئی شرح نہ تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ قاری فتح محمد صاحب نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اور بڑی کاوش اور تحقیق کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں آسان اور سلیس اردو میں پوری کتاب کی شرح لکھ دی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ مقدمۃ القصیدہ اور شرح کو میں نے متعدد جگہ سے دیکھا۔ مقدمہ میں اصطلاحات قصیدہ کی تشریح نہایت وضاحت کے ساتھ کی ہے۔ قرا اور رواۃ کے نام اور ان کی رموز حرفی اور کلمی مفرد اور جمع کی عمدہ شرح کے علاوہ وہ ضروری فوائد اور مضامین متعلقہ اصطلاحات قصیدہ جن پر تمام کتاب کا سمجھنا موقوف تھا ایسے طرز سے بیان کئے ہیں جو آسانی سے طلبہ کے ذہن نشین ہو سکتے ہیں اسی طرح بقیہ کتاب بھی کافی تحقیق کے ساتھ لکھی ہے۔ اس ایک شرح کا مطالعہ متعدد شرحوں کے قائم مقام ہو سکتا ہے میری دلی تمنا ہے کہ ایسی نافع شرح ضرور چھپ کر شائع ہو جائے اور

طلبائے قرأت مستفید ہو سکیں" (۱) قاری عبدالمالکؒ نے یہ تقریظ ۱۲- ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ کو جبکہ آپ ٹنڈوالہ یار کے دارالعلوم اسلامیہ میں صدر شعبہ تجوید تھے تحریر کی تھی (۲) جبکہ مذکورہ واقعہ ۱۹۵۵-۱۹۵۶ء کا ہے (۳) سن ہجری ۱۳۷۶ بنتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں حضرات کے مابین ایک علمی قدرشناسی کا تعلق بہت پہلے سے قائم تھا۔

قاری عبدالمالکؒ نے ہولڈر سے قاری فتح محمدؒ کے چہرہ پر نشاندہی نہیں کی۔ کیونکہ اس کی نفی ایک عینی شاہد کے بیان سے ہوتی ہے۔ اس واقعہ کے عینی شاہد قاری محمد صدیق لکھنوی ہیں جبکہ صاحب سوانح فتحیہ اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ بعض واسطوں سے سنا اور نقل کیا جس میں رنگ آمیزی کا عنصر غالب آگیا قاری محمد صدیق لکھنوی فرماتے ہیں "یہ واقعہ راقم کا چشم دید ہے .... کہ ایک مرتبہ حضرت قاری فتح محمد پانی پتیؒ حضرت امام القراء سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور بعد از گفتگو فرمانے لگے کہ حضرت میں پڑھتا ہوں آپ میری اصلاح فرمادیں.... چنانچہ حضرت امام القراءؒ نے آپ کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور فرمایا کہ آپ حروف منفحہ کی ادائیگی کے وقت ہونٹ گول کرتے ہیں جب کہ ان کی ادائیگی میں ہونٹوں کو دخل نہیں ..... حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہونے سے قبل یہ عرض کیا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ سے مزید استفادہ کروں لیکن مصروفیات مانع ہیں" (۴)

ہولڈر سے نشاندہی کو ضرب فی الوجہ سے تعبیر کرنا غلط ہے کیونکہ قاری فتح محمدؒ نابینا تھے ان کو سمجھانے کے لئے کسی چیز کا لمس ضروری تھا۔ اگر ہولڈر کے ذریعہ بھی ہوا تو اس کی غرض تفہیم تھی نہ کہ تعقیب و تعجیب۔ لہذا ہولڈر کے لمس کو ضرب فی الوجہ قرار دینا مناسب نہیں۔ ان دلائل کی بنیاد پر

---

(۱) فتح محمد قاری، عنایات رحمانی ۱- (۲) ایضاً ۳

(۳) عزیز احمد شاکری، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء ۱۱- (۴) ایضاً ۹-۱۰

ہم آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لحن کی بنیاد پر قاری فتح محمدؒ پانی پتی اور قاری عبدالمالکؒ میں قطعاً بعد اور کھچاؤ نہ تھا یہ کینیت ان کے بعد ان کے شاگردوں بلکہ شاگردوں کے شاگردوں میں پیدا ہوئی۔ اس لئے اس چیز کو غلو در عقیدت شیخ سے زیادہ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا

روایتی فرق

اس سے پہلے یہ بات مذکور ہو چکی کہ پاکستان میں پانی پتی مکتب کے سرخیل قاری ابو محمد محی الاسلامؒ تھے جن کے شاگرد قاری فتح محمدؒ تھے۔ پانی پتی لہجہ میں تلاوت کرنے والے جملہ قراء حضرات انہی کے شاگرد در شاگرد ہیں۔ جبکہ مصری لہجہ میں پڑھنے والوں کے امام قاری عبدالمالکؒ ہیں روایت سند کی بحث میں انہی اکابر تک سلسلہ اتصال کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ مقصود بھی یہی ہے

پانی پتی حضرات کا ایک سلسلۂ روایت بروایت حفص قاری عبیداللہ مدنی تک ملتا ہے۔ ان سے آگے اس سلسلہ کا اتصال مذکور نہیں۔ یہ سلسلہ حسب ذیل ہے۔

قاری فتح محمدؒ ـــــ قاری ابو محمد محی الاسلامؒ ـــــ قاری عبدالرحمٰن اعلیٰ بن عبدالصمد خانؒ قاری نجیب اللہ بن شیخ سعداللہ عثمانیؒ ـــــ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ قاری قادر بخش بن خواجہ خدا بخش انصاریؒ ـــــ قاری عبیداللہ عرف قاری لالا بن قاری مصلح الدینؒ ـــــ قاری مصلح الدین بن شیخ محمد مقصودؒ ـــــ قاری عبیداللہ مدنیؒ (۱)

پانی پتی حضرات کا دوسرا سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ذات والا صفات تک متصل ہے لیکن ہم یہاں سلسلہ اتصال کا ذکر صرف وہیں تک کریں گے جہاں دونوں سلاسل متحد الاتصال

---

(۱) محمد محی الاسلام / شجرہ سبعہ قراءات ۲-۱

ہو جاتے ہیں۔ وہ سلسلہ حسب ذیل ہے۔

قاری فتح محمدؒ ـــــ قاری ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبدالرحمٰن اعمیٰ ـــــ قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمٰن محدث ـــــ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ ـــــ مولانا سید امام الدین امروہوی نقشبندی ـــــ قاری محمد عرف مولوی کرم اللہ دہلوی ـــــ مولانا حاجی قاری شاہ عبدالمجید دہلوی ـــــ شیخ القراء حاجی قاری غلام مصطفیٰ ابن شیخ محمد اکبر تھانیسری ـــــ حافظ غلام محمد گجراتی ثم دہلوی ـــــ شیخ القراء قاری حافظ عبدالغفور دہلوی ـــــ شیخ القراء قاری عبدالخالق منوفی

↓

شیخ القراء شمس الدین محمد بن اسماعیل ازہری مصری بقری شافعی ضریر

↓

☆ شیخ القراء مولانا عبدالرحمٰن بن شیخ شحاذہ شافعی یمنی مصری

↓

شیخ القراء شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالحق سنباطی

↓

شیخ شحاذہ یمنی شافعی مصری

↓

شیخ القراء ابو نصر الطبلاوی

↓

شیخ القراء شیخ الاسلام زین الدین مولانا قاضی زکریا انصاری خزرجی سنیکی شافعی

از ہری قاہری مصری

↓

شیخ القراء مولانا برہان الدین تلقیلی ۔و۔ شیخ القراء مولانا رضوان الدین ابونعیم بن احمد عقبی

↓

شیخ المحدثین امام المجودین محقق عصر فرید دہر علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد جزری شافعیؒ (۱)

مندرجہ بالا شجرۂ اسناد سے یہ بات واضح ہے کہ پانی پتی حضرات کی روایتی سند قاری فتح محمدؒ سے لے کر بیس واسطوں میں علامہ جزریؒ تک پہنچتی ہے ۔

مصری مکتب کا سلسلہ سند

مصری مکتب کا سلسلہ سند حسب ذیل ہے

قاری عبدالمالک

↓

عبدالرحمن بن محمد بشیر خان و الشیخ عبداللہ بن بشیر خاں

↓

الشیخ ابراہیم سعد بن علی

↓

الشیخ حسن بدیر

↓

الشیخ محمد المتولی

↓

الشیخ سید احمد

↓

الشیخ احمد سلمونہ

↓

سید ابراہیم العبیدی

---

(۱) محمد محی الاسلام ۔ شجرہ سبعہ قرادات ۔ ۳، ۴

الشیخ عبدالرحمٰن الاجھوری

الشیخ احمد البقری

☆ الشیخ عبدالرحمٰن الیمنی

الشیخ شحاذہ

الشیخ الناصر الطبلاوی

شیخ الاسلام زکریا الانصاری

الشیخ الرضوان العبقی

الشیخ محمد النویری

الشیخ محمد بن محمد الجزری (۱)

مذکورہ شجرہ اسناد سے یہ بات واضح ہے کہ مصری مکتب کی روایتی سند قاری عبدالمالکؒ سے لیکر سترہ واسطوں سے علامہ جزریؒ تک پہنچتی ہے

دونوں سلاسل یعنی پانی پتی اور مصری شیخ عبدالرحمٰن یمنی پر متحد و متصل ہو جاتے ہیں مصری سلسلہ میں شیخ عبدالرحمٰن کا واسطہ گیارہواں ہے جبکہ پانی پتی سلسلہ میں چودہواں ان دونوں سلاسل کا موازنہ کرنے سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ پانی پتی سلسلۂ روایت میں عجمی اساتذہ زیادہ ہیں جبکہ مصری سلسلۂ روایت میں قاری عبدالمالکؒ اور شیخ عبدالدین بشیر خان کے علاوہ سب کے سب شیوخ عرب نژاد ہیں۔ پانی پتی لہجہ میں عجمی اثرات کا وجود امکانی حد تک اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

---

(۱) سند القرادت جو قاری عبدالمالک کے دستخطوں سے قاری اظہار احمد تھانویؒ کو جاری کی گئی بروایت حفص

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پانی پتی مکتب کی سند بروایت حفص شیخ عبیداللہ مدنیؒ تک پہنچ کر مجہول ہو جاتی ہے کیونکہ قاری ابو محمد محی الاسلامؒ کے مرتب کردہ شجرۂ سبعہ قراآت میں شیخ عبیداللہ مدنیؒ سے آگے سند روایت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور تمام پانی پتی قرآء حضرات اسی سند قراءت پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ روایت حفص کی سند اس طرح ہے

ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبدالرحمٰن اعمیٰ بن عبدالصمد خاں نقشبندی توکلی

ابو محمد محی الاسلام ـــــ حافظ محمد یعقوب بن حافظ شمس الاسلام عثمانی

ابو محمد محی الاسلام ـــــ قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری قادری

↓

قاری نجیب اللہ بن شیخ سعداللہ عثمانی

رسمی فرق :

رسم کا تعلق چونکہ کلمات قرانی کو لکھنے کے ساتھ ہے جبکہ مصری و پانی پتی شفاہی اور سماعی ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ ان دونوں کا تعلق کلام اور سماع کے ساتھ ہے۔ اس لئے ان دونوں میں رسمی فرق کی بحث غیر متعلق ہے۔ اور یوں بھی رسم کے اعتبار سے کوئی فرق ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رسم عثمانی اصل ہے اسی پر تمام قراءتوں کا مدار ہے۔ نیز دنیا بھر کے تمام مصاحف اسی پر بنیاد رکھتے ہیں۔ لہذا اس حوالے سے فرق ممکن ہی نہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك سيدنا ومولينا محمد والـه وصحبه وسلم وبشرى لنا معشر الاسلام ان لنا من العناية ركنا غير منهدم ومن تكن برسول الله نصرته ان تلقه الاسد في اجامها
لذا خصنا بحفظ القرآن من كل تحريف وتبديد في كل زمان ما شرقت في سماء السبعة البدور واضاءت بهم مشارق الارض ومغاربها في جميع الدهور والصلاة
على نبينا محمد الاسرار المنزل عليه للاعجاز كلام الواحد القهار وعلى اله الكرام واصحابه نجوم الظلام ما تليت السبع الثاني ومادرس حرز الاماني ووجه التهاني اما بعد فيقول العبد
عبد الرحمن بن محمد بشير خان ان المتقن المجود المولوى جمال ابو الشيخ بني بخش الجالندهري الرائيفوري لما قرأ طيبة النشر في القراءات العشر والدرة في القرائن
الامام الجزري والوجوه المفسرة في الثلثة للتولي وعقيلة اتراب القصائد المشهورة بالرائية في الرسم العثماني للامام الشاطبي ومواضع من القرآن في القراءات العشر الجمع من طرق
التي فاجزته بعد ما رايته اهلا لذلك ان يروى عني جميع ما يجوز من رواية وقراءة من الطرق المذكورة كما اجاز لي العالم العلامة والحبر الفهامة الحاذق الماهر القاري الحافظ
عن الشيخ محمد بن احمد المكي بحق اخذه عن مشائخ اجلاء منهم العالم العلامة النحرير المقرى المدرس الولي الصوفي ابو عبد الله الشيخ الاستاذ السيد محمد بن علي السنوسي
صباغ امره الله بلطفه كما اخذ عن شيخه الهمام الشهير الامام مقرى ابي العباس الشيخ احمد بن محمد الماهر الحنفي صباغ امره الله بلطفه الخفي كما اخذ عن شيخه الهمام العالم العلامة
قرأ بتونس ابي عبد الله محمد بن محمد السماري كما اخذ عن شيخه الفاضل البارع شيخ الاقرأ بالمحروسة المذكورة ابي العباس سيدي احمد السنان امطر الله على تربته
ورحم بنيانه وبوأه في اعلى فراديس الجنان كما اخذ عن شيخه العالم المدرك شيخ الاقرأ بالمحروسة المذكورة وامام جامعها الاعظم ابي محمد سيدي حمودة بن اديب
كما اخذ عن شيخه سيدي محمد الحرفاني البصير الصفاقسي نزيل تونس المذكورة وبها وفاته رحمه الله تعالى عام اربعة خمسين ومائة والف وهو اخذ عن شيخه منصور
محمد الافراني وهو اخذ عن الشيخ النقري للانس والجان الشيخ سيدي سلطان بن احمد المزاحي المصري وقرأ الشيخ سلطان المذكور على الشيخ الكبير والعالم الشهير محمد
وهو اخذ عن الشيخ شمس اليمني وهو اخذ عن الشيخ ولي الله تعالى سيدي ناصر الدين الطبلاوي وهو اخذ عن الشيخ الاسلام الشيخ زكريا الانصاري وقرأ الشيخ المذكور
رضوان العقبي وقرأ الشيخ العقبي المذكور محيي الدين ابي الخير سيدي محمد ابن الحافظ المقرئ شمس الدين ابن الجزري وقرأ ابن الجزري على جماعة منهم الشيخ الصالح
عبد الرحمن بن احمد البغدادي الشافعي وهو عن شيخه الامام ابي عبد الله محمد بن احمد بن عبد الخالق الصائغ شيخ الاقرأ بمصر وقرأ الصائغ على الشيخ
ابي العباشمي الضرير وقرأ العباشمي على الامام المحدث المحقق الشيخ ابي القاسم ابن فيرة بن خلف بن احمد الرعيني الشاطبي وقرأ الشاطبي على الشيخ الامام ابي الحسن
طاهر بن هذيل البلنسي على الامام ابي داود سليمان بن نجاح الاندلسي وهو اخذ عن الامام الحافظ الكبير العلامة الشهير ابي عمرو سيدي عثمان بن سعيد بن عثمان الداني
القرطبي الداني المذكور رحمه الله تعالى نا مرارا على قالون فقرأت بها القرآن كله على فارس بن احمد عن الحسن بن عبد الباقي عن الحسن المقرئ عن ابراهيم بن عبد الرزاق المقرئ عن
احمد بن يوسف وقرأ ابن يوسف على ابي بكر بن الاشعث على ابي الشيط قال قرأت على قالون قال قرأت على نافع واما سرا فانه قرأ على نافع وقرأ ايضا فقرأت بها القرآن كله على ابي القاسم بن خلف
عن ابي الحسن وهو على اسماعيل بن عبد الله القسط وهو على ابي يعقوب يوسف بن يعقوب الازرق وهو على امام المدينة ومقرئها ابي سليم ويقال ابو الحسن نافع بن عبد الرحمن
نافع على سبعين من التابعين منهم ابو جعفر القارئ يزيد بن القعقاع وشيبة بن نصاح وعبد الرحمن بن هرمز وقرأ هؤلاء الثلاثة على ابي هريرة وعبد الله بن عياش
على ابي بن كعب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلقه من الامين جبريل عليه السلام وهو من رب العزة جل وعلا ومن اللوح المحفوظ واما رواية البزي فقرأ

عکس سند جاری کردہ قاری عبدالرحمن مکی مدرسہ احیاء العلوم الرآباد ۱۲ فروری ۱۳۳۷ھ

عن وهو على اسماعيل بن [illegible] النماس وهو على ابى يعقوب يوسف بن يعقوب الازرق وهو على امام المدينة ومقرئها ابى رويم ويقال ابو الحسن نافع بن عبد
الرحمن بن نعيم وقرأ نافع على سبعين من التابعين منهم ابو جعفر القارئ يزيد بن القعقاع وشيبة بن نصاح وعبد الرحمن بن هرمز وقرأ هؤلاء الثلاثة على ابى هريرة وعبد الله بن
عباس وقرأ ابى بن كعب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وتلقاه من الامين جبريل عليه السلام وهو من رب العزة جل وعلا اومن اللوح المحفوظ واما رواية البزى فقرأ
بها القرآن كله على ابى القاسم عبد العزيز بن جعفر الفارسى البغدادى وهو على محمد بن الحسين النقاش وهو على ابى ربيعة محمد بن اسحاق الربعى وهو على البزى واما رواية قنبل فقرأ بها القرآن
كله على فارس بن احمد وهو على عبد الله بن الحسن البغدادى وهو على ابن مجاهد وهو على قنبل وقرأ البزى وقنبل على ابى الحسن احمد بن محمد القواس وهو على وهب بن واضح الكوفى وهو على
القسط وهو على شيخ مكذوا اسماءهما فى القراءة عبد الرحمن بن كثير وقرأ ابن كثير على عبد الله بن السائب المخزومى وهو على ابى بن كعب وزيد بن ثابت وهما على رسول الله صلى الله
عليه وسلم يتلقى عن جبريل عن رب العزة جل وعلا اومن اللوح المحفوظ واما رواية ابن عمر الدورى فقرأ بها القرآن كله على عبد العزيز بن جعفر الفارسى البغدادى وهو على عبد الواحد بن
ابى بكر بن مجاهد وهو على ابن الوزاع عبد الرحمن بن عبدوس وهو على ابى عمر الدورى وهو على يحيى اليزيدى وهو على ابن عمرو بن العلاء واما رواية السوسى فقرأ بها القرآن كله
على عبد الرحمن بن الحسين المقرى وهو على موسى بن جرير النحوى وهو على ابى شعيب صالح السوسى وهو على يحيى اليزيدى وهو على ابى عمرو بن العلاء على الجلة من التابعين منهم
ابن كثير وعبد الله بن كثير وتقدم سندهما وعاصم بن ابى النجود وسيأتى سنده ومجاهد وسعيد بن جبير على ابن عباس على ابى بن كعب وقرأ ابن العلاء ايضا على ابى العالية و
ابى رجاء وهو ابى بن كعب وزيد بن ثابت وابن عباس وقرأ ايضا على الحسن البصرى وهو على حطان بن عبد الله الرقاشى وقرأ حطان على ابى موسى الاشعرى وقرأ ابن العلاء ايضا على ابى
بن كعب وعلى رضى الله عنهما وقرأ عمر بن الخطاب وعثمان وعلى وزيد وابى بن كعب وابو موسى الاشعرى رضى الله عنهم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على جبريل وهو على رب
العزة جل وعلا اومن اللوح المحفوظ واما رواية هشام فقرأ بها القرآن كله على ابى الفتح فارس بن احمد وهو على عبد الله المقرى وهو على محمد بن عبدان وهو على الحلوانى وهو على هشام واما رواية ابن
ذكوان فقرأ بها القرآن كله على عبد العزيز بن جعفر الفارسى وهو على ابى بكر بن محمد بن الحسن النقاش وهو على هارون بن موسى الاخفش وهو على ابن ذكوان وقرأ هشام وابن ذكوان على ابى سليمان
عبد الرحمن بن نصير الدمشقى وهو على يحيى بن الحارث وهو على امام اهل الشام عبد الله بن عامر وقرأ ابن عامر على المغيرة بن ابى شهاب المخزومى وهو على ابى الدرداء وقرأ المغيرة على عثمان بن عفان وقرأ عثمان على
رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على جبريل وهو على رب العزة اومن اللوح المحفوظ واما رواية ابى بكر شعبة فقرأ بها القرآن كله على فارس بن احمد المقرى وهو على عبيد
الله بن ابى الهيصم بن عبد الرحمن البغدادى وهو على يوسف الواسطى وهو على سعيب بن ايوب وهو على يحيى بن ادم وهو على ابى بكر شعبة واما رواية حفص فقرأ القرآن
على الهاشمى وهو على الاشنانى وهو على عبيد عن حفص وقرأ شعبة وحفص على امام الكوفة ابى بكر عاصم بن ابى النجود وقرأ عاصم على ابى عبد الرحمن عبد الله بن حبيب السلمى
ابى عبيش الاسدى وعلى سعيد بن اياس الشيبانى وقرأ هؤلاء الثلاثة على عبد الله بن مسعود وقرأ السلمى ايضا على عثمان بن عفان وعلى على بن ابى طالب وقرأ السلمى ايضا على ابى
بكر ت وقرأ ابن مسعود وعثمان وعلى وابى بن كعب وزيد بن ثابت على رسول الله صلى الله عليه وسلم تلقيه عن الامين جبريل وهو عن رب العزة جل وعلا اومن اللوح
المحفوظ واما رواية خلف فقرأ بها القرآن كله على ابى الحسن شيخنا وهو على ابى الحسن محمد بن يوسف الحرتكى وهو على ابن بويان وهو على ادريس بن عبد الكريم وهو على خلف
بن هشام واما رواية خلاد فقرأ بها القرآن كله على ابى الفتح وهو على عبد الله بن الحسين وهو على ابى شنبوذ وهو على ابى شاذان وهو على خلاد وهو على سليم وهو على
حمزة الصادق وهو على ابيه محمد الباقر وهو على ابيه زين العابدين وهو على ابيه الحسين وهو على ابيه على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنهم وقرأ حمزة ايضا على ابى محمد
الاسدى وهو على علقمة على ابن مسعود وقرأ حمزة ايضا على محمد بن ابى ليلى على ابى المنهال سعيد بن جبير على عبد الله بن عباس على ابى بن كعب وقرأ على وابن مسعود وابى
رضى الله عنهم على رسول الله صلى الله عليه وسلم على الامين جبريل عن رب العزة جل وعلا اومن اللوح المحفوظ واما رواية ابى الحارث فقرأ بالقرآن كله على فارس بن احمد وهو على عبد الباقى وهو على زيد
بن على وهو على محمد بن يحيى الكسائى الصغير وهو على ابى الحارث وهو على ابى الحسن على الكسائى واما رواية دوري الكسائى فقرأ بها القرآن كله على ابى الفتح وهو على عبد الباقى وهو على

وحبيش الاسدى وعلى سعيد بن اياس الشيبانى وقرأ هؤلاء الاربعة الثلثة عن عبد الله بن مسعود وقرأ السلمى ايضا على عثمان وعلى بن ابى طالب وقرأ السلمى ايضا على
ابت وقرأ ابن مسعود وعثمان وعلى وأبى بن كعب وزيد بن ثابت على رسول الله صلى الله عليه وسلم تلقيه عن الامين جبريل وهو عن رب العزة جل وعلا ومن
اما روايته خلف فقرأ بها القران كله على ابى الحسن شيخنا وهو على ابى الحسن محمد بن يوسف الحرتكى وهو على ابن بويان وهو على ادريس بن عبد الكريم وهو على خلف
بى حمزة واما رواية خلاد فقرأ بها القران كله على ابى الفتح وهو على عبد الله بن الحسين وهو على ابى شنبوذ وهو على ابى شاذان وهو على خلاد وهو على سليم وهو
جعفر الصادق وهو على ابيه محمد الباقر وهو على ابيه زين العابدين وهو على ابيه الحسين وهو على ابيه على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنهم وقرأ حمزة ايضا على ابى محـ
ناب الاسدى وهو على علقمة على ابن مسعود وقرأ حمزة ايضا على محمد بن ابى ليلى على ابى المنهال سعيد بن جبير على عبد الله بن عباس على ابى بن كعب وقرأ على وابن مسعود وابى
صلى الله عليه وسلم على الامين جبرئيل عن رب العزة جل وعلا من اللوح المحفوظ واما رواية ابى الحارث فقرأ القران كله على فارس ابن احمد وهو على عبد الباقى وهو على زيد
الحسن وهو على محمد بن يحيى الكسائى الصغير وهو على ابى الحارث وهو على ابى الحسن على الكسائى واما رواية دورى الكسائى فقرأ بها القران كله على ابى الفتح وهو على عبد الباقى وهو
هو على جعفر بن محمد وهو على ابى عمر وحفص الدورى وهو على الكسائى وقرأ الكسائى على حمزة وغيره من الائمة منهم عيسى بن عمر الهمدانى ومحمد بن ابى ليلى واسماعيل بن جـ

يح ابو بكر بن عياش صاحب عاصم وغيرهم من الاجلة غير ان اعتماده على حمزة وتقدم سنده متصلا على سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم على افضل الملائكة وامين الوحى
روح القدس جبرئيل عليه السلام وهو تلقاه من اللوح المحفوظ او من رب العالمين عز وجل وسند الثالثة المتمم بالعشرة قال المحقق ابو الخير محمد بن الجزرى فى تحبيره فاعلم
نقرات بها القران كله على ابى عبد الله محمد بن عبد الرحمن بن على التمرى واخبرنى انه قرأ القران كله على الامام ابى عبد الله محمد بن احمد بن عبد الخالق المصرى قال وقرأت بها القران كله
بن احمد بن فارس التميمى قال وقرأت بها القران كله على ابى الكندى قال وقرأت بها القران كله على الامام ابى منصور محمد بن عبد الملك بن الحسن بن خنيدون البغدادى قال وقرأت بها على ابى القاسم
قرى قال وقرأت بها على ابى الطاهر محمد بن يوسف بن سبى الحلبى وهو على الصطوى وهو على ابى بكر بن مهران وهو على الفضل بن شاذان وهو على الحلوانى وهو على قالون وهو على ابن وردان واما رواية ابن جـ
كله على محمد بن عبد الرحمن الخزنى وهو على محمد بن احمد الصائغ وهو على ابى اسحاق فارس وهو على ابى اليمن وهو على سبط الخياط وهو على الاستاذ طاهر بن مسوار وهو على الحـ
وهو على ابى بكر بن محمد الاصبهانى وهو على محمد بن الحزق وهو على محمد بن جعفر الاشنانى وهو على محمد بن احمد الثقفى على ابن شاكر على ابن سهل طيار على البزاز على ابن زنبور على ابى
عرض على ابن جماز وقرأ ابن وردان وابن جماز على ابى جعفر يزيد بن القعقاع القارى وتقدم سنده فى نافع وقيل ان ابا جعفر اخذ عن زيد بن ثابت نفسه والله اعلم قال المحقق وا
يت بها القران كله على ابى محمد عبد الرحمن وهو على محمد بن احمد المصرى وهو على ابراهيم بن احمد الاسكندرى وهو على زيد بن الحسن وهو على ابن عبد الله بن على البغدادى
ى الذ القلانسى وهو على ابى القاسم الواسطى على الحامى على النحاس على الثمار على ادريس واما رواية روح فقرأ بها القران كله على ابى محمد بن محمد بن عبد الصمد القاهرى وهو على ابى عبد الله الصباح وهو
وهو على زيد بن الحسن وهو على محمد بن على وهو على الاستاذ طاهر بن السوار وهو على ابى الفاسم بن الطيب البصرى وهو على ابن هشام وهو على ابى العباس النهمى على ابى
قرأ رويس ويروح على يعقوب الحضرمى القارى وقرأ يعقوب على ابى المنذر وسلام بن سليمان الطويل وعلى شهاب بن شرنبيسر وعلى مهدى بن ميمون وغيرهم وقيل ان
روبن العلاء وقرأ سلام على ابى عمرو عاصم وتقدم سندهما وقرأ شهاب على هارون بن موسى الاعور وهو على ابى عمرو وقرأ مهدى على شعيب بن الحباب وهو
هو على زيد وابى بن كعب وهما على رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبرئيل وهو عن رب العزة جل وعلا من اللوح المحفوظ قال المحقق الجزرى واما سائر
وراق فقرأت بها القران كله على كل من الشيخين ابى عبد الله المغنى وابى عبد الله الشافعى المصرى وقرأ كل منهما على ابى عبد الله محمد بن احمد
الق المصرى على الكمال بن فارس وهو على زيد بن الحسن وهو على هبة الله بن احمد البغدادى وهو على ابى بكر محمد الخياط وهو على السيد السبـ

لدن القلانسي وعلى ابي القاسم الواسطي على الحمامي على النخاس على النمازي على ردين واملى وابيه روح وقرات بها ايضا
على ابي محمد بن محمد بن عصر القاهرة وهو على ابي عبد الله الصباغ وهو على
وعلى زيد بن الحسن وهو على محمد بن علي وهو على الاستاذ طاهر بن السوار وهو على ابي القاسم بن الفحام
الطبيب البصري وهو على ابن هشام وهو على ابي العباس النحوي على ابن
مدبر وروح على يعقوب الحضرمي القاري وقرأ يعقوب على ابي المنذر وسلام بن سليمان الطويل وعلى شهاب بن شرنيس وعلى مهدي بن ميمون وغيرهم وقيل ان يعقوب
قرأ على العلاء وقرأ سلام على ابي عمرو وعاصم وتقدم سندهما وقرأ شهاب على هارون بن موسى الاعور وهو على ابي عمرو وقرأ مهدي على شعيب بن الحباب وهو على
على زيد وابي بن كعب وهما على رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبرئيل وهو عن رب العزة جل وعلا او من اللوح المحفوظ قال المحقق الجزري واما سائر
ق فقرأت بها القرآن كله على كل من الشخصين ابي عبد الله الحنفي وابي عبد الله الشافعي المصريين وقرأ كل منهما على ابي عبد الله محمد بن احمد بن
ن المصري على الكمال بن فارس وهو على زيد بن الحسن وهو على هبة الله بن احمد البغدادي وهو على ابي بكر محمد الخياط وهو على السيد السوسنجر
لطوسي وهو على اسحاق الوراق واما سائر رواية ادريس الحداد فقرأت بها القرآن كله على الشيخ ابي محمد عبد الرحمن بن احمد الواسطي وهو على محمد بن احمد
يم بن احمد وهو على ابن اليمني وهو على ابي محمد سبط الخياط وهو على الامام عبد القاهر بن عبد السلام العباسي وهو على ابي عبد الله محمد بن الحسن الكائبي
عباس احمد بن سعيد المطواعي وهو على ادريس وقرأ اسحاق وادريس على خلف وقرأ خلف على سليم صاحب حمزة كما تقدم وعلى يعقوب بن خليفه صاحب ابي
لحارث وقرأ ابان وابو بكر على عاصم وتقدم سنده وسرد مخالف القراءة على الكسائي قال الشيخ سيدي حموده ادريس هذا ولنا سند اخر قريب جدا وقد ذكره شيخ
ي على النوري رحمه الله في ثبته حيث قال ومن مشائخي ايضا القدوة العالم العلامة المتقن المتفنن سيدي علي الخياط المقرئ الرشيدي اخبرني لطف الله
عن مشائخه في القرآت السبع والعشرة والاربعة عشر الشيخ سيدي عبد الرحمن اليمني قال واخذ شيخنا اليمني عن مشائخ كثيرة لهم مصنفات
عالم النحرير ذو الفضل الشهير والحظ الكبير احمد بن عبد الحق السنباطي وهو اخذ عن شيخه يوسف وهو على والده الشيخ زكريا الانصاري وقال
ه ايضا وقرأت القرآن جمعا بالسبع من طريق الشاطبية والتيسير وجانبا من اول القرآن بالعشر الكبير من طريق الدرة والتحبير كلاهما للشيخ المحقق سيد
شيخنا الواعظ ابي عبد الله الشيخ سيدي محمد النبالي وهو على شيخه الفاضل الاجل ابي اسحاق سيدي ابراهيم الجعل وهو على شيخه المحقق ساسر تونسه التونسي وهو
سلطان بالديار المصرية وهو على الشيخ سيف الدين بن عطاء الله البصري وهو على شيخ الاسلام احمد بن عبد الحق السنباطي شارح الشاطبية وعلى الشيخ جا
لاسلام زكريا الانصاري وهو على والده المذكور واخذ الشيخ زكريا على الشيخ محمد النويري شارح الدرة في تمام العشرة عن مؤلفها شمس الدين محمد بن الجزري وقد
اخر ذكره شيخ شيخنا سيدي علي الخروبي في ثبته ايضا عن سيدي علي الخياط المقرئ الرشيدي فيما كاتبه به الشيخ انه اخذ عن الشيخ الحريري وهو اخذ عن الشيخ عمر الشوائي
يمون العفريت الجني وهو اخذ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن جبرئيل الامين وهو عن رب العزة جل وعلا او من اللوح المحفوظ قال محمد المجيز فعلى هذا السند ينتهي
الله عليه وسلم احد عشر رجلا فهذا سند والحمد لله في غاية العلو ليكن منك الظن ما اردنا ذكره جعله الله تعالى مبرئا لنا من الخطيئات غافرا لنا ولوالدينا ولمشائخنا ولجميع المسلمين انه سميع الدعوات

محمد سميع ابن عمر مدرس مسجد احياء السلام

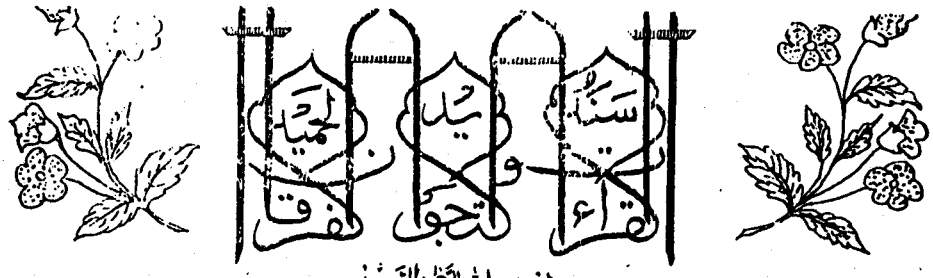

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى امدنا كتابه، وحافظ علينا حروفه وحدوده وآدابه، وخصنا بالرواية والاسناد، من بين العباد، والصلوة والسلام على سيدنا محمد مهبط الوحى والتنزيل، ومؤسس قواعد التجويد والترتيل، وعلى آله وصحبه الذين حملوا القرآن قراءة، وجاهدوا فى حفظه وعلمه فرووا **وبعد** فيقول الفقير الى الله الصمد عبده عبد المالك بن الشيخ جيون على العليگڈهى كان الله لهما ان الموفق من الله الحميد المولى اظهار احمد بن الشيخ الحافظ اعجاز احمد التهانوى الفاضل لظاهر ايهما وفوزاده الله حرصا وشغفا فى كتابها المجيد، قد قرأ على القرآن كله سردا حدرا، وسمع منى طرقا طرقا، وتعلم منى التجويد بالتكرير والتسديد، على رواية حفص عن عاصم الكوفى رحمهما الله بطريق المولى الشاطبى، جازاهما الله بفضله الوهبى، وحصل لديّ من كتب هذا العلم الشريف ومؤلفات هذا الفن المنيف مقدمة الجزرى للشيخ محمد بن الجزرى، وذلك فى المدرسة دار العلوم الاسلامية اتمها الله وادامها الواقعة ببلدة لاهور من بلاد البنكستان زانها الله بما يليق بشانها، فطلب منى الاجازة والاسناد، ولعمرى ان هذا لشئ يراد، فان الاسناد من الدين، كما صرح به ائمة المسلمين، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء، ولولا الاسناد لذهب ماجاء، فلزمته ان يقرأ ويقرئ بالشرط المعتبر، عند علماء هذا الاثر، كما اجازنى استاذ العرب والعجم سيدى واستاذى وقدوتى وملاذى الفاضل الكامل الجهبذ النحرير القارئ المقرئ الشيخ **عبد الله** بن بشير خان طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه زعيم قراء مكة بالمدرسة الصولتيه لا زالت فيوضها بازغة، وقد اخبرنى انه تلقى ذلك عن الشيخ ابراهيم سعد بن على عن الشيخ حسن بدير عن الشيخ محمد المتولى عن الشيخ سيد احمد، عن الشيخ احمد سلمونه عن سيد ابراهيم العبيدى عن مشائخ منهم الشيخ عبد الرحمن الاجهورى عن مشائخ منهم الشيخ احمد البقرى عن الشيخ محمد البقرى عن الشيخ عبد الرحمن اليمنى عن والده الشيخ شحاذه عن مشائخ منهم الشيخ النامر الطبلاوى عن شيخ الاسلام زكريا الانصارى عن الشيخ الرضوان العقبى عن الشيخ محمد النويرى عن الشيخ محمد الجزرى محرر الفن عن الشيخ الامام ابى زهر بن لبان عن الشيخ احمد صهر الشاطبى عن الشيخ ابى الحسن على بن هذيل عن ابى داؤد سليمان بن نجاح عن عثمان ابى عمرو الدانى عن الشيخ ابى الحسن طاهر بن غلبون المقرى عن الشيخ ابى الحسن على بن محمد بن صالح الهاشمى عن الشيخ ابى العباس احمد بن سهيل الاشنانى عن الشيخ ابى محمد عبيد الصباح عن الشيخ حفص صاحب الرواية عن الشيخ الامام عاصم بن ابى النجود وكنيته ابو بكر تابعى عن زر بن حبيش الاسدى عن سيدنا عثمان وعلى وابى بن كعب وابن مسعود وزيد رضى الله عنهم اجمعين عن النبى محمد صلى الله عليه وسلم عن جبرئيل عليه السلام عن اللوح المحفوظ عن رب العالمين **وها انا اوصيك** يا اخى ان تعرف قدر ما وصل اليك من هذه النعمة العلية، فقد قال عليه الصلوة والسلام والتحية، لا حسد الا فى اثنين، وجعل احدهما رجلا اتاه الله القرآن فهو يتلوه آناء الليل والنهار، ومن معرفة قدره ان لا تشترى به المتاع الذاهب، فان كان ولا بد فبما رهنت وقت المكاسب، ولا ترج الا من الله، ولا تخش احدا سواه، ولا يرفع عندك الا من رفعه القرآن، ولا يتضع عندك الا من وضعه القرآن واخفض جناحك لمن انت طالبا، وكن لهم ناصحا وناصرا حاضرا وغائبا، ولا يعز عندك منهم الا من اجتهد فى الطلب، ولا تطردهم ولا تغضب عليهم لنفسك فتغضب، ولا ترد من نصيبك فى هذا العمل الا وجه الله، اليس الله بكاف لمن توكل عليه وتولاه، واسألك ان لا تنسانى بصالح الدعاء، وعند الله فى ذلك الجزاء واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، وسلام على المرسلين،

خاتم المجيز

خاتم المدرسة

دار العلوم الاسلامية (دوبخارى نيو رسيڈى) لاهور

آلة امتحان سنة ١٣٤٤

خاتم الممتحن

خاتم المدير

سيد لطيف حسين

ناظم دار العلوم الاسلامية

لوانى انار كلى چرج روڈ لاهور

عکس سند جاری کردہ قاری عبد المالک رح

اکابر اساتذہ کا اجمالی تعارف اور ان کی خدمات کا جائزہ

اکابر اساتذہ کے تعارف میں ایسے حضرات کا انتخاب کیا گیا ہے جو اَب اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ ان کی ترتیب زمانی اعتبار سے رکھی گئی ہے

قاری محمد اسماعیل پانی پتی

آپ کا پورا نام ابوالحکیم محمد اسماعیل پانی پتی ہے[1]۔ آپکی پیدائش ۱۳۰۹ھ میں ہوئی[2] آپ کے والد کا نام شیخ محمد رمضان ہے[3] آپ پانی پت کے اجلہ قراء میں سے تھے پانی پت کے مختلف مدارس سے فارغ ہو کر حفاظ و قراء آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تبرکاً آپکو قران مجید سناتے تھے۔ قران مجید کی تعلیم کو ذریعہ معاش کے طور پر کبھی نہیں اپنایا حصول معاش کا ذریعہ کتابت تھا[4]۔ تشکیل پاکستان کے بعد آپ ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور گنپت روڈ پیسہ اخبار انارکلی لاہور میں مدرسہ عذار القران قائم کیا اور آخر تک اسی مدرسہ میں قران کی خدمت سرانجام دیتے رہے[5] آپ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

آپ کی تصنیفی خدمات میں اہم ترین تصنیف عذار القران ہے۔ جسکو علم تجوید کی بلند پایہ کتاب مانا جاتا ہے۔ قاری عبدالحلیم نے اس کتاب کو اردو زبان میں تجوید کی پہلی کتاب قرار دیا ہے لیکن یہ بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں۔ قاری محمد اسماعیلؒ کی دیگر کتب یہ ہیں۔ مصباح القران۔ جواہر التجوید۔ صورت المخارج الحروف[6]

اردو زبان میں علم تجوید پر عذار القران سے بہت پہلے کتب لکھی گئیں جن کا تذکرہ اہم کتب کے حوالے سے مناسب جگہ پر موجود ہے

---

(۱) محمد اسماعیل، عذار القران ۱۶۸ (۲) سمیع اللہ، حفظ قرآن کے سلسلے میں مسلمانان پانی پت کی خدمات ۶۶

(۳) محمد طاہر رحیمی، سوانح فتحیہ ۹۲۔ (۴) محمد اسماعیل، عذار القرآن ۱۶۸

(۵) محمد اسماعیل، عذار القران ۱۶۸ (۶) 〃 〃 〃 〃 ۱۷۰

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی رح
(۱۲۹۵ھ — ۱۳۷۲ھ)

آپ کا پورا نام ابو محمد محی الاسلام عثمانی ہے آپ کے والد ماجد کا نام قاضی مفتاح الاسلام پانی پتی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔[1] آپ کا سلسلہ نسب پینتیس پشتوں کے واسطہ سے خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین سے جا ملتا ہے۔ آپ پانی پت کے بڑے زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا گھر محلہ انصاریاں پانی پت میں تھا۔ آپ نے قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کے شاگرد قاری عبدالرحمٰن اعمیٰ پانی پتی سے قرآن مجید حفظ کیا اور سبعہ قرات کا علم حاصل کیا پھر قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کے صاحب زادے مولانا قاری عبدالسلام سے بھی سبعہ قرات پڑھیں۔[2] آپ کی سند قرات تینتیس واسطوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوتی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ نے شجرہ سبعہ قرات کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں تمام واسطوں کا ذکر کیا جن واسطوں سے آپ نے سبعہ قرات کا علم حاصل کیا۔ یہ کتابچہ اردو زبان میں علم قرات کی سند کے حوالے سے اہم ترین دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے آپ اپنے زمانہ میں بڑے قاری صاحب کے لقب سے مشہور تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے۔ علمی موضوعات پر آپ کی ان سے خط و کتابت رہتی تھی تفسیر مظہری مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تصحیح طباعت آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے اس سلسلہ میں آپ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بتدریج خط و کتابت بہت سے علمی مسائل میں مشورے کئے۔ حضرت تھانوی نے ان کے مفصل و مجمل جوابات تحریر کئے

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ ۱۸۶ (۲) ایضاً

یہ خط و کتابت بذات خود ایک بہت بڑا علمی سرمایہ ہے۔ آپ نے ستر برس سے زائد عرصہ پانی پت میں گذارا اور علم قرات کی خوب خدمت کی۔ آپ اگر بازار میں سودا سلف خریدنے جاتے تب بھی دائیں بائیں ایک ایک شاگرد قران سناتا ہوا چلتا اور آپ اغلاط پر ٹوکتے اور تصحیح کرتے جاتے تھے۔ آپ وجیہہ حسین الصوت تھے نہایت خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔ قران مجید کی برکت سے آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ کی حیثیت سے معروف تھے۔ اچھے واعظ تھے۔ ایک دفعہ آپ دہلی کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے بیان کے دوران جب بھی آپ قران مجید کی کوئی آیت تلاوت کرتے تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حوض کا پانی جوش مارتے ہوئے اوپر کی سطح پر آجاتا اور جب آپ تلاوت مکمل کر لیتے تو اس کے ساتھ ہی پانی بھی نیچے چلا جاتا۔ (۱)

جمعہ کی نماز کا خطبہ آپ پانی پت کی مسجد جالیوں والی میں دیا کرتے تھے۔ آپ کے مکان کی بیٹھک طلباء کیلئے مدرسہ تھی۔ جہاں آپ تقریباً ہمہ وقت علم قرات کے تشنگان کی پیاس بجھانے کا سامان کرتے تھے۔ چونکہ خاندانی رئیس و مالدار تھے اس لئے علوم قران کی خدمت لوجہ اللہ اور بلا معاوضہ کرتے تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آپ کسی مدرسہ سے بحیثیت مدرس وابستہ نہ ہوئے البتہ قاری شیر محمد جو آپ کے شاگرد ہیں انہوں نے پانی پت میں مدرسہ اشرفیہ قائم کیا تو اس مدرسہ کے ساتھ آپ کا تعلق سرپرستی کے طور پر مستقل قائم رہا۔ آپ اس مدرسہ کے سالانہ امتحانات کے لئے اکثر و بیشتر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (۲) قاری محی الاسلام کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے مدرسہ اشرفیہ کے

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ ۱۸۹ (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ، ۱۸۸

سالانہ جلسہ میں ہندوستان کے چوٹی کے علماء حتیٰ کہ مولانا اشرف علی تھانوی تک تشریف لاتے تھے کچھ عرصہ قاری صاحب حالی مسلم ہائی سکول میں تفسیر قرآن کا درس بھی دیتے رہے(۱)۔ آپ نے سبعہ قرات پر اردو زبان میں نہایت معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس کا نام شرح سبعہ قرات ہے۔ قاری فتح محمد فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۷ء تک اردو زبان میں صرف چار تصانیف وجود میں آئیں جو علم قرات پر تھیں اگرچہ علم تجوید پر تو چھوٹے بڑے رسائل موجود تھے علم قرات کی ان چار کتابوں میں ایک شرح سبعہ قرات بھی ہے(۲)۔ اس کتاب کی پہلی جلد قاری صاحب کی زندگی ہی میں ۱۳۷۷ھ میں طبع ہوئی۔ جبکہ دوسری جلد کا مسودہ قاری صاحب کے فرزند ایچ محمد علی عثمانی سابق پرنسپل ایچی سن ہائی سکول لاہور کے پاس ہے آٹھ سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے(۳) قاری صاحب کی دوسری تصنیف شجرہ سبعہ قرات کے نام سے ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ شرح سبعہ قرات کی پہلی جلد پاکستان میں کراچی سے شائع جبکہ دوسری جلد ابھی زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی★۔ اس کتاب میں قرات سبعہ کے اصول اور فروش کے مسائل نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

تصنیفی و تالیفی میدان میں قاری ابو محمد محی الاسلام کا ایک بڑا کارنامہ تفسیر مظہری کی تصحیح و طباعت ہے۔ تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تالیف ہے لیکن اس کی طباعت میں بہت سی اغلاط رہ گئی تھیں۔ حضرت قاری صاحب نے اس تفسیر کو درست کر کے چھپوانے کا ارادہ کیا اس ضمن انہوں مولانا اشرف علی تھانوی سے مکاتبت کی۔ اور بعض امور میں ان سے راہ نمائی حاصل کی۔ چنانچہ انہوں نے

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح فتحیہ، ۱۸۸ (۲) فتح محمد قاری، عنایات رحمانی ۱/۱

★ اب دونوں جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (۳) زبانی گفتگو ایچ محمد علی عثمانی

حضرت تھانوی کو لکھا" ایک سال سے زیادہ گزر گیا کہ تفسیر مظہری کی اشاعت کے خیال میں مبتلا ہوں۔ اصل نسخہ ایسا کرم خوردہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے کہ اکثر مقامات بڑی دشواری سے پڑھے جاتے ہیں۔ پہلی جلد مولوی رکن الدین صاحب مرحوم نے ۱۲۷۳ھ میں چھپوائی تھی لیکن اس میں ہزاروں غلطیاں ہیں(۱) اس کے علاوہ آپ نے "احوال قراء پانی پت" بھی مرتب کی مگر اس کا مسوّدہ تقسیم ہند کے ہنگامہ کی نذر ہو گیا(۲)

تشکیل پاکستان کے بعد قاری صاحب ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ شروع میں آپ نے لاہور میں قیام کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ لاہور میں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جو مختص بالقرات ہو۔ مسلم لیگی زعماء حضرت کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے۔ آپ نے اس ارادے کا اظہار بعض لیگی زعماء سے کیا۔ راجہ حسن اختر مرحوم نے تعاون کی یقین دہانی کرائی جبکہ نواب افتخار حسین ممدوٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں پوری کوشش کریں گے اور باہم یہ بھی طے ہو گیا کہ مال روڈ لاہور پر واقع دینا ناتھ بلڈنگ کو اس مقصد کیلئے خالی کرایا جائیگا اور اس بلڈنگ میں دارالعلوم قائم ہو گا۔ بلڈنگ سے ملحقہ دوکانیں دارالعلوم ہی کی ملکیت ہونگی جن کے کرایہ جات سے دارالعلوم کے اخراجات پورے ہوتے رہیں گے قاری صاحب مطمئن تھے اور اسی امید پر کافی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ لیکن اسی دوران نواب افتخار حسین ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کے مابین اقتدار اور سیاست کی رسہ کشی شروع ہو گئی جس کی وجہ سے نواب ممدوٹ یہ وعدہ نبھانے کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ تخت کی رسہ کشی علوم اور اقوام کا تختہ کر دیا کرتی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر قاری ابو محمد محی الاسلام ان حضرات سے

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح منتخبہ ۱۹۰ (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح منتخبہ ۱۸۹

مایوس ہوگئے اور اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے جامعہ عثمانیہ کے نام سے علم قرات کا مدرسہ قائم کیا۔ آپ کے ذہن میں اس مدرسہ کے قیام کے سلسلے میں ایک بڑا منصوبہ تھا لیکن حیات مستعار نے مہلت نہ دی وقت اجل آن پہنچا اور اس اہم منصوبہ کی تکمیل نہ ہوسکی۔ اگر قاری صاحب کو کچھ مہلت اور مل جاتی تو یقیناً جامعہ عثمانیہ پاکستان میں قرات کا عظیم الشان مدرسہ ہوتا۔ اگرچہ اوکاڑہ میں یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے اور قاری صاحب کی یاد کو تازہ رکھنے کا ذریعہ ہے تاہم عام مدارس کی مانند ہے اور محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے وہاں بچے قران پڑھتے ہیں(۱) قاری صاحب نے تقریباً پانچ چھ برس اوکاڑہ میں گذارے اور آخر شعبان ۱۳۷۲ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۱۹۵۳ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بوقت انتقال آپ کی عمر اٹھتر ۷۸ برس تھی(۲)

یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ پاکستان میں پانی پتی مکتب قرات کے سرخیل قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی ہیں۔ پاکستان میں جتنے قاری حضرات پانی پتی انداز میں تلاوت کرتے ہیں وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ قاری فتح محمدؒ ہی کے شاگرد ہیں یا شاگرد در شاگرد ہیں اس طرح قاری فتح محمد پانی پتی مکتب کے استاد الاساتذہ ہیں۔ اور قاری فتح محمد براہ راست قاری ابو محمد محی الاسلام کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ قاری محی الاسلام اس کا برملا اظہار بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے رئیس و بانی جماعت تبلیغ مولانا الیاس دہلوی سے تذکرہ کرتے ہوئے کہا یہ نوجوان (قاری فتح محمد) میرے شاگرد ہیں انہوں نے پورا قران حرفاً حرفاً مجھ سے پڑھا ہے لیکن اب علم میں مجھ سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ گویا اس طرح پاکستان میں قاری محی الاسلام تمام پانی پتی حضرات حفاظ و قراء کے امام ہیں۔

---

(۱) زبانی گفتگو از نبیرہ محمد علی عثمانی (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح نتیجہ ۱۸۸

قاری عبدالمالک صدیقی رح
(۱۳۰۳ — ۱۳۷۹)

قاری عبدالمالکؒ کے والد کا نام شیخ جیون علی ہے آپ ۱۳۰۳ھ کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے[۱] آپ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ تک متصل ہے[۲] آپ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے والد اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبدالخالق نے بطریق احسن نبھائی۔ چار برس کی عمر میں آپ کو سرائے کلیم علی گڑھ بھیجا گیا جہاں حافظ محمد صدیق استاد تھے انہوں نے آپ کو قران مجید کی ابتدائی ناظرہ تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ کی والدہ دونوں بیٹوں کو لے کر حج کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے گئیں۔ محلہ جیاد میں رہائش اختیار کی دونوں بیٹوں قاری عبدالخالق و قاری عبدالمالک کو مکہ مکرمہ کے مشہور مدرسہ صولتیہ میں داخل کرا دیا۔ یہاں استاد القراء حضرت عبداللہ مہاجر مکی سے آپ نے قران مجید حفظ کیا اور پھر روایت حفص کی تکمیل کی۔[۳] حفظ قران اور تعلیم تجوید کے ساتھ ساتھ تفسیر حدیث فقہ عربی ادب کی تعلیم بھی آپ نے مدرسہ صولتیہ ہی سے حاصل کی۔ ۱۳۲۰ھ میں قاری عبدالمالک واپس ہندوستان آگئے۔

قیام مکہ کے دوران قاری صاحب کا معمول تھا کہ اپنی تعلیمی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر روزانہ حرم شریف میں تلاوت کرتے لوگ محظوظ ہوتے۔ ایک روز نواب فیاض احمد خاں شیروانی نے

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری ۶ سوانح امام القراء قاری عبدالمالکؒ ۱۱۔ (۲) ایضاً

(۳) امداد صابری ۶ فیضان رحمت ۱۷۲

حرم پاک میں آپ کی تلاوت سنی تو آپ سے کہنے لگے کہ حرمین شریفین میں تو کلام اللہ کو بہترین طرز ادا سے پڑھنے والے بیشمار موجود ہیں جبکہ ہندوستان صحیح پڑھنے والوں سے خالی ہے لہذا ہندوستان اس بات کا بہت زیادہ حقدار ہے کہ آپ جیسے ماہرین فن حضرات اس علم کی آبیاری کیلئے ہندوستان آئیں۔ نواب صاحب کی اس بات نے گہرا اثر کیا اور آپ ان کے ہمراہ ہندوستان آگئے اور آگرہ کی شاہی مسجد میں اس علم کی خدمت پر مامور ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مولانا عین القضاۃ بانی مدرسہ فرقانیہ لکھنو نے آپ کو اپنے مدرسہ میں بلالیا ۳۸-۱۳۳۷ھ (۱) میں آپ نے الہ آباد جاکر قاری عبدالرحمٰن مکی سے قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی دوبارہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ آکر صدر نشین ہوئے۔ نواب ابراہیم کی دعوت پر آپ ریاست ٹونک تشریف لے گئے۔ والئ ٹونک نے آپ کی خوب پذیرائی کی۔ ریاست ٹونک میں آپ کا قیام چار پانچ برس رہا۔ بہت سے شاگرد لکھنو چھوڑ کر ٹونک ہی میں آگئے۔ اس دوران مسلم یونیورسٹی علی گڑھ والوں نے آپکو یونیورسٹی لے جانے کی کوشش کی آپ آمادہ بھی ہوگئے۔ مولانا عین القضاۃ کو علم ہوا انہوں نے آپ کے استاد قاری عبدالرحمٰن مکی سے رابطہ کیا اور قاری صاحب کو فرقانیہ لانے کی کوشش کی استاد کے حکم کی تعمیل میں آپ دوبارہ فرقانیہ تشریف لے آئے۔ نواب ڈھاکہ خواجہ محمد اعظم نے چار پانچ مرتبہ آپکو رمضان میں قران سننے کی غرض سے اپنے مصارف پر ڈھاکہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں بڑے بڑے اکابر علماء کی موجودگی میں پہلی مرتبہ آپکو اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبدالخالق کو تلاوت کرنے کا موقع ملا۔ سامعین کے کان

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک ۱۲ - (۲) ایضاً - امداد صابری، تیضان رحمت ۱۷۱

اس سے پہلے عربی لہجوں سے ناآشنا تھے۔ دونوں بھائیوں نے ایسی پرسوز اور حجازی لہجوں کی پختہ گرفت کے ساتھ فن تجوید سے معمور تلاوت کی کہ تمام مجمع حیرت و استعجاب سے آگے نکل کر درد و سوز میں ڈوب گیا اور آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں۔ اس مجمع میں مولانا اشرف علی تھانوی بھی تشریف فرما تھے تلاوت ختم ہوتے ہی آکر لپٹ گئے اور دیر تک سینہ سے لگائے رکھا اور قاری عبدالمالکؒ کو تدریس کیلئے اعداد العلوم تھانہ بھون لے گئے۔ تقریباً ایک برس قاری صاحب نے یہاں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔[1] ایک مرتبہ آگرہ میں کانگریس کا جلسہ تھا۔ تلاوت قاری صاحب نے کی اور سورہ قصص کا رکوع ولمّا توجّہ سے پڑھا۔ ہندو مسلم سب کی عجیب کیفیت ہوگئی سڑک پر ٹریفک رک گیا جو جہاں تھا وہیں تک خود کھڑا رہ گیا لطف یہ کہ مقرر مولانا ابوالکلام آزاد اپنا اصل سیاسی موضوع بھول گئے اور تلاوت شدہ رکوع کے حوالے سے اسلامی معاشرت حیا اور پردہ کے عنوان سے بڑا بلیغ وعظ فرمایا[2] گویا قاری صاحب کی تلاوت کے سبب ایک سیاسی جلسہ تبلیغ و وعظ کی مجلس بن گئی

قاری عبدالمالکؒ اقرو القران بلحون العرب واصواتھا کی سچی اور عملی تفسیر تھے۔

ان کے بیٹے قاری عبدالماجد ذاکر لکھتے ہیں۔

تمام معروف عربی لہجے اور حجازی الحان گویا ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے حسینی حجازی۔ مصری۔ مایہ۔ حرب۔ محط۔ عشاق۔ دوکاسیکا۔ وغیرہ لہجوں پر پورا عبور ہی نہیں بلکہ ان لہجوں کی باریکیوں پر گہری استادانہ نظر تھی۔ عام طور پر قرات کی ابتداء حسینی لہجہ سے ہوتی۔ دھیمی آواز سے شروع کرنے کے بعد بتدریج لہجہ کے اتار چڑھاؤ اس کے مختلف

---

(۱) عزیر احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم دینی سوانح شیخ القراء ۳۱۴-۳۱۵ ۔ (۲) ایضاً ۳۱۷

مراتب کی بندشیں۔ آہستہ آہستہ آواز میں جوش و خروش پیدا ہو جاتا حتی کہ آواز اپنے نقطۂ عروج تک جا پہنچتی اسکے بعد اچانک مجازی لہجہ کو تلاوت میں اس ناقابل بیان خوبصورتی کے ساتھ پیوست کرتے کہ سننے والا وجد میں آجاتا اسکے فوراً بعد مرکزی لہجہ حسینی میں واپس آجاتے۔ پھر جو آواز بلند ہوتی تو مصری لہجہ کی مست کن اٹھان کانوں میں رس گھولتی۔ سسپنس دل پر مار کرتی کہ سننے والوں کی بے ساختہ چیخیں نکل جاتیں۔ اس عاجز و ناکارہ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے سالانہ جلسوں میں متعدد سامعین کو حضرتؒ کی قرات کے دوران وجد میں آتے اور اونچے چبوترہ سے وجدانی کیفیت میں نیچے گرتے دیکھا ہے۔[1]"

قاری عبدالمالکؒ کی تلاوت کا کمالی پہلو یہ تھا کہ سامع تلاوت کے اثر سے معنی و مفہوم کا احساس کرتا تھا انداز تلاوت میں یہ تاثیر ہر کہ و مہ کو حاصل نہیں ہوتی یہی وہ خاص ملکہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو عطا فرمادیا تھا جس میں آج تک ان کا کوئی ثانی پیدا نہ ہوا۔ اس کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے قاری عبدالماجد ذاکر رقم طراز ہیں۔

" لہجوں پر ماہرانہ گرفت کے علاوہ جو چیز حضرت کو ان کے ہم عصروں سے ممتاز کرتی تھی وہ آیات قرانیہ کے معانی و مفاہیم کے مطابق آواز کے اتار چڑھاؤ کا کمال تھا جس میں حضرت کا کوئی ثانی نہ تھا۔ نعمائے جنت والی آیات کی تلاوت کے دوران لہجہ و آواز سے اشتیاق و طلب کی کیفیات محسوس ہوتیں۔ عذابہا و جہنم والی آیات سے اسی طرح عتاب و غضب والی آیات کی ادا کا انداز عتاب و غضب کی کیفیات کا مظہر ہوتا۔ کفار و مشرکین و اعداء الدین سے جہاں خطاب ہوتا زجر و توبیخ والی کیفیات سامنے آجاتیں الغرض ان کی تلاوت کیا تھی عطر بیز پھولوں کا گلدستہ تھی۔[2]"

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالکؒ ۹۴ (۲) ایضاً

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد قاری عبدالمالکؒ ۱۹۵۰ء میں لکھنو سے ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے[۱]۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے اصرار پر دارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ میں علم تجوید کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اور تقریباً ایک برس[۲] یا دو برس[۳] ٹنڈوالہ یار میں پڑھاتے رہے پھر قاری سراج احمد ناظم دارالعلوم اسلامیہ چرنج روڈ پرانی انارکلی لاہور کے بے حد اصرار پر لاہور تشریف لے آئے۔ اور دارالعلوم اسلامیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے پڑھانا شروع کیا۔ آپ کا لاہور تشریف لانا ایک بہار سے کم نہ تھا۔ قاری اظہار احمد تھانوی لکھتے ہیں " دارالعلوم اسلامیہ جو اب تک گوشہ گمنامی میں تھا اچانک واردین و مستفیدین کی کثرت سے نہایت پررونق درس گاہ میں تبدیل ہوگیا۔ سامعین کے علاوہ مساجد کے آئمہ حفاظ عربی درسگاہوں کے اساتذہ وطلبہ سے حضرت الشیخ کی درسگاہ اس قدر تنگ داماں ثابت ہوئی کہ برابر والے تمام تعلیمی درجے بھی سامعین قرأت کے لئے خالی کرنے پڑے"[۴] آپ کی قرأت سننے کے شوق میں مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ، شیخ القرآن مولانا احمد علی۔ مولانا عبدالقادر رائے پوری مولانا ابوالحسن علی ندوی قاری فضل کریم بانی مدرسہ تجوید القرآن۔ مولانا داؤد غزنوی۔ پروفیسر ظفر اقبال جیسی نابغہ روزگار و باکمال شخصیات دارالعلوم اسلامیہ آتی تھیں[۵]

قاری عبدالمالکؒ کے لاہور تشریف لانے پر مولانا احمد علیؒ نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا " حضرت قاری صاحب کا وارد پاکستان ہونا عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور مسلمانان لاہور کے لئے خصوصاً رحمت خداوندی کا ابر محیط ہے۔ جو پرجوش ہوکر برسے گا"[۶]

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۲ (۲) ایضاً ۳۹

(۳) ایضاً ۱۲ (۴) عزیز احمد تھانوی، تذکرہ متبع علوم وفنون سوانح شیخ القراء ۳۲۳

۵- ایضاً - (۶) ایضاً

قاری عبدالمالکؒ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ لاہور تشریف لائے اور ۱۹۵۸ء میں مستعفی ہوگئے۔ اپنے بعض تلامذہ اور مخلصین کے اصرار پر آپ نے ۱۹۵۸ء میں لٹن روڈ پر مرکزی دارالترتیل کی بنیاد ڈالی[1] قاری صاحب کا انتقال ۳۱ دسمبر ۱۹۵۹ء کو لاہور میں ہوا۔

قاری عبدالمالکؒ نے اپنے استاد قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی معروف کتاب فوائد مکیہ پر تعلیقات مالکیہ کے نام سے حاشیہ لکھا۔ اس کے علاوہ آپنے الشاطبیہ پر بھی ایک عمدہ حاشیہ تحریر کیا تھا[2] جو آپ کے نام کے بغیر لکھنو سے شائع ہوا تھا۔ ان کے علاوہ آپ کا ایک رسالہ نظام التجوید بھی ہے جو غیر مطبوع ہے جس کا فولو سیٹ قاری عبدالمالک نقشبندی ہزاروی کے پاس ہے

قاری صاحب کی کتاب تعلیقات مالکیہ پر ان کے ایک ہم عصر قاری ضیاء الدینؒ نے محاکمہ کیا تھا جسے ان کے شاگرد قاری ابرار احمد نے اشعۃ الضیاء کے نام سے شائع کیا۔[3]

قاری عبدالمالکؒ کا تحریری سرمایہ اگرچہ زیادہ نہیں ہے تاہم یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان میں علم تجوید کی اشاعت اور فروغ انہی کی ذات کی رہین منت ہے پاکستان کے تمام اجلہ قراء خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں سب بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید و مستفیض ہیں۔ حتیٰ کہ امام الفن حضرت قاری فتح محمدؒ بھی کسب فیض کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بارے میں قاری محمد طاہر رحیمی لکھتے ہیں " ایک بار حضرت والا (یعنی حضرت قاری فتح محمدؒ) جناب قاری عبدالمالکؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ ..... حضرت والا نے ازراہ انکساری و بے نفسی جناب قاری صاحب ممدوح سے فرمایا کہ میں

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۴۰ - (۲) ایضاً ۱۹

(۳) تلمیحی خط ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان بنام قاری محمد طاہر

آپ کے روبرو کچھ تلاوت کرتا ہوں آپ جہاں جہاں سقم ہو نشاندہی فرمادیں[1]۔

یہ بات بھی بڑی واضح ہے کہ اگر قاری عبدالمالکؒ پاکستان تشریف نہ لاتے تو شاید پاکستان میں اس طرح کا عمدہ پڑھنے والے نہ ملتے جیسے موجود ہیں۔ آپ کے چند اہم تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

قاری حافظ محمد سابق شیخ التجوید مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ قاری حافظ حبیب اللہ ٹونکی قاری عشرہ قاری امیر احمد صوفی ٹونکی۔ قاری صبغۃ اللہ ٹونکی قاری محمد شرف الدین گیاوی قاری سبعہ۔ قاری محمد فخر الدین گیاوی۔ قاری حفظ الرحمٰن شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند۔ قاری عبدالخالق لکھنوی قاری عبدالعزیز اکبرآبادی۔ قاری عبدالوہاب مکی۔ قاری محمد علی میکش اکبرآبادی قاری سبعہ۔ قاری اسد خان بن مولانا قاری حیدر حسن شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ قاری نازخان کانپوری قاری محمد خان لکھنوی۔ قاری غلام نبی گیاوی۔ قاری محمد نعمان بلیاوی۔ قاری سعداللہ بخاری قاری ریاست علی لکھنوی۔ قاری اظہار احمد تھانوی۔ قاری محمد شریف امرتسری ثم لاہوری بانی مرکزی دارالقراء لاہور قاری نیاز احمد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ قاری عمر دراز۔ ریڈیو پاکستان قاری غلام رسول۔ ریڈیو پاکستان۔ قاری علی حسین صدیقی ندوی۔ قاری حکیم سید قربان علی حیدرآباد۔ قاری عبدالکریم ترکستانی خلیفہ مولانا احمد علی۔ قاری غلام نبی ایرانی۔ قاری سید حسن شاہ بخاری۔ مولانا قاری حامد میاں بانی جامعہ مدنیہ لاہور[2] وغیرہ۔ ان میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ فہرست اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ پاکستان میں بصری لہجوں میں تلاوت کے فروغ و اشاعت کی

---

(۱) محمد طاہر رحیمی کی سوانح نتیجہ ۱۵۳

(۲) فیوض الرحمٰن قاری کی سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۷

مرکزی شخصیت قاری عبدالمالکؒ ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پانی پتی انداز تلاوت کے سرخیل قاری فتح محمدؒ بالواسطہ قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں کیونکہ قاری فتح محمدؒ کے استاد قاری حفظ الرحمٰن شیخ التجوید دارالعلوم دیوبند قاری عبدالمالکؒ کے براہ راست شاگرد ہیں۔

قاری عبدالمالکؒ کے بارے میں یہ بات محل نظر ہے کہ آیا آپ قاری ضیاءالدین الہ آبادی کے شاگرد ہیں یا نہیں۔ امداد صابری لکھتے ہیں کہ قاری عبدالمالکؒ "نے سبعہ کی تکمیل قاری ضیاءالدین احمد سے کی"(۱) قاری میرزا بسم اللہ بیگ نے بھی بعینہ یہی عبارت لکھی ہے اور قاری عبدالمالکؒ کو قاری ضیاءالدینؒ احمد کا شاگرد بتلایا ہے۔(۲) اسی طرح تنویرالمرادات شرح ضیاءالقرات کے دیباچے میں بھی قاری عبدالمالکؒ کو قاری ضیاءالدینؒ کا شاگرد بتایا گیا ہے(۳) لیکن یہ بات درست معلوم نہیں دیتی۔ قاری بسم اللہ بیگ اور امداد صابری کے مطابق قاری عبدالمالک ۱۳۲۸ھ میں آگرہ چلے آئے اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ قرات سبعہ کی تکمیل قاری ضیاءالدینؒ سے کی۔ حالانکہ قاری ضیاءالدینؒ کا آگرہ رہنا ثابت نہیں۔ آپ تو مولانا امین القضاۃ کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ ہی میں مسند تدریس کو رونق بخشے رہے۔ اس ضمن قاری عبدالقادر جو قاری عبدالمالک کے بیٹے ہیں کی بات زیادہ قرین انصاف لگتی ہے وہ لکھتے ہیں" چنانچہ حضرت مولانا امین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے قاری صاحب کو سبعہ وعشرہ کی تکمیل کیلئے قاری عبدالرحمٰن مکی (برادر خورد قاری عبداللہ صاحب مکی) کے پاس الہ آباد بھیج دیا آپ نے شب و روز کی مسلسل محنت اور کوشش سے ایک سال کے اندر سبعہ وعشرہ کی تکمیل کرلی(۴)

---

(۱) امداد صابری، نیضان رحمت۔ ۱۷۲

(۲) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۳/۲ (۳) ابن ضیاء محب الدین، تنویرالمرادات ۸

(۴) نیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۲۹

اس بات کی تصدیق قاری محمد صدیق لکھنوی کے مضمون بعنوان التقدیم التثمین سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ

"یہ قاری اظہر حسن صاحب عرف ابرار احمد امروہی جو کہ قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد ہیں نے اپنی اس کتاب میں بلا تحقیق سب اساتذہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کو حضرت قاری ضیاء الدین صاحبؒ کا شاگرد بنا ڈالا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ استاد الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی صاحب نے حضرت مولانا قاری عین القضاۃ صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے مدرسہ کا صدر مدرس حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کو بنالیں کیونکہ وہ صوت لفظی اور ادا کے لحاظ سے بہت فائق ہیں یہ بات حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کے تلامذہ کو بہت محسوس ہوئی۔ کیونکہ وہ صدر مدرسی کے اس منصب کیلئے موصوف کو اہل جانتے تھے اسی موقع پر قاری اظہر حسن صاحب اور ان جیسے بعض حضرات نے یہ بات مشہور کردی کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ تو حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے سبعہ ہمارے شیخ سے پڑھی ہے۔ یہ جھوٹ در جھوٹ کا لامتناہی سلسلہ خوب خوب پھیلا" (۱)

اگرچہ یہ صراحت بڑی واضح اور اس سے اصل وجہ اور سبب کا علم بھی ہو جاتا ہے تاہم اس بات کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے سب سے اہم دلیل مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا ریکارڈ ہے جس سے اس بات کا حتمی علم ہو سکتا ہے کہ آیا قاری عبدالمالکؒ قاری ضیاء الدین کے شاگرد ہیں یا نہیں۔ اس کا علم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کے مہتمم محمد عظمت علی کے ایک خط

(۱) مزیر احمد تھانوی، تذکرہ منبع علوم و فنون سوانح شیخ القراء ۸

سے ہوتا ہے جو انہوں نے قاری اظہار احمد تھانویؒ کو ۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء کو تحریر کیا۔ اس خط میں انہوں نے لکھا

"جناب قاری عبدالمعبود صاحب الہ آبادی جو قاری ضیاءالدین صاحب الہ آبادی کے برادر خورد قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے شاگرد ہیں بروایت حفص و لقرأت عشرہ۔ اور حضرت قاری عبدالمالکؒ کے ہم عصر اور مدرسہ ھذا کے اساتذہ قراۃ میں سے ہیں۔ حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے قرأت عشرہ کی سند ۱۳۳۶ھ الہ آباد سے حاصل کی ہے قرأت سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے انفرادی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن قاری عبدالمعبودؒ صاحب قرأت سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے توسط سے دیا کرتے تھے۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے سبعہ کی سند انفرادی طور پر حاصل نہیں کی بلکہ سبعہ و عشرہ کی سبھی کتابیں پڑھ کر صرف عشرہ کی سند حاصل کرلی۔ بعینہٖ اسی نہج پر حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کا حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے ۱۳۴۰ھ میں عشرہ کی سند الہ آباد سے ثابت ہے۔ اس طرح قاری عبدالمالک صاحبؒ کی سند قرأت سبعہ بضمن عشرہ ثابت ہے۔ قاری عبدالمالکؒ صاحب کی سند کا ثبوت قاری ضیاءالدینؒ صاحب سے بالکل ثابت نہیں جو حضرات ایسا کہتے ہیں وہ محض قیاس آرائی اور غلط بیانی ہے

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔" (۱)

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قاری عبدالمالکؒ قاری ضیاءالدینؒ کے شاگرد نہیں تھے۔ پھر یہ کہ قاری عبدالمالکؒ جو سند اپنے شاگردوں کو دیتے تھے وہ روایت حفص میں بشیخ عبداللہ اور قرأت سبعہ و عشرہ میں قاری عبدالرحمٰن مکی کے توسط سے دیتے تھے

(۱) تحریری خط محمد عظمت علی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بنام قاری اظہار احمد تھانویؒ

Madrsa Alia Furqania
LUCKNOW-226003

۲۱ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ ..... یکم اکتوبر ۱۹۹۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی و مکرمی جناب قاری اظہار احمد صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

راقم الحروف حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بروایت حفص ادنیٰ شاگرد ہے۔ فی الحال مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں اہتمام اور قراءات سبعہ وعشرہ کی خدمت تدریسی کو انجام دے رہا ہے۔ آپ کا ارسال کردہ خط بنام جناب قاری محمد اسماعیل صاحب مجھ تک پہنچا۔ قاری صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس کا جواب تحریر کردو۔

لہٰذا میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے رجسٹر فارمین فراغ سے نقل کرتا ہوں۔

جناب قاری عبدالمعبود صاحب الہ آبادی بو قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی کے برادر خورد، قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ کے شاگرد ہیں بروایت حفص و بقراءات عشرہ۔ اور حضرت قاری عبدالمالک کے ہم عصر اور مدرسہ ہذا کے اساتذہ قراء میں سے ہیں۔

حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب کی رحؒ سے قراءات عشرۃ کی سند ۱۳۳۶ھ الہ آباد سے حاصل کی ہے۔ قراءات سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب کی رحؒ سے انفرادی طور پر ثابت نہیں ہے۔ لیکن قاری عبدالمعبود صاحبؒ قراءات سبعہ کی سند حضرت قاری عبدالرحمٰن کی رحؒ کے توسط سے دیا کرتے تھے۔ اس بات سے واضح ہوتا ہے حضرت قاری عبدالمعبود صاحبؒ نے سبعہ کی سند انفرادی طور پر حاصل نہیں کی بلکہ سبعہ وعشرہ کی سبھی کتابیں پڑھ کر صرف عشرہ کی سند حاصل کرلی۔

بعینہٖ اسی نہج پر حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب کی رحؒ سے ۱۳۴۱ھ میں عشرہ کی سند الہ آباد سے ثابت ہے۔ اس طرح قاری عبدالمالک صاحبؒ کی سند قراءات سبعہ بضمن عشرہ ثابت ہے۔ قاری عبدالمالک صاحبؒ کی سند کا ثبوت قاری ضیاء الدین صاحبؒ سے بالکل ثابت نہیں۔ جو حضرات ایسا کہتے ہیں وہ محض قیاس آرائی اور غلط ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

طالب دعاء
محمد عظمت علی مہتمم
مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

قاری عبدالعزیز شوقی

وفات ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۹۷۱ء

قاری عبدالعزیز شوقی کا شمار اکابر اساتذہ میں ہوتا ہے۔ پاکستان کے بیشتر معروف قاری حضرات آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ انبالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں ہوئی۔ پھر مظاہر العلوم سہارنپور سے وسطانی کتب پڑھیں[۱]۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ علم قراءت میں آپ کے استاد قاری حفظ الرحمٰن تھے[۲]۔ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں امامت کی سعادت بھی حاصل کی۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہجرت کر کے راولپنڈی آ گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ قاری عبدالمالکؒ کے بعد دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں شیخ التجوید کی مسند پر متمکن ہوئے۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک علم تجوید و قراءت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم اسلامیہ میں ان سے ہزاروں طلباء نے علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کسب فیض کیا۔ دارالعلوم اسلامیہ میں آپ نے تقریباً پندرہ برس علم تجوید کی خدمت کی اسی دوران آپکو گلے کے سرطان کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اور آپ ۹ شعبان ۱۳۹۱ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء بروز جمعرات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے[۳]۔ علم تجوید و قراءت کی خدمت کے علاوہ آپ نے صحافتی میدان میں بھی قدم رکھا اور سہ روزہ "دعوت" آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ آپ اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ کا کلام مختلف دینی جرائد میں شائع ہوتا رہا۔

---

(۱) ماہنامہ البلاغ کراچی، ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ (۲) فیوض الرحمٰن، سراج امام القراءۃ المالکؒ ص ۲۰۴

(۳) ایضاً (۴) ایضاً

قاری محمد شریفؒ

(۱۳۴۱ھ — ۱۳۹۸ھ)

قاری محمد شریفؒ کی ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی آپ کے والد کا نام مولا بخش ہے آپ کے آباؤ اجداد چونڈہ کے رہنے والے تھے وہاں سے نقل سکونت کرکے امرتسر جاکر آباد ہو گئے[۱] آپ کا تعلق شیخ برادری سے تھا جو کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ادائل عمری ہی میں چیچک کا عارضہ لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے بینائی زائل ہو گئی۔ صرف ایک آنکھ میں کچھ نور باقی رہا جس سے دستخط کر لیتے اور جلی حروف کی عبارت پڑھ لیتے اور گھڑی میں وقت بھی دیکھ لیتے تھے۔[۲] ابتدائی تعلیم قاری خدا بخش کانٹھوی مراد آبادی سے حاصل کی جو مسجد شیخ بڈھے امرتسر میں پڑھاتے تھے[۳] قاری محمد تقی الاسلام نے مسجد کا نام مسجد کوتوال لکھا ہے[۴] لاہور کے قاری فضل کریمؒ سے آپ نے روایت حفص پڑھی۔ اس سلسلہ میں قاری صاحب خود تحریر فرماتے ہیں۔

"استاد محترم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کا اسم گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو کیونکہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ میں اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظ قرآن کیا تھا حضرت قاری صاحب بھی اسی مدرسہ اور انہی اساتذہ کے فیض یاب تھے مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیل تجوید کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے میں حضرت قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحب نے نہایت فراخ

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ۱۷۹ (۲) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف، ۱۸

(۳) " " " " " " " " " " " " ۱۹ (۴) " " " " " " " " " " " " ۱۹

دلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کرلیا.... چند رکوع مشق کئے اور جناب قاری مقبول الٰہی کی معیت میں غالباً دو مرتبہ مقدمۃ الجزری اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ تحفۃ الاطفال بھی پڑھا" (۱)

۱۹۴۵ء میں قاری محمد شریفؒ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے قراءت عشرہ کی تکمیل کی۔ یہاں آپ کے استاد قاری عبدالمعبود تھے۔ قاری محمد اسماعیل کے مطابق قاری محمد شریفؒ نے عشرہ کی تکمیل بطریق درہ ان سے کی (۲) ان اساتذہ کے علاوہ آپ نے قاری عبدالمالکؒ سے بھی سبعہ وعشرہ کی تکمیل کرکے سند حاصل کی (۳)۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سند آپ نے تبرکاً حاصل کی وگرنہ آپ سبعہ وعشرہ کی تکمیل تو پہلے کرہی چکے تھے۔

مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے شیرانوالہ دروازہ لاہور میں نابیناؤں کے سکول میں داخلہ لیا وہاں انگریزی بھی سیکھی اور انگلش بولنے میں کمال حاصل کیا۔ (۴)

مدرسہ تجوید القرآن لاہور میں امریکی نومسلم طلباء کو انگلش ہی میں درس تجوید دیا کرتے تھے نابیناؤں کے سکول میں آپ نے دستکاری اور کرسیاں بننے کی صنعت میں بھی کمال حاصل کیا (۵) قاری فضل کریمؒ کی کوشش سے ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں آپ کا تقرر بحیثیت استاد تجوید مسجد چینیانوالی میں ہوا (۶)۔ یہاں آپ طلباء کو مشق کراتے تھے۔ آپ کے انداز مشق سے لوگ متاثر ہوئے اور آپکی شہرت لاہور اور بیرون لاہور ہونے لگی۔

سیٹھی محمد یوسف جو نہایت مخیر اور قرآن کی فروغ واشاعت کا جذبہ رکھنے والے پرعزم

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح حضرت قاری فضل کریمؒ ۱۰۸ (۲) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء ۱۸/ (۳) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۸۱ (۴) محمد تقی الدین، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف ۲۵ (۴) محمد تقی الدین، سوانح حضرت القاری محمد شریف ۲۵ - (۵) فیوض الرحمٰن، سوانح امام القراء عبدالمالک ۱۷۹ (۶) ایضاً

تاجر تھے آپکی تلاوت سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ آپ کو بصد اصرار گڑھی شاہو لاہور لے آئے اور اپنے گھر کے پڑوس میں لکڑ والی مسجد میں مدرسہ قائم کیا قاری محمد شریفؒ نے فروری ۱۹۴۶ء میں یہاں پڑھانا شروع کر دیا[1] اپریل ۱۹۴۷ء میں آپ سیٹھی صاحب ہی کے ایما پر مسجد اسٹریلیا منزد ریلوے سٹیشن تشریف لے اور یہاں علم تجوید کی خدمت کرنے لگے۔ سیٹھی محمد یوسف کی دلی خواہش تھی کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی طرز پر ایک منظم بالشان مدرسہ پاکستان میں قائم کیا جائے۔ سیٹھی صاحب، اپنے اس مشن کی تکمیل میں آپکو اگست ۱۹۵۱ء میں کراچی لے گئے۔ لیکن وہاں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو قاری فضل کریمؒ کے حکم پر آپ کراچی سے لاہور تشریف لے آئے۔ آپ ۲۰ جنوری ۱۹۵۲ء کو لاہور آئے[2]۔ اس دوران قاری فضل کریم مسجد چینیانوالی سے علیحدہ ہو کر مسجد نور موتی بازار آ گئے تھے[3] چنانچہ اسی مسجد میں تجوید القرآن کے نام سے مدرسہ کا آغاز ہوا۔ مدرسہ کا افتتاح ۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو قاری کریم بخشؒ کی صدارت میں ہوا آپ یہاں صدر مدرس مقرر کیے گئے۔ آپ نے اس مدرسہ میں ۶ مارچ ۱۹۶۲ء تک خدمات سرانجام دیں[4] شعبان ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دارالقراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری سانس تک اسی جگہ علم تجوید و قراءات کی آبیاری کرتے رہے[5] قاری محمد شریفؒ کا انتقال ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوا[6] اور میانی قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔ معلم التجوید للمتعلم المستفید۔ البیان فی ترتیل القرآن۔ زینت القرآن۔ سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد۔

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ، ۱۸۱

(۲) ایضاً۔ (۳) محمد تقی ۱۸۱ سلام قاری، سوانح حضرۃ القاری محمد شریف ۳۲

(۴) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری محمد عبدالمالکؒ ۱۸۲ (۵) ایضاً

التقدمۃ التحریریہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ ۔
المقدمۃ الجزریہ وتحفۃ الاطفال مع سلیس ترجمہ ۔
توضیحات مرضیہ شرح فوائد مکیہ
ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن
قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان ۔
اشرفی قرآنی قاعدہ ۔ یہ بچوں کی ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے لئے ہے جبکہ مکمل قرآنی قاعدہ ۔ یہ معلمین کی راہ نمائی کیلئے ایک دستور العمل ہے ۔ اس طرح قاری محمد شریف مرحوم کی تعداد کتب گیارہ ہوتی ہے ۔

قاری صاحب سے کسب فیض کرنے والے طلباء کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے مدارس میں علم تجوید کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں ۔ قاری محمد شریف اکابر اساتذہ قرات کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے تجوید کی شستگی اور صحیح ادائیگی میں حضرت استاذنا قاری عبدالمالک صاحبؒ امام ہیں ۔ علم قرات میں استاذنا حضرت قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنیؒ امام ہیں ۔ لہجوں کے امام استاذنا حضرت قاری احمد علی لکھنوی ہیں حسن صوت میں حضرت قاری محمد حسن صاحب امروہوی ثم قلاتی امام ہیں (۱)

آپ کے سانحہ ارتحال پر بعض معتقدین و مستفیدین نے تاریخ ہائے وفات نکالیں

۱۔ ھو اھل التقویٰ واھل المغفرہ ۱۳۹۸ھ
۲۔ علم قرات کی دنیا میں ایک اور سانحہ ۱۳۹۸ھ
۳۔ آہ شیخ القراء والمجودین ۱۳۹۸ھ

(۱) محمد تقی الاسلام قاری / سوانح حضرۃ القاری محمد شریف / ۲۲

قاری محمد اسماعیل رح
(۱۹۰۸ — ۱۹۸۱)

قاری محمد اسماعیل کنڈہ ضلع صوابی صوبہ سرحد میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔[۱] ایک اور ذریعہ کے مطابق آپ کا سن ولادت ۱۹۱۰ء ہے[۲] آپ کے والد کا نام محمد گل ہے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد منیر صاحب سے حاصل کی جو فارسی اور عربی کے جید عالم تھے۔ پھر آپ نے امرتسر میں ہال بازار چوک بجلی محلہ نیم والا میں قاری عبدالکریم کشمیری سے سورۂ نساء تک قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد مدرسہ تجوید القرآن مسجد کوتوال چوک فرید امرتسر میں داخلہ لیا اور قاری خدا بخش سے پہلے مکمل قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر روایت حفص پڑھی اور بعدہٗ قرات سبعہ کی تکمیل کی قرات عشرہ آپ نے قاری عبداللہ مراد آبادی سے پڑھیں اور انہی سے سند حاصل کی۔ علم قرات کے حصول کے بعد آپ درس نظامی کی تدریس کے لئے مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں داخل ہوئے۔ یہاں سے آپ نے درس نظامی اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث سے آپ ۱۹۲۷ء میں فارغ ہوئے آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد حسن مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی شامل ہیں۔ آپ نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ تقریباً ڈیڑھ برس مدرسہ رحیمیہ شیلا گنبد میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ۱۹۲۹ء میں مسجد چنیاں توالی میں شعبہ تجوید میں استاد مقرر ہوئے۔ بیرون شاہ عالم لاہور مرکزی دارالتجوید والقرات کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ ۲۴ فروری ۱۹۸۱ء میں آپ کا انتقال ہوا۔[۳] آپ کی تصانیف یہ ہیں قواعد التجوید (عربی) احسن الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال (عربی) الاقوال الامدادیہ علی المقدمۃ الجزریہ حروف القرآن (اردو) تفہیم التجوید۔ تفہیم الوقوف (اردو) قاعدۃ البنین۔ عربی۔ قاعدۃ الصبیان عربی

---

(۱) محمد اسماعیل قاری، منہاج التجوید، ۳ (۲) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء و قاری عبدالمالک، ۲۳۳
(۳) " " " "

قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۴۱ھ — ۱۴۰۲ھ

قاری رحیم بخش رجب ۱۳۴۱ھ کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چودھری فتح محمد بن حافظ رحم علی ہے۔ اپنے سفید رنگ اور خوبصورتی کی بناء پر آپ اپنے خاندان میں مولوی بھورے کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا استاد قاری ابو محمد محی الاسلام آپ کو چاند کہہ کر پکارتے۔ تین برس کی عمر میں آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے تعلیم و تربیت کی ذمہ داری والدہ صاحبہ کو نبھانا پڑیں۔

مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرانی تعلیم کا آغاز کیا آپ کے استاد قاری فتح محمد تھے دس برس کی عمر میں آپ نے حفظ قران کی تکمیل کی۔ فارسی عربی صرف و نحو نیز علم منطق و فلسفہ کی ابتدائی کتابیں بھی قاری فتح محمد اور مولانا عبدالرحیم پانی پتی سے پڑھیں دارالعلوم دیوبند سے آپ نے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اور شعبان ۱۳۶۲ھ کو فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ مفتی ریاض الدین مولانا قاری اصغر علی مولانا محمد سعید۔ مولانا سید اختر حسین۔ مولانا مفتی محمد شفیع مولانا محمد عبدالسمیع۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ مولانا محمد اعزاز علی۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ مولانا فخر الحسن شامل ہیں۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد ۱۹۴۲ء میں یعنی تشکیل پاکستان سے تقریباً پانچ برس قبل آپ مولانا محمد علی جالندھری کی دعوت پر ملتان تشریف لے آئے۔ اور مسجد سراجاں حسین آگاہی میں تدریس قران کے فرائض سنبھالے۔ مسجد سراجاں میں ایک

مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن قائم تھا جو مولانا محمد علی جالندھری کی نگرانی میں چل رہا تھا۔ تقریباً چار برس بعد ۱۳۶۶ھ کو آپ پانی پت تشریف لے گئے ملکی حالات میں ابتری کی وجہ سے واپس آنا مشکل ہوگیا تو آپ نے پانی پت کے مدرسہ فیض القرآن میں پڑھانا شروع کر دیا۔ یہاں چھ ماہ کام کرنے کے بعد جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو آپ بھی ہجرت کر کے پھر ملتان آگئے اور مسجد سراجاں ہی میں قرآن کی خدمت شروع کی۔

شوال ۱۳۶۷ھ کو مسجد سراجاں اور مدرسہ محمدیہ کو خیر المدارس کی فرع قرار دے کر اس میں ضم کر دیا گیا تو قاری رحیم بخش خیر المدارس کے صدر درجہ قرأت ہو گئے۔ اب آپ عصر تک خیر المدارس میں پڑھاتے اور پھر مسجد سراجاں تشریف لے آتے اور عشاء کی نماز تک طلباء کی خدمت کرتے۔ آپ کا یہ معمول زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ چھ ذی الحجہ جمعہ کے روز آپ حسب معمول مسجد سراجاں میں معروف تعلیم قرآن تھے کہ نماز مغرب کے بعد کسی وجہ سے بے ہوش ہوئے۔ اسی حالت میں آپ کو نشتر ہسپتال لے جایا گیا۔ مسلسل چھ روز تک یہی کیفیت رہی اور ۱۱۔ ۱۲ ذالحج کی درمیانی شب ۲۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو انتقال کر گئے۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۱ء کو جامعہ خیر المدارس ملتان کے احاطہ میں مولانا خیر محمد بانی جامعہ اور مولانا محمد علی جالندھری کی قبروں کے درمیان آسودہ خاک ہوئے۔

آپ کے چالیس برس پر پھیلے ہوئے زمانہ تدریس میں سینکڑوں قراء اور ہزاروں حفاظ نے آپ سے استفادہ کیا۔ جو صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک مشرق وسطیٰ افریقہ۔ ہندوستان اور حرمین

شرقین میں بھی قران کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ سے سبعہ وعشرہ قرات کا علم حاصل کرنے والوں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے جبکہ حفظ وضبط مکمل کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو کے لگ بھگ ہے۔ قران ناظرہ پڑھنے والے یا کچھ حصہ یاد کرنے والوں کی تعداد کا شمار ممکن نہیں۔ آپ کے شاگردوں میں بعض کو مسجد نبوی مدینہ منورہ میں تدریس قران کی سعادت حاصل ہے۔

قاری رحیم بخشؒ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے دوسری بیوی سے تین بیٹے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ ایک بیٹے اور ایک داماد کے علاوہ آپ کے تمام بیٹے اور داماد قراءات عشرہ کے قاری ہیں۔ اور سب کے سب آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔

قاری رحیم بخشؒ نے علم قرأت اور دیگر علمی موضوعات پر گراں قدر علمی ورثہ چھوڑا ہے۔ آپ کے قلم سے نکلی کتب حسب ذیل ہیں۔

تنویر شرح تیسیر۔ رسائل قراءت عشرہ۔ یہ نو رسائل ہیں جن میں ہر ہر قرات اور روایات کو علیحدہ مرتب کیا گیا ہے۔ تکمیل الاجر فی القراءات العشر۔ تکثیر النفع فی القرآت السبع۔ المہذبہ فی وجوہ الطیبہ۔ المراۃ النیرہ فی حل قصیدہ الطیبہ۔ العطایا الوھبیہ فی شرح المقدمہ الجزریہ۔ اداب تلاوت معہ طریقہ حفظ قران۔ نخبۃ الحفاظ المعروف بہ متشابہات القران۔ غایۃ المہرہ فی الاریعۃ لبعد العشرہ۔ الخط العثمانی۔ بدایات الرحیم۔ ختم قران کا مستحب طریقہ تاج المصاحف۔

قاری فتح محمدؒ

۱۳۲۲ھ ——— ۱۴۰۷ھ

آپ کا نام فتح محمد والد کا نام محمد اسمٰعیل جبکہ دادا کا نام اللہ دیا ابن نور محمد ہے۔ والدہ کا نام نعمت بی بی ہے۔ آپ ۱۱ یا ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء کو پانی پت کے محلہ ارائیاں میں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ برس کی عمر میں چیچک کے باعث آنکھوں کی بینائی زائل ہوگئی۔ جب آپکی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کے والد محمد اسمٰعیل کا انتقال ہوگیا۔ اور نو برس کی عمر کو پہنچنے تک والدہ ماجدہ کے سایہ سے بھی محروم ہوگئے۔ آپ کے ایک قریبی بزرگ چوہدری محمد ابراہیم نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد موصوف قاری شیر محمد خانؒ کی دینی و تعلیمی تربیت و سرپرستی میں آگئے۔ ان کی زیر نگرانی آپ نے مدرسہ اشرفیہ پانی پت میں قرآن حفظ کیا۔ یہ مدرسہ قاری شیر محمد ہی نے ۱۹۱۴ء میں قائم کیا تھا اور انہی کی سرپرستی میں چل رہا تھا۔ قاری فتح محمد صاحب نے اس مدرسہ میں گیارہ برس کی عمر میں حفظ کے ساتھ ساتھ روایت حفص کی تکمیل کی پھر اسی مدرسہ میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ قاری شیر محمد ہی سے آپ نے سبعہ کی کچھ روایات پڑھ کر ان کی تکمیل قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ سے کی۔ فارسی و عربی کی ابتدائی کتب آپ نے مدرسہ گنبداں پانی پت میں پڑھیں۔ تفسیر جلالین آپ نے مولانا مفتی عبدالرحیم سے پڑھی۔ درس نظامی کی بڑی کتب آپ نے مولانا محمد اللہ عثمانی اور مشکوٰۃ مولانا سعید احمد سے پڑھی۔ یہ سب اساتذہ مدرسہ گنبداں پانی پت ہی میں پڑھاتے تھے۔ چوبیس برس کی عمر میں آپ نے قاری

ابو محمد محی الاسلام عثمانی سے قرات سبعہ کی سند اور اجازت حاصل کی اور بعد میں قاری حفظ الرحمٰن صدر شعبہ تجوید دارالعلوم دیوبند سے قراءت عشرہ کی اجازتی سند حاصل کی۔

درس نظامی کی تکمیل کیلئے آپ نے دیوبند کا سفر اختیار کیا۔ یہاں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی مولانا ابراہیم بلیاوی اور مولانا محمد رسول خان سے صحیح مسلم مفتی محمد شفیع سے مؤطا امام مالک مولانا اصغر حسین سے ابوداؤد اور مولانا اعزاز علی سے شمائل ترمذی کا درس لے کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ اور واپس پانی پت آکر مدرسہ اشرفیہ محلہ افغاناں میں پڑھانا شروع کیا۔ اور مسلسل تیس برس اس مدرسہ میں قران اور علوم قرانی کی خدمت سرانجام دی۔

پاکستان قائم ہوا تو آپ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے کچھ عرصہ اچھرہ لاہور میں پڑھایا پھر پنڈ دادنخاں ضلع جہلم میں ایک سال قیام کیا۔ اس کے بعد شکارپور سندھ تشریف لے گئے وہاں آپ نے ۱۹۵۶ء تک قیام فرمایا۔ اور مدرسہ اشرفیہ فیض القران میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مفتی محمد شفیعؒ کی دعوت پر آپ دارالعلوم نانکواڑہ کراچی چلے گئے۔ اور ۱۹۷۱ء تک اس مدرسہ میں بطور صدر مدرس خدمت قران کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے کراچی سے دیار رسول مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس کے بعد زندگی کے آخری سانس تک یہیں رہے۔ یہاں پر بھی اصلاح وارشاد نیز تعلیم قران کا سلسلہ جاری رہا۔ اگرچہ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے جسم کا دایاں حصہ بیکار ہو گیا تھا تاہم قاری سے قران سننے کا عمل

مسلسل جاری رہتا۔ زبان تو ساتھ نہ دیتی اگر پڑھنے والا کسی جگہ غلطی کرتا تو آپ اس کا ہاتھ مٹھی میں دباتے جس سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۸ شعبان ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۶۔ اپریل ۱۹۸۷ء بروز جمعرات تہجد کی اذان سے دس منٹ قبل یعنی سعودی عرب کے معیاری وقت تین بجکر پینتیس منٹ پر ہوا۔ اس طرح آپ کی عمر ترای برس ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں امام شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی نے پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں امام نافعؒ کے قرب میں دفن کیا گیا۔

قاری فتح محمدؒ کی تصانیف کی تعداد سترہ ہے جو مجموعی طور پر تین ہزار تین سو چھیتر صفحات پر مشتمل ہیں۔ تصانیف کے نام یہ ہیں۔ عنایات رحمانی جلد اول دوم سوم۔ یہ قصیدہ شاطبیہ کی شرح ہے۔ عمدۃ المبانی فی اصلاح عدۃ من ابیات حرز الامانی۔ القرۃ المرضیہ فی شرح الدرۃ المضیئہ۔ ترجمہ الوجوہ المسفرہ فی القرآت الثلاث المتممہ للعشرہ۔ اردو ترجمہ مقدمہ جزریہ۔ مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال۔ تسہیل القواعد۔ اسہل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد۔ سراج الغایات فی عد الآیات۔ کاشف العسر فی شرح ناظمۃ الزہر۔ نورانی قاعدہ۔ شجرہ فتحیہ مشتمل بر سلاسل طیبہ اربعہ اذکار فتحیہ۔ فضائل واحکام رمضان۔ تعلیم الاسلام بترتیب جدید۔ یہ کتاب غیر مطبوع ہے۔ اختصار مضامین بیان القرآن یہ بھی غیر مطبوع ہے۔ وصیت نامہ فتحیہ

قاری اظہار احمد تھانوی رح

(۱۹۳۰ء — ۱۹۹۱ء)

قاری اظہار احمد تھانویؒ ہندوستان کے معروف ضلع سہارنپور قصبہ تھانہ بھون میں پیدا ہوئے۔ تھانہ بھون خود مشاہیر کا مسکن ہونے کے سبب ایک اہم مقام خیال کیا جاتا ہے۔ قاری صاحب کی تاریخ پیدائش ۹ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمد اعجاز احمد تھا۔ گیارہ برس کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ حفظ قرآن میں آپ کے استاد حافظ خلیفہ اعجاز احمد تھے جو تھانہ بھون کی مشہور درسگاہ خانقاہ امدادیہ میں مدرس قرآن تھے۔ مدرسہ کا نام امداد العلوم تھا۔ ابتدائی تعلیم بھی اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ فارسی کی کتب مولانا محی الدین بنگالی جو بعد میں دار العلوم ڈھاکہ کے مفتی ہوئے سے پڑھیں۔ تاریخ سیرت اور حساب آپ نے مولانا محمد شریف سے پڑھا۔ ابتدائی عربی ہدایۃ النحو تک مولانا امیر احمد میرٹھی سے پڑھی۔ ادب۔ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتب میں آپ کے استاد مولانا محمد مدثر بنگالی تھے۔ جبکہ کافیہ۔ فصول اکبری۔ نحو میر آپ نے مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ سے پڑھیں۔ اور شرح جامی۔ اصول الشاشی۔ قدوری کنز الدقائق بشرح تہذیب قطبی وغیرہ مولانا محمد شریف سے مکمل کیں۔

مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے مذکورہ ابتدائی کتب کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۳ھ میں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور پہلے سال میں شرح وقایہ نور الانوار۔ تعلیم المتعلم مختصر المعانی اور سلم العلوم پڑھیں۔ دوسرے برس ملا حسن۔ ھدایہ اولین۔ مقامات حریری

میبذی ملا جلال میرزاھد اور سبعہ معلقہ پڑھیں۔ تیسرے برس ۱۳۶۵ھ میں جلالین شرح عقاید۔ مشکوٰۃ وغیرہ پڑھ کر ۱۳۶۶ھ میں دورہ حدیث مکمل کیا۔ دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریاؒ۔ مولانا عبداللطیفؒ مولانا منظور احمد خانؒ۔ مولانا محمد اسعداللہؒ۔ ان کے علاوہ جن دیگر اکابرین سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں علامہ صدیق احمد کشمیری مولانا ظریف احمد۔ مولانا عبدالشکور کامل پوری اور مولانا سعید احمد اجراڑوی شامل ہیں۔

تشکیل پاکستان کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں آپ ہجرت کرکے لاہور آگئے اور مقدس مسجد دھوبی منڈی پرانی انارکلی میں امامت اور خطابت کے فرائض سنبھالے۔ اور ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کے امتحان پاس کئے۔

دارالعلوم اسلامیہ چرچ روڈ پرانی انارکلی لاہور میں قائم ہوا تو وہاں کی انتظامیہ نے آپکی خدمات بطور مدرس حاصل کرلیں آپ وہاں عربی کتب پڑھانے پر مامور ہوئے۔ تدریسی خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے اسی مدرسہ میں قاری عبدالمالکؒ سے قراءات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ اور تجوید سال اول کی کتب پڑھاتے بھی رہے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار کرلی اور مولانا داؤد غزنویؒ کی دعوت پر مسجد چینیاں والی رنگ محل میں علم تجوید وقراءت کا مدرسہ قائم کیا۔ ۱۹۶۱ء میں آپ جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز لاہور میں خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ ۱۹۶۳ء میں قاری فضل کریمؒ کی دعوت پر آپ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل

میں صدر شعبہ تجوید ہو گئے۔ ۱۹۸۱ء میں آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں صدر شعبہ قرأت منتخب ہوئے۔ اس منصب پر فائز آپ نے علم تجوید کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۶ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں ملائیشیا اور ۱۹۸۴ء میں مکۃ المکرمہ میں منعقد ہونے والے مسابقہ حسن قرات میں آپ نے منصف کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۸۸ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں تمغۂ حسن اعلیٰ کارکردگی عطا کیا گیا۔

قاری صاحب کا انتقال ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں آسودہ خاک ہوئے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ حواشی جدیدہ۔ حواشی مفیدہ۔ مجموعہ نادرہ۔ ترجمہ المقدمۃ الجزریہ و تحفۃ الاطفال۔ ترجمہ الحواشی المفہمہ الجواہر النقیہ۔ امانیہ شرح شاطبیہ۔ توضیح المرام فی وقف حمزہ وہشام وغیرہ علم قرات کی ان کتابوں کے علاوہ آپ نے اخلاق محمدی۔ علوم حدیث۔ پیغام رمضان بھی لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ شجرۃ الاساتذہ اور سبعۃ احرف کی تشریح بزبان عربی نامکمل ہیں۔

قاری سید حسن شاہ بخاری رح

(۱۹۲۷ء — ۱۹۹۴)

قاری حسن شاہ بخاری موضع داتہ تحصیل بالسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید عالم شاہ بخاری ہے۔ آپ یکم اکتوبر ۱۹۲۷ء کو داتہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کا امتحان گاؤں کے سکول سے پاس کیا اور پھر باندمی ڈھونڈاں سے مڈل کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی ۱۹۴۱ء کے اواخر میں لاہور آگئے اور جامعہ فتحیہ مسجد جٹاں اچھرہ لاہور آئے اور حافظ مہر محمد سے اپنی دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ بھین ضلع جہلم آگئے اور یہاں مولوی کرم دین کے پاس ترجمہ قران پڑھا۔ اسی دوران بھین کے قریبی گاؤں مومڑہ میں مولانا محمد عابد سے کافیہ کا درس لیا۔ اس کے بعد دوبارہ جامعہ فتحیہ لاہور آگئے اور مولانا مہر محمد سے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں۔ ان کے علاوہ آپ نے حافظ عبدالمجید اچھروی اور قاری محمد ایاز صاحب سے بھی کسب فیض کیا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے حافظ مہر محمد سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ نے دوبارہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ مولانا مفتی محمد حسن مولانا محمد رسول خان اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی تھے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے قرات سبعہ میں قاری عبدالمالک رح سے سند حاصل کی۔ اس دوران آپ باقاعدہ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں طالب علم کی حیثیت سے قاری عبدالمالک رح سے درس تجوید لیتے رہے۔ آپ حسن الصوت تھے۔ اور نہایت عمدہ انداز میں تلاوت کرتے۔ اس حوالے سے آپکی شہرت بہت جلد

لاہور بیرون لاہور اور پھر پورے پاکستان میں پھیل گئی ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کے جلسہ تقسیم انعامات و دستار بندی میں تلاوت کیلئے آپکو منتخب کیا گیا۔ قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند اس جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ انہوں نے تقریر میں قاری حسن شاہ کی تلاوت کی بہت تعریف کی[1] آپ کی تلاوت سے متاثر ہو کر قاری فضل کریم آپ کو اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں بطور مدرس قرات لے آئے۔ ۱۹۵۶ء سے آپ نے باقاعدہ اس مدرسہ میں تدریس کا آغاز کر دیا[2] ۱۹۶۵ء میں آپ نے شیرانوالہ گیٹ میں ترتیل القرآن کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ غالباً یہ مدرسہ کامیاب نہ ہوا۔ کچھ عرصہ آپ کھنگراں والی مسجد مزنگ اڈہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۱ء میں آپکی خدمات جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد والوں نے حاصل کر لیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ دوبارہ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور آ گئے۔ کیونکہ مدرسہ تجوید القرآن کے صدر شعبہ قرات قاری اظہار احمد تھانویؒ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد تشریف لے جا چکے تھے۔ ان کی مسند خالی تھی اس مسند پر آپ کی تقرری ہوئی۔ یہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور ۲۰ اپریل ۱۹۹۶ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اور جنت البقیع کی آغوش میں آسودہ خاک ہوئے۔

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری۔ سوانح شیخ القراء قاری عبدالمالکؒ۔ ص ۱۷

(۲) قاری محمد سبحان۔ مضمون حالات قاری حسن شاہ مندرجہ مجلہ

علم قراءت پر تصنیفی و تحریری کام

پاکستان میں طبع ہونے والی اردو کتب تجوید و قراءت کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسی کتب جو قیام پاکستان سے قبل لکھی گئیں اور تقسیم سے قبل ہند میں طبع ہوئیں پھر قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں بھی شائع ہوئیں۔

۲۔ ایسی کتب جو تقسیم کے بعد پاکستان میں لکھی گئیں اور طبع ہوئیں۔

موضوع کے لحاظ سے ان کتب کی چار قسمیں ہیں۔

کتب کے تراجم و حواشی

کتب قراءت

کتب تجوید

سوانحات

اگلے اوراق میں اسی حوالے اور اسی ترتیب سے کتب تجوید و قراءت کا تذکرہ ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۵۲ء تک اردو زبان میں علم قراءت پر صرف چار معتبر کتابیں لکھی گئیں۔ اس ضمن میں شیخ القراء قاری فتح محمدؒ فرماتے ہیں" اردو میں علمائے کرام نے تجوید پر تو چھوٹے بڑے کافی رسالے لکھے فجزاھم اللہ خیرالجزا، لیکن علم قراءت پر جہاں تک مجھے علم ہے صرف چار تصانیف وجود میں آئیں"(۱)

---

(۱) فتح محمد قاری ، عنایات رحمانی ۱/۱

اسھل الموارد فی شرح عقیلۃ اتراب القصائد

یہ کتاب دراصل علامہ شاطبیؒ کی کتاب بعنوان "عقیلۃ اتراب القصائد فی اسنی المقاصد" کی شرح ہے۔ عقیلہ اتراب منظوم ہے جو دوسو ایکانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ ہر شعر حرف را (ر) پر ختم ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے قصیدہ رائیہ بھی کہا جاتا ہے۔ پورے قصیدے کا موضوع علم الرسم ہے۔ اشعار خاصے دقیق ہیں جن میں استعارات اور تشبیہات استعمال کی گئی ہیں۔ قاری فتح محمد پانی پتیؒ نے اسھل الموارد کے عنوان سے ان تمام اشعار کا اردو ترجمہ اور تشریح لکھ دی ہے۔

قاری فتح محمد اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ "قصیدہ رائیہ علامہ شاطبیؒ کی تصنیف ہونے کے سبب نہایت معتبر ہے اور موصوف نے اس میں بھی اپنی عادت کے موافق استعارات اور تشبیہات کو استعمال فرماکر اس کو نہایت فصیح و بلیغ بنادیا ہے۔ اور اس میں حضرت نے علامہ دانیؒ کی مقنع کے مضامین کو نظم کیا ہے۔ اور چونکہ احقر کو اس فن کی نظموں سے بالخصوص علامہ شاطبیؒ کے قصیدوں سے طبعی طور پر بہت ہی محبت ہے اس لئے ایک زمانے سے اس کوشش اور فکر میں ہے کہ ان قصیدوں کی شروح اردو میں ہو جائیں" (۱) ان کے مطابق جن کتب سے مدد لی گئی وہ یہ ہیں افضل الدرر قاری عبدالرحمٰن مکی۔ المعانی الجلیلہ قاری عبداللہ مرادآبادی۔ اتحاف فضلاء البشر علامہ احمد البناء دمیاطی۔ اسھل الموارد کو قراءت اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔ بڑے سائز کے ایک سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں قاری محب الدین کی کتاب ضیاء البرہان کا خلاصہ دیا گیا ہے

(۱) فتح محمد قاری، اسھل الموارد فی شرح عقیلہ اتراب القصائد ۶۔

التحفۃ المرضیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریہ
المعروف بہ شرح جزری اردو

یہ کتاب مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری کی لکھی ہوئی ہے۔ جسے کتب خانہ مظہری کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ علامہ جزری کی مشہور کتاب مقدمہ جزری کی اردو شرح ہے جو کتابی سائز کے تین سو تینتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں تین اکابر علماء و قراء حضرات کی تقاریظ شامل ہیں۔ ان میں حضرت مولانا المقری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قاری بشیر احمد شیخ التجوید والقرأت مدینہ منورہ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ شامل ہیں اس شرح کے بارے میں قاری بشیر احمد لکھتے ہیں کہ "یہ شرح نہ بہت طویل ہے اور نہ بہت مختصر بلکہ خیر الامور اوسطھا کا مصداق ہے۔ طرز بیان شگفتہ اور دل آویز ہے" (۱) تقریباً ایسے خیالات کا اظہار باقی دونوں حضرات نے بھی کیا ہے۔

علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہیں علم تجوید پر ان کی شخصیت مسلم ہے ان کی علم تجوید و قرأت پر دو کتابیں بہت زیادہ مشہور ہوئیں ایک النشر فی قرات العشر دوسرے مقدمۃ الجزری۔ دوسری کتاب منظوم ہے جو ایک سو سات اشعار پر مشتمل ہے۔

مؤلف مولانا عاشق الٰہی نے ان تمام اشعار کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ہر شعر کے ترجمہ کے

---

(۱) محمد عاشق الٰہی، شرح جزری، ۳۰

بعد سلیس اردو زبان میں اسکی تشریح لکھی ہے۔ ہر شعر کی تشریح برای وضاحت سے کی گئی ہے۔ اس وضاحت میں موصوف تجوید کے متعلقہ مسائل کو بھی عنوانات کے تحت بیان کرتے چلے جاتے ہیں مثلاً شعر نمبر ۷ کا ترجمہ یہ ہے

محرری التجوید والمواقف
وکما الذی رووہ تم فی المصاحف

ترجمہ۔ اس حال میں کہ تجوید کو اچھی طرح ادا کرنے والے ہوں اور مواقع وقف کو اور اس (رسم خط) کو جو مصاحف (عثمانیہ) میں اختیار کیا گیا ہے پہچاننے والے ہوں۔

اس شعر کی تشریح میں مولف نے جمع تدوین قران اور رسم عثمانی کی پوری وضاحت کی ہے۔ یہی کیفیت تمام اشعار کی تشریح و توضیح میں شروع سے آخر تک موجود ہے۔

اشعار کی شرح کے بعد آخر میں امام عاصمؒ اور ان کے دونوں راوی حضرت ابوبکر شعبہ اور حضرت حفصؒ کے احوال کو بھی قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ علامہ شاطبی اور علامہ شمس الدین جزری صاحب مقدمہ کا تعارف نامہ بھی لکھا ہے

مولف نے علم قرات میں اپنی سند کو بھی بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تک اس کو متصل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ سند دین کا جزو ہے اگر سند بیان کرنے کی پابندی نہ ہو تو جس کا جو جی چاہے کہ دے۔[1]

---

(۱) محمد عاشق الٰہی، شرح جزری، ۲۵۹

الجواہر النقیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ

یہ مقدمہ جزریہ کے اشعار کی شرح ہے۔ مقدمہ جزریہ جو کہ ایک سو نو اشعار پر مشتمل ہے قرات کی اہم کتاب مانی جاتی ہے۔ الجواہر النقیہ بڑے کتابی سائز کے دو سو پچانوے صفحات پر پھیلی ہوئی شرح ہے جو قاری اظہار احمد تھانوی کے قلم سے ہے۔ شارح نے پہلے ہر شعر کا ترجمہ لکھا ہے پھر ایک ایک شعر کے اسرار و رموز کو پوری شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔ تاکہ قاری کو مسائل آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ شارح نے ہر شعر کی وضاحت میں چار اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ ش ۔۔۔ اس سے مراد مقدمۃ الجزری کا شعر ہے۔

ت ۔ سے مراد اس کا اردو ترجمہ۔ ل ۔۔ سے مراد حل الفاظ اور ترکیب نحوی ہے

ح ۔ سے مراد اس شعر کی شرح ہے۔ گویا اس کتاب میں جزری کے اشعار کا مکمل متن پھر ترجمہ پھر مشکل اور ادق الفاظ کی لغوی بحث اور نحوی بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد مسائل کی تشریح لکھی گئی ہے۔ یہ تشریح اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ شارح نے اس کی تیاری میں علم قرأت کی کم و بیش چھیالیس انتہائی بلند پایہ کتب کے حوالے دیئے ہیں۔ اسی لئے شارح نے بجا طور پر لکھا ہے کہ "

"فنی مسائل کے ذکر میں اگر کہیں دوسرے مؤلفین سے مخالف
بات دیکھیں تو میری تغلیط میں جلدی نہ کریں۔ میں نے ہر
مسئلہ پر کتابوں کا حوالہ دیا ہے"

الحواشی المفہمہ فی شرح المقدمہ
تالیف احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن علی بن الجزری
مع الترجمہ بالاردیہ

الحواشی المفہمہ مقدمہ جزریہ کے اشعار کی شرح ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ محولہ بالا کتاب الحواشی المفہمہ کا اردو ترجمہ ہے جو قاری اظہار احمد تھانویؒ کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے پوری کتاب ایک سو ترانوے صفحات پر مشتمل ہے شروع میں مترجم کے قلم سے بزبان عربی مختصر دیباچہ دیا گیا ہے۔ پھر صفحہ سات سے لیکر صفحہ پندرہ تک عبدالغفور محمود مصطفیٰ الیسوی ایٹ پروفیسر جامعہ اسلامیہ آباد کی لکھی ہوئی تقریظ ہے جسمیں علامہ احمد الجزری کے حالات وکوائف کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کے بعد شیخ عبدالحیٔ زاہران مدرس قرات جامعہ اسلامیہ اسلام آباد کی لکھی ہوئی مختصر تقریظ ہے۔ پھر الحواشی المفہمہ کا عربی متن دیا گیا ہے۔ عربی متن کے تقاریظ سمیت عربی متن کا اردو ترجمہ ہے جو صفحہ پچاسی سے لے کر صفحہ ایک سو ترانوے تک ممتد ہے ترجمہ نہایت سلیس عمدہ سادہ اور بامحاورہ انداز میں کیا گیا ہے۔ ترجمہ پڑھتے ہوئے اس بات کا ہرگز احساس نہیں ہوتا کہ کسی کتاب کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ کسی مستقل ذاتی تصنیف کا گمان گزرتا ہے۔ عبدالغفور محمود مصطفیٰ نے مذکورہ شرح کو بہت مکمل اور مضبوط قرار دیا ہے۔ وہ مؤلف کی دقت نظر کی تعریف کرتے ہوئے حرف ض پر ان کی تحقیق کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسم ابن مسعود بالضاد تھا اور مصحف امام اور بقیہ کا رسم بالظاء تھا لیکن کوفی طرز تحریر میں ضاد کے شوشے کو اس طرح بلند کرکے لکھا جاتا ہے کہ وہ ظاء کے بھی مشابہ ہوجاتا ہے

الدراری شرح الدرہ
فی القراءات الثلاث المتممۃ للقراءات العشر

الدرہ شیخ ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری کی تصنیف لطیف ہے۔ جس پر شرح الدراری کے عنوان سے قاری اظہار احمد تھانویؒ نے شرح لکھی ہے۔ جو بڑے سائز کے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ قراءات سبعہ کی طرح قراءات ثلاثہ بھی علم تجوید میں اہم مقام رکھتی ہیں الدرہ کو علامہ جزری نے تکمیل عشرہ کے طور پر تحریر کیا۔ جس میں بزبان اشعار مسائل تجوید اور اختلاف قرارات کو بیان کیا گیا ہے کل اشعار کی تعداد دو سو اکتالیس ہے۔ شارح کے مطابق "درہ میں وہ حلاوت تو خیر نہیں ہے جو شاطبیہ میں ہے اور مزید یہ کہ درہ میں بے حد اطلاقات اور لفظی استغناء ہیں اور اعتماد علی الشہرت کی بناء پر تعمیم یا تخصیص یا تقیید پر کوئی اشاریہ نہیں لاتے نہ رموز اور کلمہ قرانی میں کوئی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تاہم ناظم کا کمال یہ ہے کہ مسائل میں اشتباہ یا التباس پیدا نہیں ہونے دیا"(۱)

قاری اظہار احمد تھانویؒ نے ہر شعر کی تشریح پورے شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہے لیکن لفظی ترجمہ کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا بلکہ با محاورہ ترجمہ کے ساتھ مفہوم کو واضح کر دینے پر اکتفا کیا ہے کتاب کے شروع میں دو صفحات پر علامہ جزریؒ کے حالات زندگی مندرج ہیں۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، الدراری شرح الدرہ، ۶۔

العطایا الوھبیہ یعنی مقدمہ جزریہ کی اردو شرح

چھوٹے کتابی سائز کی تین سو چھپیتر صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے۔ ان کے بقول یہ کتاب انہوں نے ۱۳۷۷ھ کو ساڑھے پانچ ماہ میں مکمل کی (۱)

شارح نے مقدمہ جزریہ کے اشعار کی تشریح و ترجمہ اس انداز سے کیا ہے کہ ہر شعر کی ترکیب نحوی کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ قوسین میں تشریح دی گئی ہے۔ کہیں کہیں تشریح کا علیحدہ عنوان قائم کر کے تفصیلی بحث ہے۔ مزید مضمون کو فائدہ کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے۔ اس شرح میں شارح نے زیادہ تر انحصار ملا علی قاری کی کتاب المنح الفکریہ پر کیا ہے۔ ان کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے قاری فتح محمدؒ کی بعض تالیفات سے بھی مدد لی ہے۔ اور ان کے مضامین کو بعینہ ان کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ شرح میں قرأت کے آئمہ کے ناموں کیلئے مختصر رموز استعمال کی گئی ہیں۔ مثلاً مدنی یا مدنیان برائے نافع و ابوجعفر یزید۔ حبر۔ مکی اور ابوعمرو مازنی کیلئے اسی طرح بصری۔ مازنی اور یعقوب حضرمی کیلئے۔ اگرچہ شارح نے یہ اصطلاحات طوالت سے بچنے کی غرض سے استعمال کی ہیں تاہم ان کی وجہ سے قاری کو کچھ زیادہ سہولت حاصل نہیں ہوتی

کتاب کے آخر میں ضمیمہ کے عنوان سے تین مزید جزوں کو شامل کیا ہے۔ اشعار کے اوزان کی تقطیع پہلے بارہ اشعار کے ذریعے سمجھائی گئی ہے پھر شعر کے اوزان کو معلوم کرنے کا طریقہ

آخری صفحہ پر قاری فتح محمدؒ کی تقریظ موجود ہے جو کتاب ترجمہ و تشریح کیلئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

---

(۱) رحیم بخش۔ العطایا الوھبیہ۔ ۳

الفوائد السلفیہ علی المقدمۃ الجزریہ

تالیف علامہ شمس الدین محمد جزری الشافعیؒ

تعلیق و ترجمہ قاری محمد ادریس عالم

جیسا کہ نام اور سرورق سے ظاہر ہے کہ یہ کتابچہ مقدمہ جزری کے اشعار کا ترجمہ و تشریح ہے جو قاری محمد ادریس عالم کی تلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ پہلے تیں صفحات پر علامہ جزریؒ کے حالات و کوائف لکھے گئے ہیں پھر سولہ صفحات پر مقدمہ جزری کے عربی اشعار کا متن ہے۔ اسکے بعد اڑسٹھ صفحات پر ان اشعار کا ترجمہ اور مختصر تشریح دی گئی ہے۔ مقدمہ جزریہ کے ساتھ آخر میں تحفۃ الاطفال کے اکسٹھ اشعار کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ کتاب کے سرورق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال ایک ہی مصنف کی کتابیں ہیں جن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس معاملہ میں یا تو مترجم سے سہو ہوا ہے یا مترجم کو اس بات کا علم نہیں کہ مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال دو الگ الگ منظوم کتابچے ہیں۔ ترجمہ اور تعلیق میں بھی کوئی ندرت نہیں بلکہ بیشتر باتیں الفاظ و توضیحات مستعار ہیں۔

القرۃ المرضیۃ فی شرح الدرۃ المضیئۃ

بڑے کتابی سائز کے دو سو چھین صفحات پر مشتمل یہ کتاب شیخ القرا قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تالیف ہے۔ جو الدرہ کی شرح ہے۔ الدرہ المضیئہ علامہ ابوالخیر محمد بن محمد جزری کی کتاب ہے جو ساری منظوم ہے۔ شعروں کی تعداد دو سو چالیس ہے۔ ان اشعار میں علامہ نے سبعہ کے بعد والی تین قرائتوں کو جمع کیا ہے۔ قاری فتح محمدؒ نے ان تمام اشعار کا ترجمہ بھی کیا ہے اور ان کی مفصل تشریح بھی لکھی ہے۔ شارح چونکہ بصارت سے محروم تھے اس لئے اس کتاب کو انہوں نے پہلے قاری محمد اسماعیل پانی پتی سے املا کرایا۔ یہ کام ان کے بقول قیام پاکستان سے قبل ۱۹۳۹ء میں مکمل ہو چکا تھا لیکن طبع ہونے کی نوبت نہ آئی۔ پھر اکیس برس انہوں نے اس مسودہ کو از سر نو مرتب کیا اور زبان و بیان کی اصلاح بھی کی اس اصلاح کے بعد یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۶۰ء میں کراچی سے طبع ہوئی۔ شارح نے اس بات کا اہتمام بھی کیا کہ شعر کی تشریح میں جہاں کسی فرد کا نام ذکر ہوا وہاں اس کے مختصر حالات بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ اس شخصیت کا تعارف بھی قاری کو حاصل ہو سکے آخر میں شارح نے لکھا ہے کہ یہ شرح نظر ثانی کے بعد ۲۲ اگست ۱۹۵۹ء کو مکمل ہوئی[1]

علامہ جزری نے یہ قصیدہ سفر حج کے دوران ایسے عالم میں لکھا تھا جبکہ راستہ میں ڈاکوؤں نے ان کا سارا سامان چھین لیا اور وہ انتہائی پریشانی کے عالم میں تھے لیکن اللہ نے ان کی مدد کی مدینہ تک سواری کا انتظام بھی ہو گیا اور پھر وہ اپنے قبیلہ میں بھی پہنچ گئے۔

---

(۱) فتح محمد، القرۃ المرضیہ، ۳۵۰

المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ

بڑے کتابی سائز کے چھ سو بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش رح پانی پتی کی تالیف ہے۔ ماہر بن علم قرات کے نزدیک قرات عشرہ میں قصیدہ طیبۃ النشر انتہائی ادق اور مشکل تصور کیا جاتا ہے۔ اس کتاب یا قصیدہ کے دس سو پندرہ اشعار ہیں جو لغت۔ تراکیب رموز و طرق کے لحاظ سے خاصے مشکل ہیں۔ قاری رحیم بخش رح نے اس مشکل قصیدے کے تمام اشعار کے ترجمہ و تشریح کو المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ کا نام دیا ہے۔ ترجمہ اور تشریح دونوں سادہ سلیس آسان اور عام فہم اردو زبان میں تحریر کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں فائدہ کے عنوان سے کسی عقدہ کی مزید توضیح بھی دی گئی ہے۔ تاکہ فہم سہل ہو۔

بعض مقامات پر توضیحی نوٹ کئی کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے علم قرات کے بہت سے دقیق مسائل کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ یہ کتاب علم قرات کے حوالے سے اردو زبان بہت اہم اضافہ ہے۔ کتاب کے آغاز میں قاری المقری فتح محمد رح پانی پتی مہاجر مدنی کی تقریظ ہے جو کتاب کی اہمیت کے سلسلے میں بہت بڑی سند ہے۔ منجملہ اور باتوں کے آپ لکھتے ہیں۔" قاری صاحب موصوف نے اس خدمت کو انجام دے کر اس حقیر و ناچیز پر بھی بہت بڑا احسان فرمایا ہے" (۱)

(۱) رحیم بخش، المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ، ۱۔

المقدمۃ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال
(قاری محمد شریف)

المقدمۃ الجزریہ اور تحفۃ الاطفال دو الگ الگ کتابیں ہیں۔ دونوں منظوم ہیں اور علم تجوید کی معتبر کتب شمار کی جاتی ہیں مقدمۃ الجزریہ کے ناظم امام المجودین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف ہیں۔ آپ کا لقب شمس الدین اور کنیت ابو الخیر ہے امام جزری کے نام سے معروف ہیں۔ آپ نے چالیس کے قریب شیوخ سے علمی استفادہ کیا اور شیراز میں دار القراء کے نام سے تجوید کا مدرسہ قائم کیا ۸۳۳ھ بروز جمعہ شیراز ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

مقدمہ جزریہ کے ایک سو گیارہ اشعار ہیں۔ تحفۃ الاطفال علامہ شیخ سلیمان بن حسین بن محمد کی کتاب ہے جس میں اکسٹھ اشعار ہیں۔ قاری محمد شریف المتوفی ۱۳۹۸ھ نے ان دونوں منظوم کتابوں کو یکجا کر کے اشعار کا اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ جو نہایت سلیس ہے اور ساتھ ہی تھوڑے تشریحی نوٹ بھی لکھے ہیں، جو ترجمہ کے ساتھ ہی قوسین میں مندرج ہیں۔ جن کی وجہ سے متعلقہ مباحث کی وضاحت اچھے انداز سے ہوتی ہے موصوف مترجم نے ان دونوں منظوم کتابچوں کو یکجا کر کے ترجمہ کرنے کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

"قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ مصر وغیرہ میں یہ نظم (تحفۃ الاطفال) بھی جزریہ ہی کی طرح پڑھی پڑھائی جاتی ہے چنانچہ مصر سے قرأت کے جو متون سبعہ و متون عشرہ شائع ہو رہے ہیں ان میں شاطبیہ درہ رائیہ اور جزریہ وغیرہ کے ساتھ تحفۃ الاطفال بھی شائع

ہوتی ہے۔ اس لئے جی میں آیا کہ اگر جزریہ کے ساتھ تحفۃ الاطفال کا متن اور اس کا ترجمہ بھی شائع ہو جائے تو کتابچہ نور علی نور کا مصداق بن جائے" (۱)

مترجم نے کتاب کے آغاز میں دونوں کتابوں میں بیان شدہ مضامین کی تبویب شائع کی ہے تاکہ قاری کو مطلوبہ مضمون یا حصہ تلاش کرنے میں سہولت ہو سکے تمام موضوعات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ مضامین مقدمۃ الجزریہ

تعارف۔ حمد وصلوٰۃ رسالہ کا نام۔ حرفوں کے مخارج۔ صفات۔ تجوید کی معرفت۔ حرفوں کے ادا کرنے کے طریقے۔ را کے پر اور باریک ہونے کے قاعدے۔ استعلا اور اطباق کی تفخیم۔ ادغام۔ ضاد اور ظا میں فرق۔ جن چیزوں سے قاری کو بچنا چاہیے۔ نون و میم مشددتین اور میم ساکن کے احکام نون ساکن و تنوین کے احکام۔ مدوں کی بحث۔ وقف و ابتدا کی معرفت۔ مقطوع و موصول اور تائے مجرورہ کی پہچان۔ تانیث کی اس "ھا" کا بیان جو دراز "تا" کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ ہمزہ وصلی کی حرکت۔ وقف کی کیفیت اور اس کے طریقے۔ ناظم کے مختصر حالات۔

تحفۃ الاطفال کے مضامین کی تبویب اس طرح ہے

تعارف حمد وصلوٰۃ رسالہ کا نام مضامین۔ نون ساکن اور تنوین کے احکام۔ تشدید والے میم اور نون کا حکم۔ میم ساکن کے احکام۔ لام تعریف اور لام فعل کا حکم۔ شمسیین۔ متقاربین اور متجانسین کی تعریفات اور ان کے ادغام۔ مد کی قسمیں۔ مد کے احکام۔ مد لازم کی قسمیں۔ (۲)

---

(۱) محمد شریف، المقدمہ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال، ۵۸، ۵۹

(۲) " " " " " " " ۲، ۳

امانیہ شرح شاطبیہ جلد اوّل

امانیہ شاطبیہ (حرز الامانی ووجہ التہانی) کی شرح ہے۔ حرز الامانی علم قرات کی انتہائی اہم اور معتبر کتاب کے طور پر مسلم ہے عموماً شاطبیہ کے نام سے معروف ہے۔ اسکی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں علمائے قرات نے اسکی طویل اور مختصر شرحیں لکھی ہیں۔ امانیہ بھی شاطبیہ ہی کی شرح ہے۔ جسے محقق استاد قاری اظہار احمد تھانویؒ نے تحریر کیا ہے شروع میں علامہ شاطبی کے حالات زندگی ہیں اور حرز الامانی کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اسکی مختلف ادوار میں لکھی جانے والی شروح کا ذکر ہے۔ امانیہ شرح شاطبیہ ایک سو ستاون (صفحات) صفحات پر مشتمل ہے جسمیں چار سو چوالیس اشعار کی تشریح کی گئی ہے۔ شارح نے ہر شعر کو جلی حروف میں لکھا ہے اور اسکے نیچے اردو زبان میں سلیس ترجمہ دیا ہے اور کہیں کہیں مشکل رموز کی تشریح کی ہے۔ جس سے اشعار کا مفہوم سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً شعر نمبر ۲۶ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وَقالون عیسیٰ ثم عثمان ورشھم بصحبتہ المجد الرّفیعَ تَاثّلَا

قالون عیسی اور عثمان ورش دونوں نے نافع کی صحبت میں بڑا اونچا شرف حاصل کیا۔ یعنی نافع کے پہلے راوی عیسی بن مینا ہیں قالون کے لقب سے مشہور ہوئے (قالون رومی زبان میں عمدہ کو کہتے ہیں) پیدائش سنہ ۱۲۰ھ مدینہ میں وفات سنہ ۲۲۰ھ دوسرے راوی ابو سعید عثمان بن سعید مصری ورش کے لقب سے مشہور ہیں۔ نافع ان کو خوبصورت اور سپید رنگ ہونے کی وجہ سے ورش فرمایا کرتے تھے۔

امانیہ شرح شاطبیہ جلد دوم

یہ امانیہ کی دوسری جلد ہے جو بڑے سائز کے ایک سو اکتر صفحات پر مشتمل ہے۔
جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ امانیہ قاری اظہار احمد تھانویؒ کی تالیف ہے۔ امانیہ کی پہلی جلد میں انہوں نے شاطبیہ کے چار سو چوالیس اشعار کی شرح کی تھی جبکہ دوسری جلد میں بقیہ تمام اشعار کی تشریح کی گئی ہے۔ اس حصہ میں فرش کی بحث ہے۔ اور قران مجید کی تمام سورتوں کے علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کر کے فروش کو واضح کیا گیا تشریح و توضیح میں وہی طریق اختیار کیا ہے جو جلد اول کے اشعار میں اختیار کیا گیا تھا۔ یعنی ہر شعر جلی اور اس کے نیچے سادہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ اور مختصر تشریح۔

آخر میں قاری اظہار احمد تھانویؒ نے اپنے اساتذہ و مشائخ کی تقریر و تحریر سے استفادہ کئے ہوئے کچھ ضروری فوائد درج کئے ہیں۔ جس میں قراءت روایت اور طرق کے فرق کو واضح کیا ہے۔ نیز خلاف واجب۔ خلاف جائز۔ جمع قراءات اور اسی قبیل کی دیگر بحثیں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مدلین مدبدل اور ذوات الیاء کے سلسلہ میں جائز و ناجائز وجوہ کو نقشوں اور جدول میں واضح کیا ہے۔ اس ضمن بارہ شکلیں الگ الگ بنائی گئی ہیں۔ اور اس طرح جائز و ناجائز وجوہ کی بحث کی تفہیم کو آسان کر دیا ہے

تنشیط الطبع فی اجراء السبع از
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح
تصحیح و تعلیق و اضافہ مزید فضیلۃ الشیخ المقری اظہار احمد تھانوی رح

مولانا اشرف علی تھانوی رح نے یہ کتاب سبعہ قراءات کے طرق تلاوت (جمع الجمع) پر لکھی تھی۔ آپ کی یہ کتاب اساتذہ و طلباء میں بہت مقبول و متداول ہے سبعہ قراءات کو پڑھ لینے کے بعد اصل مسئلہ ان طرق کے انطباق اور اجراء کا ہے یعنی HOW TO APPLY - یہ خاصا مشکل اور ادق معاملہ ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رح نے آسانی کی غرض سے طرق سبعہ کو جمع کیا ہے۔ شروع میں سبعہ قرات کے آئمہ اور ان کے راویوں کا ذکر ہے پھر مزید تین آئمہ اور ان کے راویوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کے بعد ان آئمہ کرام کی قراءت اور ان کے رواۃ کے قواعد بیان کیے ہیں۔ اس طرح ان تمام رواۃ کے اختلافات تلاوت واضح ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک صفحہ پر معلم کے آداب اور متعلم کے آداب کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس حصہ میں مولانا اشرف علی تھانوی رح نے جدول کے ذریعے تمام راویوں کے اختلاف کو الگ الگ لیکن ایک جگہ جمع کر دیا ہے تاکہ پڑھنے والا تمام اختلافات کو ایک ہی جگہ دیکھ لے اور سمجھ کر پڑھ سکے۔ اس کی صورت انہوں نے یہ قائم کی کہ پہلے خانہ میں نمبر شمار درج کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے یہ فائدہ ہے کہ آیت کے وجوہ کا عدد معلوم ہو جائیگا دوسرے خانہ میں قراء کی ترتیب کہ اول کس

کولیا اس کے بعد کس کو تیسرے خانہ میں اس کی روایت پھر جس کلمہ میں اختلاف ہے اس کے اوپر خط کھینچ کر وہ اختلاف ضبط کے لفظوں میں لکھ دیئے ہیں اور مزید احتیاط کے طور پر مدات کی مقدار کو واضح کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ توسط کو (ـــ) شکل میں اور طول کو (ـــــ) شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اختلاف کرنے والوں کے نام اس کلمہ کے نیچے لکھ دیئے ہیں اور چوتھے خانہ میں مندرجین کے نام ہیں۔ مولانا اس تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ

"اب یہ ایسی صورت ہے کہ مبتدی اس کو دیکھ کر پڑھتا چلا جاوے تو بے تکلف و بے تامل جمع الجمع ہو جاوے گا۔ جب اس قدر ذہن نشین ہو جاوے گا تو آئندہ خود اس کا طریقہ نکال کر سمجھ سکتا ہے"[1]

اس کتاب پر قاری اظہار احمد تھانویؒ نے حاشیے میں بہت مفید وضاحتیں درج کی ہیں۔ مثلاً جہاں کسی امام قرات کا نام آیا ہے وہاں حاشیہ پر انہوں نے مختصر حالات بھی لکھ دیئے ہیں۔ اسی طرح جہاں قواعد کی بحث میں مولانا اشرف علی نے اختصار سے کام لیا یا کوئی مسئلہ ادق بیان کیا تو قاری اظہار احمد تھانویؒ نے اس کی مزید توضیح و تشریح کر کے آسانی پیدا کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے تنشیط الطبع فی اجراء السبع کے افادی پہلو میں اضافہ ہو گیا ہے۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، تنشیط الطبع فی اجراء السبع، ۶۹

تنویر التیسیر مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ

بڑے کتابی سائز کے تین سو بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب دراصل دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ ایک کتاب التیسیر دوسرے الوجوہ المسفرہ۔ پہلی کتاب کا پورا نام کتاب التیسیر فی القراءات السبعہ ہے جو علامہ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی کی بہت معروف کتاب ہے۔ آپ چوتھی صدی ہجری کے مشہور آئمہ قراءت میں سے ہیں۔ اندلس کے رہنے والے تھے۔ روئے زمین پر قراءات سبعہ کی تمام اسناد آپ پر منتہی ہوتی ہیں تنویر التیسیر اصلاً اسی کتاب التیسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ جو قاری رحیم بخشؒ کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ قاری رحیم بخش لکھتے ہیں۔

"علامہ ابوعمرو عثمان نے کتاب التیسیر میں سات قرائتیں نہایت اختصار کے ساتھ اور جامعیت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ اور اس فن میں اس کتاب کا مرتبہ وہ ہے جو حدیث میں بخاری کا ہے۔ اس کے بعد جتنی بھی کتابیں تصنیف ہوئیں ہیں ان سب کی اصل اسی کو مانا گیا ہے۔" (۱)

دوسری کتاب الوجوہ المسفرہ شیخ القراء محمد بن احمد بن عبداللہ المعروف متولی کی ہے جو تقریباً صدی پہلے کے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۳۱۳ھ میں ہوا۔ انہوں نے سات کے بعد والی تین قراءتوں کو الوجوہ المسفرہ میں جمع کیا ہے۔ یہ کتاب بھی عربی زبان میں ہے جسکا ترجمہ استاد الاساتذہ قاری فتح محمدؒ پانی پتی مہاجر مدنی نے کیا ہے۔ تنویر التیسیر

(۱) رحیم بخش قاری، تنویر التیسیر ۶

مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے دونوں کتابوں کا اردو ترجمہ ہے جسکو یکجا کرکے شائع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب دس قراءات کے اصول و فروش کو جامع ہے۔ ترجمہ میں نہایت آسان اردو زبان استعمال کی گئی ہے۔ الوجوہ المسفرہ کے مترجم قاری فتح محمدؒ چونکہ بصارت سے محروم تھے۔ خود تو نہ لکھ سکتے تھے اس لئے انہوں نے ترجمہ املا کرایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

" چونکہ میں آنکھوں سے معذور بھی ہوں اور کم علم بھی ..... اس لئے اولاً قاری محمد اسماعیل صاحب پانی پتی مدرس دینیات نور محمد ہائی سکول حیدر آباد سندھ پھر عبدالوحید خاں شاہ جہان پوری کے قلم اور انکی قراءۃ کی مدد سے اس کا ترجمہ پورا کیا گیا۔ (۱)

کتاب کو قراءت اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے اگرچہ یہ کتاب اس سے قبل بھی پاکستان میں چھپ چکی ہے تاہم پیش نظر نسخہ نئے اضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے کتاب میں دونوں مؤلفین یعنی ابوعمرو الدانی اور محمد بن احمد متولی کے حالات زندگی بھی شامل کر دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی دونوں مترجمین یعنی قاری رحیم بخش پانی پتی اور قاری فتح محمدؒ پانی پتی کے احوال و آثار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب پر قاری ابو محمد محی الاسلام کی مختصر تقریظ بھی ہے جو اس ترجمہ کی سند صحت کیلئے قوی دلیل ہے

اس جگہ کتاب کا نام الوجوہ المسفرہ تحقیق طلب ہے۔ یہ کتاب الوجوہ المسفرہ ہے یا الوجوہ المغسرہ۔ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ جو مصری مکتب میں تمام قراء پاکستان و ہند

(۱) رحیم بخش قاری۔ تنویر التیسیر مع ترجمہ الوجوہ المسفرہ ۳۱۴

کے استاد ہیں۔ آپ جو قراءت عشرہ کی سند اپنے شاگردوں کو عطا فرماتے تھے اس سند میں اس کتاب کا نام الوجوہ المفسرہ لکھا ہے[1]۔ جبکہ قاری فتح محمدؒ نے الوجوہ المسفرہ لکھا ہے۔

اگر معنوی اعتبار کا لحاظ رکھا جائے تو الوجوہ المفسرہ ہی زیادہ صائب ہے یعنی وہ وجوہ جنکی وضاحت کی گئی۔ جبکہ الوجوہ المسفرہ کی ترکیب کا مطلب ہے روشن چہرے یہ عنوان کتاب کے موضوع کے اعتبار سے شاید زیادہ قریب نہیں۔ البتہ یہ ترکیب قرآنی آیت سے مستعار ضرور ہے۔ اس لحاظ سے الوجوہ المفسرہ زیادہ صحیح ہے یوں بھی قاری عبدالرحمٰن مکیؒ قاری فتح محمدؒ کے اساتذہ کے ہم عصر ہیں۔ مرتبہ میں بلند ہیں۔ لہذا ان کی رائے فائق ہے۔ ایک غالب گمان یہ بھی ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے یہ کتاب املاء کرائی کیونکہ آپ نابینا تھے۔ ضروری نہیں املاء لکھنے والا علوم قراءت کا ماہر بھی ہو۔ البتہ اس کا حافظ قرآن ہونا یہی امر ہے۔ لہذا اس نے قرآنی حوالے سے اس کتاب کا نام الوجوہ المسفرہ لکھ دیا اور اس طرح یہی نام متداول ہو گیا۔

---

(۱) سند جاری کردہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ

تنویر المراءت شرح ضیاء القرأت

عام کتابی سائز کے ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل اس کتاب کو قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا ہے۔ ضیاء القراءت قاری ضیاء الدینؒ کی کتاب ہے جس کی شرح تنویر المراءت ہے جو قاری ضیاء الدین کے بیٹے قاری محب الدین کی قلمی کاوش ہے آغاز کے نو صفحات پر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد کے قلم سے قاری ضیاء الدین کے مختصر حالات لکھے گئے ہیں۔ تنویر المراءت لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے قاری محب الدین لکھتے ہیں

(ضیاء القراءت) "اگرچہ اردو زبان میں ہے اور بلحاظ اپنی عبارت کے تشریح کی محتاج نہ تھی لیکن معلوم ہوا کہ بہت سی باتیں اس کی مختصات ہیں۔ مثلاً اس میں باوجود اختصار جملہ ضروریات روایت حفصؒ رسم قرانی کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ جن امور کا علم رسم ہی سے ہو جاتا ہے ان کو بالکل ترک کر دیا گیا ہے۔ مثلاً حرکت ہائے ضمیر اور اس کے صلہ و ترک صلہ کے کیونکہ اصل رسم عثمانی میں اگرچہ حرکات و سکنات مدات نقطے اور سکتے وغیرہ تھے لیکن موجودہ رسم قرانی میں ہر ایک کی شکل مرسوم ہے۔ پس باوجود اس رسم کے اس میں مدات کو بوجہ تفریق مقدار اور سکتات کو بوجہ تفریق وجوب و جواز کے بیان کیا گیا اور جن مسائل کا علم رسم سے نہیں ہو سکتا وہ مرتب اور مسلسل بلا تفریق ابواب اور فصول کے مذکور ہیں تاکہ ترتیب اور سلسلہ کی وجہ سے مسائل محفوظ رہ

سکیں۔ بعض احکام اختصاراً صرف مثالوں سے بیان کئے گئے تاکہ مثالوں سے قواعد سمجھ کر خوب ضبط ہو جاویں اور جو مسائل دوسرے رسائل میں خوب واضح ہیں وہ ضیاء القراءات میں بہت اختصار سے بیان ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی تشریح کی ضرورت ہوئی[1]

اس تحریر کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ مؤلف نے ضیاء القراءات مجمل مسائل قراءات کو مفصل انداز میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ہر مسئلہ سے پہلے جلی خط میں حرف م لکھتے ہیں جو لفظ مسئلہ کا مخفف ہے اور پھر اس کے نیچے جلی حرف ش۔ لکھتے ہیں جو لفظ تشریح یا شرح کا مخفف ہے۔

اپنی تشریح کے دوران مؤلف بعض مزید مسائل کو مسئلہ کے عنوان سے وضاحت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ تنویر المراءات کی زبان سادہ سلیس اور عام فہم ہے۔ سمجھنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اہم اور متعلق مسائل آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ البتہ ایک مقام پر مولف نے رسم عثمانی سے انحراف کیا ہے۔

انہوں نے أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم[2] لکھا ہے جبکہ رسم عثمانی میں الشیطن لکھا جاتا ہے۔

---

(۱) ابن ضیاء محب الدین، تنویر المراءات، ۱۰

(۲) " " " " " " ۱۶

تیسیر التجوید

تیسیر التجوید قاری عبدالخالق کی تصنیف ہے آپ قاری عبدالمالک کے بڑے بھائی تھے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں صدر استاد تھے۔ تیسیر التجوید پر حواشی مفیدہ کے عنوان سے قاری اظہار احمد تھانوی نے حواشی تحریر کئے ہیں تاکہ تفہیم میں آسانی پیدا ہو سکے۔ کتاب سادہ اور آسان اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ تجوید کے قواعد کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے سات ابواب ہیں جن کی مزید فصلیں ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

باب اوّل کا عنوان "وجوب تجوید اور آداب تلاوت و فضائل کے بیان میں" ہے۔ اس باب کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں تجوید کی ضرورت دوسری میں آداب قران اور تیسری میں قران مجید کی تلاوت کے فضائل کا ذکر ہے۔ دوسرے باب کا عنوان "حرکات اور اعوذ باللہ و بسم اللہ کے بیان میں" ہے۔ اس کی بھی تین فصلیں ہیں جن میں حرکات کی تعریف۔ حرکات کے پڑھنے کا طریقہ اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے مسائل کا ذکر ہے۔ تیسرے باب کا عنوان "حروف کے مخارج کے بیان میں" ہے۔ اس باب کی دو فصلیں ہیں پہلی میں حرکات دوسری میں حروف کے صحیح مخرج کو معلوم کرنے کا قاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھے باب کا عنوان صفات لازمہ کے بیان میں" ہے۔ اس کی دو فصلیں ہیں جن میں صفات متضادہ اور صفات غیر متضادہ کا ذکر ہے۔ باب پنجم کا عنوان ہے "صفات عارضہ کے بیان میں" اس باب کی پانچ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں تفخیم و ترقیق دوسری میں اجتماع مثلین و متجانسین و متقاربین اور ان کے ادغام کا بیان ہے۔ جبکہ تیسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بارے

بارے میں ہے۔ چوتھی فصل میم ساکن کے بارے میں ہے۔ اور پانچویں فصل لام تعریف کے مسائل کا ذکر ہے۔ چھٹا باب مد کے بیان میں ہے جسکی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں مد کی تعریف اور اس کی اقسام جبکہ دوسری فصل میں اجتماع ساکنین بیان کی گئی ہیں۔ ساتواں باب وقف کے بارے میں ہے۔ اس کی بھی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں وقف کی تعریف اور اسکی صورتیں اور فصل میں وقف کی اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ ان سات ابواب کے بعد "تتمہ ہائے ضمیر کے بیان میں" عنوان کے تحت ضمائر کی بحث کی گئی ہے۔ جبکہ کتاب کے آخر میں فوائد متفرقہ کے عنوان سے مختلف قواعد نیز حدر و تدویر وغیرہ کے بارے میں مفید باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

کتاب کے ہر صفحہ پر حاشیہ نگار قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بعض مغلق مسائل کی توضیح سادہ اور عام فہم انداز میں کی ہے جس سے بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے اور کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ کتاب کے آخری صفحات یعنی ستاون تا ترلیسٹھ پر قاری عبدالخالقؒ مؤلف تیسیر التجوید کے حالات زندگی، تعلیم و تدریس، اولاد و احفاد اسفار علمی نیز وفات وغیرہ کا ذکر ہے۔ قاری عبدالخالقؒ کی یہ سوانح کس نے تحریر کی اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا گمان غالب یہی ہے کہ یہ حالات حاشیہ نگار قاری اظہار احمد تھانویؒ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہوں گے۔

جمال القرآن مع حاشیہ
ایضاح البیان

عام کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ جمال القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بہت مقبول رسالہ تجوید ہے جو انہوں نے ۱۳۳۷ھ میں تالیف فرمایا جو بیشتر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ ایضاح البیان کے نام سے قاری محمد شریفؒ نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ اوپر جمال القرآن کا متن ہے جبکہ نیچے حاشیہ میں جمال القرآن میں بیان شدہ مسائل کی توضیح دی گئی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے مسائل کے بیان میں لمعہ کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ قاری محمد شریفؒ نے بھی اسی طریق کا تتبع کیا ہے۔ اور ہر حواشی لمعہ کے عنوان سے مسائل کی وضاحت کی ہے۔ حاشیہ کے تمام مضامین عام فہم اور سلیس اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر مسئلہ کو سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔ چونکہ اس کتاب میں اصلاً جمال القرآن کے مسائل کی وضاحت ہے۔ اس لئے اسی نسبت کی رعایت رکھتے ہوئے اس کا نام ایضاح البیان رکھا گیا ہے۔ اس حاشیہ کی وجہ سے جمال القرآن کی افادیت دوچند ہو گئی ہے

جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان

بڑے سائز کے دو سو بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی ہے جس میں انہوں نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چند تصانیف کو جمع کیا ہے یعنی جمال القرآن تجوید القرآن۔ رسالہ تعلیم الوقف و یادگار حق القرآن۔ جمال القرآن مولانا اشرف علی تھانویؒ کی انتہائی اہم تالیف ہے جو نثر میں ہے۔ دیگر مذکورہ رسائل منظوم ہیں۔ حضرت تھانویؒ ان منظوم رسائل کو جمال القرآن پڑھانے سے قبل یاد کرانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ قاری محمد طاہر رحیمی نے ان رسائل کو کمال الفرقان کے عنوان سے جمع کیا ہے اور ان رسائل میں بیان شدہ مسائل کی حاشیہ بندی کی ہے۔ قاری صاحب کے بقول اس مجموعہ کی تین امتیازی خصوصیات ہیں۔

۱۔ ہر ہر مضمون قاعدہ فائدہ تنبیہ پر حاشیہ کا نشان دے کر بقدر ضرورت اس کی پوری تفصیل دی گئی ہے۔

۲۔ بعض لمعات کے آخر میں ان کے مناسب بعض مضامین ضروریہ بعنوان تکملہ درج کئے گئے ہیں

۳۔ ہر لمعہ کے آخر میں مختصر لفظوں میں اس کا جامع خلاصہ لکھا گیا ہے (۱)

کتاب کے شروع میں حضرت تھانویؒ کے حالات کا مختصراً تذکرہ ہے۔ فہرست مضامین آخر میں دی گئی ہے۔

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان، ۲

سلک اللآلی والمرجان شرح نظم احکام الآن

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو حوالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کے قلم کا شاہکار ہے جو نظم احکام الآن کی شرح ہے۔ نظم احکام الآن محمد بن احمد شمس الدین المتولی کا منظوم عربی قصیدہ ہے۔ جس میں قران مجید کے صرف ایک ہی کلمہ الآن کے احکام اور مضامین اس کی صحیح وجوہ ان کے دلائل واسباب پر صرف روایت ورش ہی کے مطابق نہایت محققانہ تفصیلی کلام کیا ہے۔ اس قصیدہ کے سینتیس اشعار ہیں اور ہر شعر دال اور الف پر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً

ولبعد فی الآن سبعۃ اوجہ ۔۔۔ لورش علی القول الذی لن یُفندا

فَمَا بدل لهمز الوصل مدًّا اَوَ اَشبعًا ۔۔۔ وفی اللام ثلث فیهما اقصر لترشدا

قاری محمد طاہر رحیمی نے اردو زبان میں اس قصیدے کی شرح لکھی۔ یہ پہلی شرح ہے۔ اس سے پہلے کسی نے اس قصیدے کی شرح یا ترجمہ نہیں لکھا قاری فتح محمدؒ اس بارے میں فرماتے ہیں

"میں نے اس نظم کو سینکڑوں بار بلکہ کئی سو بار پڑھا ہوگا لیکن جوں جوں پڑھتا رہا مجھے یہ نظم ایک چیستان ہی سی معلوم ہوتی رہی اور میرے خیال میں یہ ایک عقدہ لاینحل کا درجہ رکھتی تھی اور چوں کہ اس کی کوئی شرح بھی نہیں تھی اس لئے اس کے حل ہونے کی کوئی صورت بھی نظر نہیں آرہی تھی" (۱)

اس قصیدہ میں ناظم نے کلمہ الان کی پانچ شکلیں بیان کی ہیں۔ جنکی تفصیل اس طرح

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سلک اللآلی والمرجان، ۱۳۰

ہے۔ حرف کلمہ الان کی وصلی (سات) وقفی (نو)۔ الان کو اُمنتم اور اَمنتُ کے ساتھ ملاکر پڑھیں اور الان پر وقف نہ کریں اس صورت میں تیرہ۔ اسی کی وقف کے ساتھ ستائیس پانچویں شکل یہ کہ الان کو ولیستبشّرُوا نک اور اٰیۃً کے ساتھ ملاکر پڑھیں اور ماقبل سے جدا کریں اس صورت میں تیرہ وجوہ ہیں۔ ان تمام وجوہ کے احکام ان کے دلائل اور ان پر وارد شدہ اشکالات اور ان کے جوابات نظم کئے ہیں۔ قاری رحیم بخش فرماتے ہیں کہ " اس نظم کے حل سے اکثر ملکوں کے علماء و قراء عاجز تھے اور اسی لیے ہمارے دیار میں اب تک یہ قصیدہ سبعاً نہیں پڑھایا گیا تھا" (۱)

قاری محمد طاہر رحیمی نے اس قصیدے کا اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام سلک اللالی والمرجان رکھا ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں " جہاں تک ہماری واقفیت کا تعلق ہے اس کی رو سے اب تک کسی زبان میں بھی اس قصیدے کی کوئی شرح یا حاشیہ یا ترجمہ یا تکملہ نہیں لکھا گیا۔ جس کی بناء پر اسکی خوبیاں اور محاسن لؤلؤ مکنون کی مانند مخفی اور پوشیدہ تھیں۔ شائقین فن اس کے لذائذ و لطائف سے فیوض و فوائد اور معارف سے بے بہرہ (غیر محظوظ) تھے" (۲)

شارح نے ہر شعر کی تشریح بڑی وضاحت سے کی ہے اور حواشی میں بڑی مفصل بحث کی ہے۔ زبان۔ سادہ سلیس شستہ اور عام فہم ہے۔ علم قرات سے تھوڑا بہت ذوق رکھنے والا اس کے مطالعے سے بھرپور حظ حاصل کرتا ہے۔ آخر میں دو تقاریظ ہیں ایک قاری فتح محمدؒ کے بیان سے دوسری قاری رحیم بخشؒ کے قلم سے جس میں شارح کی اس کاوش پر عمدہ الفاظ میں تحسین ہے

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سلک اللالی والمرجان ۱۴۲ (۲) ایضاً ۷

فوائد مکیہ مع تعلیقات مالکیہ !

بڑے کتابی سائز کے اسی صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی بہت اہم کتاب ہے جو ہندو پاکستان میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ تقریباً تمام مدارس میں داخل نصاب رہی ہے۔ قاری عبدالمالکؒ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں جن کے طفیل پاکستان میں علم تجوید و قرأت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ قاری عبدالمالکؒ نے فوائد مکیہ پر حاشیہ قلم بند کیا ہے جس کا نام انہوں نے تعلیقات مالکیہ رکھا۔ اس حاشیہ کی وجہ سے موضوعات و مباحث کی تفہیم انتہائی آسان ہوگئی ہے آخر میں ضمیمہ تعلیقات مالکیہ کے عنوان سے بعض ضروری مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جس میں باب التکبیر الحال والمرتحل۔ تکرار سورہ اخلاص فی التراویح کے بارے میں مفید بحثیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ھدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد کے عنوان کے تحت حرف ض کے نطق اور صحیح تلفظ کے بارے میں مفصل بحث ہے۔ کہ ایک زمانہ میں یہ موضوع پورے ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا۔ حتیٰ کہ باہم نزاعی کیفیت تک پیدا ہوگئی تھی۔ بعض علماء نے اس بارے میں علمائے حرمین سے رجوع اور استفتاء کیا۔ علمائے حرمین نے جو جوابات اس ضمن میں ارسال کئے ان میں فتاویٰ کو بھی آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ اسئلہ واجوبہ سب عربی زبان میں ہیں۔ جو اس مسئلہ کا شافی و کافی حل ہیں۔ ان میں ایک جواب شیخ القراء بالمدینہ حسن بن ابراہیم الشاعر اور ابوبکر بن احمد الجیشی مدرس مدرسۃ الفلاح کا ہے۔

کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر

بڑے کتابی سائز کے چار سو دس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تالیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ناظمۃ الزہر کی تشریح ہے جس کا نام شارح نے کاشف العسر رکھا ہے۔ ناظمۃ الزہر علامہ ابوالقاسم شاطبی کا منظوم قصیدہ ہے جو دو سو ستانوے اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدے میں علامہ شاطبی نے ایسی آیات کا بھی ذکر کیا ہے جن پر شمار آیات کے سلسلہ میں آئمہ مختلف الرائے ہوئے۔ آپ نے آیات کے ابتدا و انتہا کو پہچاننے کے قواعد بھی بیان کیئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ قصیدہ بنیادی طور پر علم العدد پر ہے۔ یہ قصیدہ اتحاف البرہ بالمتون العشرہ کے مجموعہ میں پہلی مرتبہ ۱۳۵۵ھ بمطابق اکیس مئی ۱۹۳۶ء کو طبع ہوا۔"(۱)

قاری فتح محمدؒ نے اس قصیدہ کی اردو شرح کیلئے بہت محنت سے کام لیا۔ انہوں نے اس قصیدہ کی شروح تلاش کرنے کیلئے مختلف اسلامی ممالک کی لائبریریوں سے بالواسطہ رابطہ کیا۔ انہیں اس کی ایک شرح عربی زبان میں بعنوان لوامع البدر مدینہ طیبہ سے ملی۔ ایک عربی شرح انہیں مصر کے کتب خانہ سے ملی جس کا نام بشیر الیسر تھا اسی طرح ایک مصری قاری سے انہیں ایک اور شرح بعنوان معالم الیسر ہاتھ لگی معالم الیسر بشیر الیسر سے بھی پہلے طبع ہوئی تھی۔(۲)

---

(۱) فتح محمد، کاشف العسر، ج ۸ - (۲) ایضاً ص ۱۰

نوٹ کتاب کے آغاز میں صفحات مکرر تبھی مندرج ہیں۔ لیکن پوری کتاب میں ایسا نہیں ہے۔

قاری فتح محمدؒ نے مذکورہ عربی شروح کی مدد سے کاشف العسر کے نام سے اردو زبان میں یہ شرح املا کرائی اس لحاظ سے ناظمۃ الزہر کی یہ پہلی شرح ہے جو اردو زبان میں طبع ہوئی شارح نے آغاز میں کچھ اصطلاحات وضع کی ہیں جو دس صفحات پر محیط ہیں مثلاً جملہ معترضہ بین اجزاء الجملہ کیلئے ۔ مع ۔ جملہ امر بہ کیلئے ام ۔ فاعل کیلئے فا اسی طرح مفعول بہ کیلئے مف وغیرہ

اگرچہ یہ اصطلاحات طوالت سے بچنے کے لئے وضع کی گئی لیکن ان کی اپنی طوالت ایک مسئلہ بن گئی ہے ۔ کتاب میں ہر شعر جلی لکھا گیا ہے اور شعر کے الفاظ کے اوپر باریک حروف میں اصطلاحات کے ذریعہ مفہوم واضح کیا گیا ہے ۔ ترجمہ و شرح بہت سلیس اور سادہ ہیں بعض مقامات پر شرح خوب مفصل ہے اور ساتھ ہی نحوی تحلیل بھی کی گئی ہے ۔ کتاب کے آغاز میں ناظم نے فن کی مبادیات پر بحث کی ہے جبکہ ایک باب علم الفواصل والاصطلاحات فی الاسماء وغیرھا کے عنوان سے ہے ۔ پھر ایک طویل باب سورہ فاتحہ سے لے کر والناس تک ہے ۔ ہر سورۃ کا علیحدہ عنوان قائم کر کے اس کے تحت ان آیات کا ذکر ہے جو ائمہ کے مابین مختلف الرائے ہیں ۔ آخر میں ایک ضمیمہ قصیدہ کے اوزان کے عنوان سے ہے جس میں اشعار کے اوزان معلوم کرنے کا طریقہ اور بحر طویل کی تفصیل ہے اور ناظمۃ الزہر میں شروع کے بارہ اشعار میں ان اصولوں کا اجراء سمجھایا گیا ہے ۔

یہ ضمیمہ قاری فتح محمدؒ کا نہیں ہے بلکہ قاری محمد طاہر رحیمی کا تحریر کردہ ہے ۔

متن مقدمہ جزریہ مع ترجمہ

چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل کتابچہ قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جس میں علامہ جزری کے مقدمہ کے تمام اشعار کا عربی متن دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی سادہ اردو ترجمہ بھی لکھا گیا ہے البتہ کہیں کہیں مختصر تشریح بھی کی گئی ہے جس سے ترجمہ کے مشکل مقامات کی قدرے توضیح بھی ہو جاتی ہے۔ آخر میں دو صفحات پر تجوید کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں مفید تنبیہ کے عنوان سے علم قرات پر مختصر تذکرہ بھی ہے

مفتاح الکمال

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب بھی قاری فتح محمدؒ کی تالیف ہے علامہ سلیمان جمزوری کا انتہائی اہم منظوم قصیدہ تحفۃ الاطفال ہے جس کے اکسٹھ اشعار ہیں مفتاح الکمال اسی قصیدے کی شرح ہے۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ اس شرح کے لکھنے کی غرض یہ ہے کہ درس نظامی کی تعلیم پانے والے حفاظ کی زبان عربی میں استعداد کے اندر اضافہ ہو اس لئے انہوں نے قصیدہ کا ترجمہ اس انداز سے کیا ہے جس سے ترکیب نحوی وغیرہ کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ شروع میں ناظم تحفۃ الاطفال کا بہت مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔ آخر میں حرف کلا پر وقف کے سلسلہ میں کسی غیر معروف شاعر کے نو اشعار بزبان عربی مندرج ہیں اردو ترجمہ بھی ساتھ ہے۔ لکھا ہے کہ حرف کلا قرآن مجید میں تینتیس ۳۳ جگہ آیا ہے۔ ہر جگہ پر وقف کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے[1]

---

[1] فتح محمد، مفتاح الکمال، ۹۸

مقدمہ الجزریہ مع متن تحفۃ الاطفال

مقدمہ جزریہ علامہ شمس الدین محمد بن محمد الجزری کی تصنیف ہے جو منظوم ہے۔ تحفۃ تحفۃ الاطفال علامہ الشیخ سلیمان بن حسین بن محمد الجمزوری الشافعیؒ کی تصنیف ہے یہ بھی منظوم ہے۔ ان دونوں کا اردو ترجمہ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے مذکور الصدر کتاب میں کیا ہے شروع میں علامہ جزریؒ کے مختصر حالات زندگی تحریر کئے ہیں اس کے بعد علامہ جزریؒ کے ایک سو نو اشعار کا متن ہے۔ پھر تحفۃ الاطفال کے اکسٹھ اشعار کا متن ہے۔ پھر صفحہ ستائیس سے لے کر صفحہ چھیالیس تک مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال دونوں کے اشعار کا اردو زبان میں سلیس سادہ ترجمہ ہے۔

اگرچہ بہت سے قراء حضرات نے ان دونوں یعنی مقدمہ جزریہ اور تحفۃ الاطفال کے تراجم کئے ہیں تاہم اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں شعر کے اندر کوئی قرانی لفظ استعمال ہوا ہے وہاں ترجمہ میں قوسین کے مابین قران مجید میں موجود اس مقام کی نشاندہی کردی گئی ہے جس سے مثال کی تفہیم و تخریج دونوں میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو شعر ۸۱

وَتعبدوا الیسین ثانی ھود لا یشرکن تشرک یدخلن تعلوا علیٰ۔

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے۔ اور لا تعبدوا کے ساتھ یٰسٓ (ع ۴) میں (۴) اور دوسرے لا تعبدوا کے ساتھ سورۂ ہود (ع ۳) میں (۵) اور لا یشرکن (ممتحنہ ع ۲) کے ساتھ (۶) اور لا تشرک (حج ع ۴) کے ساتھ (۷) اور لا یدخلنھا (ن ع ۱) کے ساتھ (۸) اور لا تعلوا علی (دخان ع ۱) کے ساتھ (۹) اس لحاظ سے یہ ترجمہ دوسرے تراجم سے منفرد و ممتاز ہے۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، مقدمۃ الجزریہ مع متن تحفۃ الاطفال، ۳۶

منہاج التجوید ترجمہ و تشریح قواعد التجوید

عام کتابی سائز کی یہ کتاب دو سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ منہاج التجوید قواعد التجوید کا اردو ترجمہ ہے۔ قواعد التجوید کے مولف قاری محمد اسمٰعیل ہیں۔ ان کے فرزند قاری فداء اللہ نے اپنے والد کی تالیف کو عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کا نام انہوں نے منہاج التجوید رکھا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختلف مقامات پر تشریحی نوٹ بھی دیے ہیں۔ آغاز میں قرانی قاعدہ کے طور پر حروف تہجی حرکات وغیرہ کی شناخت کے اسباق ہیں پھر تجوید کے قواعد مثلاً اجتماع ساکین ادغام اشمام روم وغیرہ کے عنوانات ہیں اور ساتھ عملی مشق اسباق کے انداز میں ہے۔ ہر سبق کے بعد سوالات بھی دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قواعد تجوید کے ساتھ ساتھ عملی مشق کا سامان بھی مہیا کرتی ہے۔ لیکن عام طلباء کی ذہنی استعداد سے کچھ بالا ہے۔

فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمۃ الجزریہ

بڑے سائز کے ایک سو اٹھارہ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو کتابوں کا مجموعہ ہے یعنی مقدمہ جزریہ دوسرے تحفۃ الاطفال۔ مقدمہ جزریہ کی شرح قاری سید محمد سلیمان دیوبندی کے قلم سے ہے جو نہایت شستہ اور رواں اردو زبان میں ہے۔ تحفۃ الاطفال کے اشعار کا ترجمہ عمدۃ الاقوال کے نام سے حافظ محمد عتیق دیوبندی کا لکھا ہوا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ حاشیہ میں اچھی تشریح بھی دی گئی ہے۔

ھندی شرح جزری مع فوائد مکیہ معرفۃ الرسوم

بڑے کتابی سائز کے ایک سو چھتیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے جو حقیقت میں چار کتابوں کا مجموعہ ہے۔ جسے عزیز الرحمٰن پانیزئی نے اپنے اہتمام سے شائع کیا ہے جو کتابیں اس مجموعے میں شامل ہیں وہ یہ ہیں۔ شرح جزری ہندی تحفۃ الاطفال۔ فوائد مکیہ۔ معرفۃ الرسوم۔

شرح جزری ہندی جون پور کے قاری کرامت علیؒ کی تالیف ہے جس میں انہوں نے علامہ جزری کے قصیدہ کی تشریح اردو زبان میں لکھی ہے۔ قاری کرامت علی کے حالات باب سوم کے آغاز میں "علم تجوید وقرأت قبل از قیام پاکستان" کے عنوان کے ذیل میں مذکور ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں جزریؒ کے قصیدہ کی پہلی شرح ہے یہ نام یعنی شرح جزری ہندی بھی انہوں نے اپنے استاد سید محمد اسکندرانی کے حکم پر رکھا۔[1] دوسرے تحفۃ الاطفال کے اشعار کا ترجمہ اردو زبان میں کیا گیا ہے۔ لیکن ان دونوں تراجم کی زبان وہی پرانی ہے جو اس دور میں مروج تھی ایک شعر کا ترجمہ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو۔

"ابیات اس کے اکسٹھ ہیں واسطے دانا کے تاریخ اس کی بشریٰ ہے واسطے یاد رکھنے والے کے"[2]

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند۔ ۱/ ۲۱۲ (۲) عزیز الرحمٰن پانیزئی، ھندی شرح جزری، ۸۶

فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن مکی" کی تصنیف ہے۔ جس کے حواشی قاری ابن ضیاءالدین محب الدین مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد نے لکھے ہیں۔ حواشی کا نام حواشی مرضیہ رکھا ہے۔ چوتھی کتاب معرفۃ الرسوم کے نام سے موسوم ہے۔ جو قاری ابن ضیاء محب الدین الہ آبادی کی ہے۔ اس کتاب میں رسم عثمانی کے سلسلے میں مفید بخشیں شامل ہیں۔ کیونکہ رسم عثمانی کا تطابق علم قرات میں صحت قرأت کا لازمہ ہے۔ اس کتاب میں چودہ فصلیں ہیں۔ علم الرسم سے متعلق یہ کتاب اردو زبان میں بڑی اہم ہے آخر میں تقریظات کے عنوان سے قاری ضیاءالدین" کی تقریظ موجود ہے جو انہوں نے کتاب معرفۃ الرسوم کے حوالے سے تحریر کی ہے۔ یہ تقریظ موصوف نے یوم یکشنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ کو تحریر کی۔ جس سے اس کتاب کی قدامت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ قاری ضیاءالدین" لکھتے ہیں

"فن رسم خط میں کتب عربیہ متنوع ورائیہ وغیرہ بہت ہیں۔
مگر زبان اردو رائج میں کوئی کتاب اس فن شریف کی
باوجود حاجت شدیدہ نظر سے نہیں گذری" (۱)

قاری ضیاءالدین" کی اس تحریر سے بخوبی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معرفۃ الرسوم اردو زبان میں رسم پر پہلی کتاب ہے۔

---

(۱) عزیز الرحمٰن پانیزئی، ھندی شرح جزری، ۱۳۶

ابلاغ النفع فی القراءات السبع

عام کتابی سائز کے چار سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب الشیخ المقری محمد ادریس عالم کی ہے جو مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور لاہور کے ایک معروف مدرسہ میں صدر مسند تجوید و قراءات ہیں۔ فاضل مؤلف نے کتاب کے آغاز میں اختلاف قراءات کے جواز پر ترمذی کی ایک حدیث کے حوالہ سے سبعہ احرف کا مطلب اور مقصد واضح کیا ہے۔ اس کے بعد سات آئمہ قراءات اور ان کے رواۃ کا تعارف کرایا ہے پھر مبادی علم قراءات کے عنوان سے اس علم کی تعریف فوائد اور بعض اصطلاحات کی تشریح مختصر انداز سے دی ہے۔ یہاں فاضل مؤلف لفظ "واضع" کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ "علم قراءات کے واضع آئمہ قراءات ہیں" یہ بات صائب نہیں کیونکہ یہ علم تو شروع ہی سے موضوع تھا آئمہ کرام نے تو صرف اس علم کے قواعد و ضوابط کو منضبط کیا ہے۔ یوں بھی اگر آئمہ قراءات کو اس علم کے واضع مان لیا جائے تو اس علم کا منزل من اللہ ہونا باقی نہیں رہتا۔ جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ تمام قراءات قرآن مجید کی طرح منزل من اللہ ہیں۔

فاضل مؤلف نے استعاذہ بسملہ احکام میم الجمع ادغام کبیر ادغام مثلین۔ ال کی تعلیل۔ ادغام متقاربین و متجانسین۔ موانع ادغام۔ مد اور اس کی اقسام اور دیگر مسائل پر عمدہ بحثیں لکھی ہیں۔ اور ان بحثوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے مثالیں تلاش کر کے بحث کو مزید مزین کر دیا ہے جس سے قاری کو کسی بھی بحث کو سمجھنے میں آسانی پیدا

(۱) محمد ادریس عالم، ابلاغ النفع فی القراءات السبع، ۲۷

ہوتی ہے۔ یہ ساری بحث کتاب کے ایک سو چھتیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں فاضل مولف نے مذکورہ تمام مباحث میں آئمہ قراءت اور ان کے تمام رواۃ کے حوالے سے اختلاف کو یکجا بیان کرنے کی عمدہ کاوش کی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ایک سو بیالیس سے لے کر آخر تک فرش الحروف کا تذکرہ ہے۔ جس میں ان تمام فروش کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک پائے جاتے ہیں۔ اس حصہ میں صاحب کتاب کی کوشش کچھ زیادہ بار آور دکھائی نہیں دیتی کیوں کہ بیشتر فروش تذکرہ سے عاری رہ گئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے ہر سورۃ کا علیحدہ عنوان قائم کر کے اس میں پائے جانے والے فروشی اختلافات کو ترتیب سے بیان کیا گیا ہے تاہم مذکورہ تشنگی برابر محسوس ہوتی چلی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب ذخیرہ کتب قراءت بزبان اردو میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

آسان قرأت المختصر فی روایۃ حفص رح

بڑے کتابی سائز کے تینتیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ محمد نور الاسلام غازی مونگیری سند یافتہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کا لکھا ہوا ہے۔ جسے مجمع الشبان المسلمین العالمی پاکستان نے شائع کیا ہے۔ سن تالیف ۱۹۸۰ء مندرج ہے بسرورق پر لکھا ہے "سنی اہلحدیث شیعہ تمام مکاتب فکر کیلئے آسان قرات"۔ کتاب کے آغاز میں پانچ صفحات پر مشتمل محمد عبدالقادر آزاد رئیس مجمع الشبان المسلمین العالمی خطیب شاہی مسجد لاہور کی تقریظ ہے جس میں قران مجید کے نزول حفاظت قران اور اہمیت علم تجوید کا ذکر ہے۔ مؤلف نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس کتابچہ پر ہر مکتب فکر کے عالم و قاری سے رائے لی جائے تاکہ سب مکاتب فکر کیلئے اس کتابچہ پر اتفاق رائے کو ظاہر کیا جائے۔ لیکن یہ عمل کچھ خاص وزن کا حامل نہیں کیونکہ قواعد تجوید قران مجید ہی کی طرح متفق و معتمد علیہ ہیں۔ ان قواعد و ضوابط پر پاکستان میں موجود کسی بھی مکتب فکر کے حضرات کو اختلاف نہیں ہے۔ اور یوں بھی بریلوی اور اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے جملہ قراء دیوبندی مکتب فکر کے قراء کرام ہی کے شاگرد ہیں۔ کتابچہ پر جن حضرات نے اپنے تاثرات لکھے ہیں ان میں قاری اظہار احمد تھانوی، قاری نثار احمد عثمانی ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور مولانا محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور قاری محمد علی رضوان ممبر قومی قرأت بورڈ ریڈیو پاکستان۔ حافظ عبدالرشید مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور۔ مولانا محمد بخش مسلم خطیب مسجد لاہور۔ قاری سید محمد ظریف قاری ریڈیو پاکستان عبدالحی قریشی انچارج دینی پروگرام ریڈیو پاکستان لاہور

حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور شامل ہیں۔ ان سب حضرات نے مختصر انداز میں کتابچہ کی تحسین کی ہے لیکن کوئی غیر معمولی بات تحریر نہیں کی۔

پورا کتابچہ سوالاً جواباً ہے۔ اور اٹھارہ اسباق پر مشتمل ہے شروع میں علم تجوید کے اصطلاحی الفاظ کے معانی دیے گئے ہیں۔ اٹھارہ اسباق میں جن عنوانات سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں۔ قرآن مجید کے بارے میں بنیادی معلومات۔ علم تجوید اور لحن۔ تعوذ و تسمیہ۔ مخارج الحروف۔ صفات الحروف۔ نون ساکن اور تنوین کے قواعد اخفاء، اظہار، ادغام۔ ضمائر۔ حروف کی ترقیق و تفخیم کے قواعد اور ضابطے۔ ادغام اور اس کی اقسام۔ اجتماع ساکنین اور اس کی مختلف صورتیں۔ مدات اور مقادیر مدات وغیرہ۔ غنہ ابدال تسہیل اور امالہ۔

سبق نمبر سترہ میں عام کتب تجوید سے زائد سکتہ۔ روم اور اشمام کی بحثیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سبق عام کتب تجوید کی نسبت زائد بھی ہے اور اہم بھی۔ اگرچہ مولف نے تحریر کے ذریعے ان اصطلاحات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ان کا فہم بغیر استاد کے ممکن نہیں۔ ان اٹھارہ اسباق کے بعد متفرق اہم مسائل برائے قاری کے عنوان سے بعض باتیں واضح کی گئی ہیں۔ آخر میں وقف کرنے اور نہ کرنے کی علامتیں دی گئی ہیں۔ بعض ایسی علامات بھی مندرج ہیں جو عموماً اکثر قرآنی نسخوں میں لکھی نہیں جاتیں۔

الخط العثمانی فی الرسم القرآنی

چھوٹے کتابی سائز کی یہ کتاب ایک سو اٹھائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جو قاری رحیم بخش ؒ کی تالیف ہے۔ علم قرأت کی صحت کا مدار تین باتوں پر ہے۔ اتصال سند۔ عربی قواعد نحو کے ساتھ مطابقت اور رسم عثمانی کے ساتھ مطابقت مذکورہ کتاب کا موضوع رسم ہے۔ کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع کے اعتبار سے جامع ہے۔ جس میں حسب ذیل عنوانات سے بحث کی گئی ہے۔

خط۔ رسم الخط کے معنی دونوں کا فرق۔ اس فن کا موضوع غرض وغایت۔ ماخذ خط کی بارہ قسمیں۔ علم رسم الخط کی تعریف اور مختصر تاریخ۔ جمع وتدوین قران۔ مصاحف عثمانیہ کی تاریخ قران کے اعراب ونقاط۔ خموس واعشار۔ منازل ورکوعات۔ رسم الخط کے مکمل فروش اور اصول نیز رسم عثمانی کے دوسرے رسوم الخط سے علیحدہ ہونے کی حکمتیں اور مصالح مولف نے تاریخ رسم الخط میں علامہ ابن خلدون کے ایک قول پر بڑی سخت گرفت کی ہے جس میں علامہ نے کہا کہ صحابہ کرام نے قران مجید کو خاص رسم میں لکھا جو اکثر موقعوں پر کتابت کے مروجہ اصولوں کے خلاف تھا پھر بعد کے لوگ عقیدت مندی ہی کی وجہ سے اسی طرح لکھتے رہے اور اسے انحراف کو گستاخی خیال کیا۔ مؤلف نے اس قول کو دس قوی دلائل کے ذریعہ غلط قرار دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت اہم ہے یوں بھی اردو زبان میں اس موضوع پر تحریری سرمایہ کم ہی ہے

المھذّبہ فی وجوہ الطیبہ

چھوٹے کتابی سائز کے بہتر صفحات پر مشتمل مختصر کتابچہ قاری رحیم بخشؒ کی علمی کاوش ہے مختصر ہونے کے باوجود بہت اہم ہے اور اپنے موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں بالکل منفرد بھی کیونکہ دیگر موضوعات پر مختلف علمائے قرات نے خامہ فرسائی کی ہے لیکن اس موضوع پر کام اردو زبان میں غالباً سوائے قاری رحیم بخش کے کسی اور نے نہیں کیا۔ دس آئمہ قرات کے دو دو راوی ہیں۔ ان دو دو راویوں میں سے ہر ایک کے پھر آگے چار طرق ہیں اس طرح ان تمام طرق کی تعداد اسی ہو جاتی ہے۔ جبکہ آئمہ قرات اور ان کے رواۃ ان میں شامل نہیں ہیں اگر ان آئمہ اور رواۃ کو بھی شامل کیا جائے تو یہ تعداد ایک سو دس تک پہنچ جاتی ہے۔ قاری رحیم بخشؒ نے اس کتاب میں دس آئمہ قرات کی ان وجوہ کو بیان کیا ہے جو شاطبیہ۔ تیسر اور درہ میں نہیں ہیں۔ البتہ علامہ جزری کی طیبہ اور نشر میں موجود ہیں۔ یہ وجوہ بھی اسی طرح صحیح ہیں جس طرح نظم و تیسر کی بیان کردہ وجوہ درست ہیں۔

اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ کتاب انہوں نے اپنے استاد قاری فتح محمدؒ کے ایک خط کے پیش نظر لکھی ہے جس میں انہوں نے ان وجوہ کو لکھنے کی ترغیب و تحریص دلائی۔ انہوں نے اس خط کو شروع کتاب میں شامل بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ سبعہ و عشرہ کی ان وجوہ کے شائع و ذائع کرنے کی

توفیق حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپکو عطا فرمائی ہے جو شاطبیہ اور درہ میں درج ہیں اور ماشاءاللہ ان وجوہ کی اشاعت آپکی کوشش سے کافی اور وافی مقدار میں ہوگئی ہے اسی طرح ان وجوہ کی اشاعت بھی آپ ہی کی کوشش سے ہو جاتی جو صرف طیبہ میں درج ہیں اور شاطبیہ اور درہ میں نہیں ہیں۔ مثلاً قالون کی حلوانی کے طریق سے اور ورش کی ازرق کے طریق کی وہ وجوہ جو صرف طیبہ میں ہیں اور نیز ورش کی وہ وجوہ جو اصبہانی کے طریق سے ہیں وہ بھی طیبہ میں درج ہیں اسی طرح ابن ذکوان صنص اور خلف کے راوی ادریس ان تینوں کا سکتہ کہ وہ بھی طیبہ میں درج ہے ــــ خلاصہ یہ کہ اللہ کرے آپ کو ان وجوہ کے شائع کرنے کا شوق بھی نصیب ہو جائے" (۱)

شروع میں مقدمہ کے عنوان سے دس قراتوں کے بیس رواۃ کے طرق کا نقشہ دیا گیا ہے جس سے تمام رواۃ اور ان کے طرق کے نام سامنے آجاتے ہیں۔ اس کے اصول بیان کئے گئے ہیں پھر فرش الحروف کے عنوان سے قران مجید کی سورتوں میں ان فروش کو واضح کیا گیا ہے۔ مولف نے استدعا کے عنوان سے بڑی ہی اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ لکھتے ہیں

"چونکہ اس زمانہ میں طیبہ کی ان مخصوص وجوہ کو صرف بعض حفرات ہی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں عام قراء اس کی طرف التفات کم کرتے ہیں اور اس سے ہجران قران لازم آتا ہے وتیز شدید خطرہ ہے کہ شدہ شدہ کہیں یہ بالکل نسیا منسیا ہی نہ ہو جائیں اس لئے ان کو بھی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے" (۲)

کتاب کے آخر میں قاری فتح محمد کی تقریظ ہے جو کتاب کی صحت واہمیت کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔

---

(۱) رحیم بخش، المھذب فی وجوہ الطیبہ ۲، ۳ - (۲) ایضاً ۶۳

تکمیل الاجر فی القراءات العشر

چھوٹے کتابی سائز کے دو سو اناسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے جس میں انہوں نے دس کی دس قراتوں کے اصول و فروش مختصر مگر جامع انداز میں بیان کئے ہیں اور آخر میں ایک ضمیمہ شامل کیا ہے جس میں دسوں قراتوں کا اجرا یعنی جمع الجمع کے طور کیا گیا ہے یہ اجرا صرف پہلے پارہ تک ہے۔ مؤلف کے بقول اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں دس کی دس قرات کے اصول و فروش جمع کئے گئے ہیں۔[1] اس بارے میں قاری رحیم بخش لکھتے ہیں

"جہاں تک احقر کو علم ہے قرات عشرہ میں اب تک کوئی مجموعہ ہماری اردو زبان میں منصۂ شہود پر نہیں آیا اسی باعث عام طلباء کو ان کا یاد کرنا دشوار ہے"

مولف نے آغاز میں کچھ رموز کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے مختلف قراء کے ناموں کیلئے اختصار کی غرض سے استعمال کئے ہیں۔ مثلاً مکی مازنی حفزمی کیلئے حق۔ نافع شامی یزید کیلئے عم۔ اور شامی کے ساتھ چاروں کوفی کیلئے کنز اسی طرح حمزہ کسائی اور خلف کیلئے شفا وغیرہ۔ لیکن ان رموز کی اختراع کیلئے بنیاد کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ ان رموز کا یاد کرنا اور ذہن میں رکھنا بجائے خود ایک مشکل مسئلہ ہے۔ کتاب کے صفحہ اکانوے تک تمام قواعد کا ذکر ہے اس کے بعد آخر تک ان کے اجراء کو واضح کیا گیا ہے۔ ضمیمہ کے عنوان سے افراد

---

[1] رحیم بخش، تکمیل الاجر فی القراءات العشر، ۲

اور جمع قراءات کے سلسلہ میں کچھ اہم تنبیہات ہیں جن میں جمع الجمع پڑھنے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ اس ضمن میں تین مذاہب کا تذکرہ ہے پھر پہلے پارہ میں جمع الجمع کا اجراء ہے۔

تکثیر النفع فی القراءات السبع واجرالھا بطریق الجمع الجمع

چھوٹے کتابی سائز کے دو سو چوالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش کی تالیف ہے جس میں سبع قراءات کے اصول واجراء کی بحث ہے۔ یہ کتاب مولف کی پہلی مذکورہ کتاب یعنی تکمیل الاجر ہی کی طرح ہے بلکہ تکثیر النفع تکمیل الاجر ہی کا ایک حصہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ تکمیل الاجر میں دس قراتوں کو جمع کیا گیا ہے جبکہ تکثیر النفع کا دائرہ صرف سات قراتوں تک محدود ہے۔ باقی ساری بحثیں تکمیل الاجر ہی کی ہیں۔

آخر میں پورے قران مجید کی سورتوں میں قراءات سبع کا اجراء جمع الجمع کے طور پر کیا گیا ہے۔ بیشتر عبارات دونوں کتب کی یکساں ہیں۔ کچھ فرق نہیں دونوں کتب کو ایک دوسرے کا تضمنہ یا تکملہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

توضیح المرام فی وقف حمزہ وھشام

درمیانے سائز کے اکتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری اظہار احمد تھانویؒ کی تالیف ہے۔ جس میں حروف تہجی میں حرف ہمزہ کے مخرج اور تخفیف کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ امام حمزہ اور ھشام کلمۂ مہموز پر وقف کرنے میں ایک خاص اسلوب اپناتے ہیں جس میں بے شمار متنوع قسم کی باریکیاں ہیں اسی لئے وقف حمزہ وہشام کو قرات میں اصعب الابواب بھی کہا جاتا ہے۔ اور اکابر قدماء و متاخرین نے اس موضوع پر وضاحت کی غرض سے بہت سے رسائل بھی تصنیف کئے۔ علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب النشر فی قرات العشر میں بھی اس مسئلہ کی تحلیل وتشریح فرمائی ہے توضیح المرام میں قاری اظہار احمد تھانویؒ نے بھی اسی موضوع پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قاری محب الدین کے رسالہ کاشف الابہام فی الوقف علی الھمز لحمزہ و ھشام سے استفادہ کیا اور وقف رسمی کی بحثوں میں شیخ ضباع سے مدد لی ہے اور آخر میں ہمزہ کے رسمی اصول وقواعد کا جدول پیش کیا ہے۔ آغاز میں انہوں نے ملا علی قاری کی شرح شاطبیہ کے ایک ورق کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جس سے حرف ہمزہ کی تخفیف اور ادائیگی کے سلسلے میں باریکیوں کا احساس ہوتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں

" نطق کے لحاظ سے سب سے زیادہ ثقیل اور مخرج میں تمام حرفوں کے مخارج

سے دور واقع ہونے کے باعث اہل عرب نے ہمزہ کی تخفیف میں مختلف تبدیلیوں کو اختیار کیا یعنی کبھی تسہیل کبھی ابدال کبھی حذف اور کبھی ادغام۔ تخفیف کا باب ان تمام اقسام کو شامل ہے ان انواع کو آسانی سے ضبط میں نہیں لایا جا سکتا بہت سی شکلیں طلباء پر مشکل ہوتی ہیں شیخ کے سامنے پڑھتے ہوئے وہ چند قواعد پر قابو پا لیتے ہیں لیکن پھر بھی بہت اشیاء ان کے ذہن کی رسائی سے دور ہوتی ہیں۔ یہ صورتیں جب بعض طلاب کو پیش آتی ہیں یا ان سے پوچھی جاتی ہیں تو وہ حیرانی سے منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ تمام جزئیات کو ان کی نظائر کے ساتھ شامل کرنے پر قادر نہیں ہو پاتے۔

لہذا شیخ کے لئے ضروری ہے کہ ہمزہ والے کلمات پر گزرتے ہوئے طلباء کو تخفیف کی انواع سے باخبر کرنے میں پوری محنت سے کام لے تاکہ قرات و روایت کی پوری حفاظت ہو سکے اور شعور پوری طرح بیدار ہو۔ اس باب کے دقیق و غامض ہونے کے باعث مشائخ کی ایک جماعت نے وقف ہمزہ و ھشام پر مستقل رسائل مرتب کئے ہیں۔ مثلاً ابن مہران ابوالحسن بن غلبون دانی۔ ابن حبان۔ اور جعبری وغیرہ کے رسائل بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تخفینات کی اکثر انواع کے موجد قریش اور اہل حجاز ہیں اور کوئی بھی امام قرأت ہوں کم و بیش ہر ایک کے یہاں ہمزہ کی کوئی نہ کوئی تخفیف کی قسم ضرور پائی جاتی ہے۔ خواہ بطور وجوب ہو یا بطریق جواز" (۱)

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، توضیح المرام فی وقف حمزہ و ھشام، ۸

شرح سبعہ قراآت

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جو شیخ المشائخ امام القراء پانی پت ابو محمد محی الاسلام عثمانیؒ کی معرکۃ الاراء تصنیف ہے۔ آپ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ تشکیل پاکستان کے بعد ہجرت کر کے لاہور آگئے پھر اوکاڑہ تشریف لے گئے۔ آپ کا انتقال اوکاڑہ ہی میں ہوا۔ شرح سبعہ قراآت کی پہلی جلد تقسیم ہند سے قبل دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری جلد کا قلمی مسودہ موصوف ہجرت کے وقت پاکستان لے آئے۔ لیکن ان کی زندگی میں اسکی طباعت و اشاعت کی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ پھر ایک عرصہ تک یہ مسودہ بے اعتنائی کی کیفیت میں پڑا رہا۔ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد قاری محی الاسلام کے بیٹے قاری محمد علی عثمانیؒ نے اس مسودے کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۹۹۵ء میں ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے اہتمام سے شرح سبعہ قراآت شائع ہوئی۔ اس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد کے شروع میں شجرۂ قراآت سبعہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ شجرہ قراآت سبعہ بھی قاری ابو محمد محی الاسلام ہی کی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے سبعہ قراآت کی سند کو اپنی ذات سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا ہے۔ چھتیس صفحات پر مشتمل یہ شجرہ بھی مرحوم کی زندگی ہی میں دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اس کا سن طباعت ۱۳۴۷ھ ہے (۱) جبکہ دوسری مرتبہ یہ شجرہ شرح سبعہ قراآت کے ساتھ پاکستان میں شائع ہوا۔

(۱) محمد محی الاسلام، شرح سبعہ قراآت، ۱/ ۶۶

اس طرح گویا شرح سبعہ قرآت کی پہلی جلد اور شجرہ سبعہ قرآت تو مرحوم کی زندگی ہی میں شائع ہو چکے تھے۔ البتہ شرح سبعہ قرآت کی دوسری جلد ۱۹۹۵ء میں پہلی مرتبہ ہی شائع ہوئی۔ قاری محی الاسلام تحریر فرماتے ہیں۔

"اردو میں اس وقت تک کوئی کتاب قابل ذکر نہیں لکھی گئی۔ شاید یہ وجہ ہو کہ کچھ عرصہ قبل تک اردو علمی زبان نہ تھی۔ اور قرآت حاصل کرنے والے عموماً اردو سے بے نیاز علماء ہوتے تھے لیکن اب کیا کیا جائے جبکہ علماء نے الا ماشاء اللہ کے سوا اس فن کو خیر باد کہ دیا اور اس کے سیکھنے والے وہ لوگ رہ گئے جو عربی نہیں جانتے یا ان کو اتنی عربی نہیں آتی کہ مسائل فن کی تحقیق کر سکیں بقول غالب مرحوم

رموز دیں نشناسم درست معذورم کہ کیش من عربی و نژاد من عجمی ست

بیچاروں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو کتب متداولہ کو (جو بسا اوقات آخری قسم کی ہوتی ہیں) کسی عالم سے پڑھوا کر اس پیچیدگی کو حل کرتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ وہ خود عربی نہیں جانتے اور وہ عالم صاحب قرآت سے ناواقف ہوتے ہیں لہذا تاریکی پر اور تاریکی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عرصہ دراز سے ضرورت تھی کہ قرآت پر اردو میں معتبر اور محققانہ حیثیت کی کوئی کتاب موجود ہو۔ مگر کوئی بزرگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اور جب میں نے دیکھا کہ معاصرین اس پر قلم نہیں اٹھاتے تو منجانب اللہ میرے دل میں خیال آیا۔ جسکو میرے شیخ فخر المجودین قاری حافظ عبدالرحمٰنؒ ضریر کے حکم نے اور قوی کر دیا اور اس امید سے کہ اہل علم اور ماہران فن غلطیوں کی اصلاح

فرمایں گے میں نے اس پر جسارت کی

کثرت مشاغل کی وجہ سے رفتار تحریر بے حد سست تھی مگر سعدی ہند شمس العلماء مولانا حافظ قاری خواجہ حالیؒ حکیم الامت مولانا حافظ قاری اشرف علی تھانوی مدظلہ اور میرے محترم استاد بھائی حافظ قاری محمد قیام الدین ہاشمی عم فیضہ کے ارشادات تازیانہ کا کام کرتے رہتے تھے۔ جس سے ۱۳۳۲ھ میں کتاب تو مکمل ہو گئی مگر اس کے مسودات اوراق پریشان کی صورت میں رکھے رہے"(۱)

مؤلف کے اس طویل اقتباس سے شرح سبعہ قرآت کو علم قرات کے عنوان سے اردو زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب قرار دیا جا سکتا ہے۔ طباعت کے حوالے سے بات کریں تو شرح سبعہ قرآت کی پہلی جلد بلا شبہ اردو زبان کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے البتہ نصف صدی تاخیر سے چھپنے کے سبب شرح سبعہ قرآت کی دوسری جلد کو یہ اعزاز حاصل نہیں رہا۔

اس کتاب کی پہلی جلد اکیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ایک سو چونسٹھ صفحات پر ممتد مقدمہ ان ابواب کے علاوہ ہے۔ جس میں آئمہ سبعہ قرآت روایات اور طرق نیز قرآت تلثہ وغیرہ کا تعارف اور قرات کی مشہور کتب کا تذکرہ ہے۔ شرح سبعہ قرآت کی دوسری جلد تمام تر فرش الحروف پر مشتمل ہے جس کے تیس ابواب ہیں۔ ہر باب میں قرآن مجید کے ایک ایک پارے کے فروش کی وضاحت ہے آخر میں دعا ختم قرآن اس کا طریق اس ضمن اکابر کے معمولات کا ذکر ہے۔ قاری محی الاسلامؒ نے یہ کتاب ۱۳۳۲ھ میں مکمل کی جبکہ اس کی قلمی مسودہ کی اصلاح اور نظر ثانی کی تکمیل قاری محمد طاہر کے قلم سے ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کو مدینہ منورہ میں کی(۲) اور طباعت ۱۹۹۵ء میں ممکن ہوئی

---

(۱) محمد محی الاسلام، شرح سبعہ قرآت، ۱/۶۱-۶۲ (۲) شرح سبعہ قرآت، ۲/ ۸۰۴

علم قرأت اور قراء سبعہ

اس کتاب کے مصنف قاری ابوالحسن اعظمی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تجوید کے مدرس ہیں۔ اس کتاب کو پاکستان میں ادارہ اسلامیات لاہور نے سنہ ۱۴۱۰ھ بمطابق دسمبر سنہ ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ شروع میں قاری محمد طیبؒ مولانا انظر شاہ کاشمیری قاری ابن ضیاء محب الدین کی تقاریظ شامل ہیں جبکہ قاری عبداللہ سلیم صدر القرا دارالعلوم دیوبند نے انتہائی علمی مقدمہ لکھا ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں قرأت کے ضوابط۔ علم قرات کی تاریخ۔ قرات سبعہ۔ اختلاف قرأت کی نوعیت و حقیقت کے علاوہ قراء سبعہ اور ان کے چودہ راویوں کے حالات کو مستند حوالوں کے ساتھ جمع کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تیسری صدی سے لے کر چودھویں صدی کے دوران لکھی جانے والی بعض کتب قرأت کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور آخر میں اپنے سلسلۂ سند کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا ہے۔

اس لحاظ سے یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں علم تجوید کے اصول و ضوابط کے ساتھ علم قرات کی تاریخ پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ لیکن کتاب کے مصنف نے تاریخی معلومات دیتے ہوئے مستند یا غیر مستند حوالہ جات کا ذکر نہیں کیا۔ اس سقم نے کتاب کی افادیت کے باوجود اسکی علمی حیثیت کو متاثر ضرور کیا ہے۔

قراءات ثلاثہ

چھوٹے سائز کی یہ کتاب قاری رحیم بخش" پانی پتی کی تالیف ہے اور ایک سو اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ سبعہ قرات کے بعد قرات ثلثہ یعنی قرأت امام ابو جعفر مدنی۔ قرات امام یعقوب بصریؒ اور قرات امام خلف کوفی" کا درجہ ہے اس طرح یہ کل ملا کر دس قرائیتں ہو جاتی ہیں۔ قرات ثلثہ مرتبہ کے اعتبار سے قرات سبعہ کے ہم پلہ تو نہیں ہیں تاہم ان کو دوسرے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ قاری رحیم بخش" نے ان تینوں قرائتوں کو مذکورہ کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ شروع میں امام ابو جعفر کے حالات اور ان کے شیوخ کا ذکر ہے اور پھر ان کی قرأت کے اصول بیان کئے گئے ہیں اصولوں کے اس تذکرہ کے بعد فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد قران مجید میں ان اصول و فروش کے اجرا کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح صفحہ جو نسخہ سے لے کر چوراسی تک قرأہ سیدنا امام یعقوبؒ کے حوالے سے شروع میں حالات زندگی تذکرہ شیوخ اصول فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے اور صفحہ چوراسی سے لے کر ایک سو چوبیس تک پورے قران میں اجرا واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ ایک سو چوبیس سے لے کر کتاب کے آخر تک قرأہ سیدنا امام خلف کے حوالے سے ان کے حالات زندگی اصول فروش مکررہ اور پھر پورے قران مجید میں ان کا اجرا بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تقریظ ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے "یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ عزیز موصوف کے یہ قرات کے رسالے جو تعداد میں نو ہیں طلبہ اور قرات کے سائیتن کیلئے بیش بہا نعمت اور انمول موتی ہیں"

رحیم بخش، قراءات ثلثہ، ۱۷۹

قراۃ حضرت امام ابن عامر شامیؒ
بروایتین سیدنا امام ہشامؒ وسیدنا امام ذاکوانؒ

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش سابق صدر شعبہ تجوید وقرات جامعہ خیر المدارس ملتان کی تالیف ہے۔ امام ابن عامر آئمہ سبعہ میں سے ہیں۔ مولف نے کتاب کے آغاز میں امام ابن عامر اور ان کے راوی امام ہشام کے حالات زندگی کا مختصر تذکرہ کیا ہے لیکن ماخذات بیان نہیں کیے۔ صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ سولہ تک سیدنا ہشام کے اصول قرات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد امام ابن ذکوان کے حالات اور اصول روایت کا ذکر ہے پھر دونوں راویوں کے فروشی کلیہ مکررہ کا تذکرہ ہے۔ صفحہ چھبیس سے صفحہ اسی تک پورے قران مجید میں ان دونوں روایتوں کا اجرا واضح کیا گیا ہے۔ ہر پارہ کا عنوان الگ قائم کر کے پوری تفصیل سے روایتوں کا تذکرہ ہے۔ آخری حصہ میں امام ابن عامر شامی کی قرات کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو ان کے لیے صرف طیبہ میں ہیں اور حرز میں نہیں ہیں۔ البتہ حرز و طیبہ دونوں میں موجود وجوہ کو انہوں نے قوس میں لکھا ہے۔ اسی طرح حلوانی اور داجونی کی وجوہ کیلئے بھی نشانیاں مقرر کی ہیں بہتر ہوتا کہ مؤلف ان سب کو علیحدہ علیحدہ ہی لکھتے تاکہ خلط مبحث کا امکان باقی نہ رہتا۔ صفحہ چورانوے پر ابن ذکوان کی وہ وجوہ ذکر کی گئی ہیں جو ان کے لیے طیبہ سے آئی ہیں آخری صفحہ پر سند کے طور پر قاری فتح محمدؒ کی طرف سے تقریظ موجود ہے۔

قراۃ حضرت امام ابن کثیر مکی رحمۃ اللہ علیہ
براویتین سیدنا بزی و قنبل رحمۃ اللہ علیہما

چھوٹے کتابی سائز کے بانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی" کی تالیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ امام عبداللہ ابن کثیرؒ کی قرات پر ہے اور ان کے دو مشہور راویوں یعنی احمد ابوالحسن بزی اور محمد ابوعمرو قنبل کی روایتوں پر مبنی ہے۔ شروع کے پانچ صفحات پر ان تینوں شخصیات کے مختصر مگر جامع حالات مندرج ہیں لیکن ماخذ معلومات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ کتاب کے صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ بائیس تک دونوں روایتوں کے اصولِ مختصرہ اور فروش کلیہ کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ پھر صفحہ تیئیس سے لے کر اکاسی تک پورے قران مجید میں ان تمام اصولوں کا اجراء سمجھایا گیا ہے۔ پھر صفحہ بیاسی سے لے کر اکانوے تک پہلی فصل میں بزی کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو صرف طیبہ میں ہیں۔ دوسری فصل میں سیدنا قنبل کی ان وجوہ کو بیان کیا گیا ہے جو صرف طیبہ میں مذکور ہوئیں۔ ان کے فروش الحروف کا تذکرہ بھی ہے۔ کتاب کے آخر میں قاری فتح محمد پانی پتی" کی تقریظ ہے جس میں انہوں نے کتاب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا

" احقر نے رسالہ قراۃ ابن کثیر کو اول سے لے کر آخر تک حرفاً حرفاً سنا۔ سو بحمدہ تعالیٰ نہایت جامع اور مکمل پایا حق تعالیٰ شانہٗ اس کے نفع کو عام و تام فرماوے"۔

قراءت حضرت امام ابوعمرو بصریؒ
بروایتین سیدنا سوسیؒ و سیدنا دوریؒ

چھوٹے کتابی سائز کی ایک سو اٹھاون صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخشؒ پانی پتی کی تالیف ہے۔ حضرت امام ابوعمرو بصریؒ آئمہ سبعہ قرات میں سے ہیں۔ کتاب کے شروع میں ان کے حالات زندگی مندرج ہیں لیکن ان حالات میں ماخذ معلومات کی نشاندہی نہیں ہے البتہ مولف نے کہیں کہیں صاحب نشر کا حوالہ ضرور دیا ہے لیکن یہ حوالہ محض ذکر کتاب کی حد تک ہے۔ مفصل حوالہ کسی جگہ بھی مذکور نہیں ہے۔ امام ابوعمروؒ کے حالات کے ساتھ ان کے دو مشہور راویوں ابوعمر حفص دوری ازدی اور ابوشعیب صالح بن زیاد سوسی کے حالات کا تذکرہ ہے۔ پھر ان کے اصول ذکر کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں ادغام کبیر ادغام مثلین ادغام متقاربین۔ مد متصل و منفصل ابدال ادغام صغیر۔ فتح اور امالہ محضہ اور امالہ بین بین۔ یائے اضافت اور یا آت زوائد۔ ان اصولوں کے بعد فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد کتاب کے آخر تک ان اصول و فروش کا پورے قران مجید میں اجرا بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں راویوں کی روایتوں فرق بہت ہی خفیف ہے اس لئے دونوں کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ معمولی اختلاف جہاں موجود ہوا۔ اس مقام کو خط کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔

قرأت حضرت امام حمزہ کوفی رح بروایتین سیدنا امام خلف و سیدنا امام خلاد رح

چھوٹے کتابی سائز کی یہ کتاب تین سو چھبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے قاری رحیم بخش پانی پتی نے تحریر کیا ہے۔ امام حمزہ رح کی قرات سے متعلق یہ خالص فنی نوعیت کی کتاب ہے۔ امام حمزہ رح ائمہ سبعہ میں چھٹے امام ہیں۔ آپ کو علم قرأۃ اور علم فرائض میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ آپ کے بے شمار شاگردوں میں امام خلف اور امام خلاد بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ جو اصطلاح میں آپ کے راوی کہلاتے ہیں۔ مصنف نے کتاب کے آغاز میں ان دونوں راویوں کی قرات کے اصولوں کو بیان کیا ہے اور دونوں راویوں کے کسی لفظ کی ادائیگی کے اختلاف کو بھی واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ سات بنیادی اصولوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ہمزہ والے کلمہ پر وقف کرنے کے قواعد بیان کیئے ہیں۔ اور تمام ہمزات کی اصولی طور پر تین قسمیں تبلائی ہیں۔ جو یہ ہیں ۱۔ ساکنہ جیسے یُؤْمِنُوْنَ ۔ اِقْرَأْ نَبِّئْ ۲۔ متحرکہ یعنی جسکا پہلا حرف ساکن ہو۔ جیسے یَسْئَلُوْنَ ۔ وغیرہ ۳۔ متحرکہ ماقبل متحرک۔ یعنی ایسا متحرک جس کے پہلے حرف پر بھی حرکت ہو۔ جیسے سَاَلْتُمْ ۔ تَطْؤُهَا ۔ مُنْشِئُوْنَ ، وغیرہ ۔ پھر پہلی قسم کی مزید چھ فروعی قسمیں ہیں۔ جبکہ دوسری قسم کی بارہ اور تیسری قسم کی نو فروعات ہیں اس طرح یہ کل مل کر ستائیس ہو جاتی ہیں۔ موصوف نے ان ستائیس فروعات کو الگ الگ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام بھی اصطلاحی طور پر بیان کیئے ہیں

علمائے قرات کے نزدیک ہمزہ ثقیل ترین حرف ہے اور یہ مشکل ترین ابواب میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی لئے قاری رحیم بخش نے پوری شرح وبسط کے ساتھ اس موضوع پر کلام کیا ہے پھر اظہار اور ادغام صغیر کی بحث ہے اس ضمن میں انہوں نے امام خلف اور امام خلاد کے حوالے سے آٹھ قاعدے بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد فتح اور امالہ کی بحث ہے۔ اور فتح اور امالہ کی تعریف سے صرف نظر کرتے ہوئے مختصر احکام ذکر کر دیئے ہیں۔ پھر یا آت اضافت اور یا آت زوائد کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ ساری بحث شروع کے چوالیس صفحات پر ممتد ہے۔ اس بحث کے بعد صفحہ چھیالیس سے لے کر آخر کتاب تک پورے قران مجید کی تمام سورتوں میں خلف و خلاد کے اختلاف یا فرق کو ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ساری بحث املاقی پہلو کو محیط ہے۔ بعض کلمات کے نیچے خلاد باریک خط میں مرسوم ہے جس سے مراد روایت خلاد ہے۔ بعض کلمات کے نیچے خلف لکھا گیا ہے یہ علامت روایت خلف کی ہے۔ بعض کلمات دونوں ناموں سے معرا ہیں جس کا مطلب ہے ایسے کلمات کو خلف و خلاد یکساں ادا کرتے ہیں۔ بعض کلمات پر س کی علامت ہے جو سکتہ کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً بالآخرۃ۔

اس کتاب کو سامنے رکھ کر امام خلف اور امام خلاد کی روایتوں کے مطابق تلاوت کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ چیز عام حفرات کیلئے نہیں ہے۔ اس سے صرف وہ لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو علم قرات سے واقف ہوں۔ کتاب کے آخر میں قاری فتح محمد کی مختصر تقریظ ہے جس میں انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتاب انہوں نے اول تا آخر سنی ہے اور اس کو نہایت جامع پایا ہے۔ یہ تقریظ اس بات کا ثبوت ہے کہ کتاب فنی لحاظ سے درست اور دونوں روایتوں کے اطلاقات صحیح ہیں۔

قرأت حضرت امام عاصم بروایت ابوبکر شعبہ بن عیاش رح

چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے۔ امام عاصمؒ ائمہ سبعہ میں سے ہیں۔ اور ابوبکر شعبہ بن عیاش ان کے ایک راوی ہیں۔ آغاز میں ہر دو حضرات کے حالات زندگی کا تذکرہ ہے۔ یہاں بھی ماخذ معلومات کا ذکر نہیں ہے۔ پھر صفحہ پانچ سے لے کر صفحہ آٹھ تک فروش کلیہ کا ذکر ہے۔ ان فروش کی تعداد سترہ ہے۔ کتاب کے صفحہ اکتیس تک پورے قران میں ان کے اجرا کو واضح کیا گیا ہے صفحہ بتیس پر روایت ابوبکر کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو شاطبیہ اور تیسیر میں موجود نہیں ہیں لیکن علامہ جزریؒ نے طیبہ اور نشر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ بارہ وجوہ یا اصول ہیں۔ اس کے بعد کتاب کے آخری حصہ میں حفصؒ کی ان وجوہ کو ذکر کیا گیا ہے جو ان کیلئے صرف طیبہ کے طریق سے ہیں۔ آخر میں قاری فتح محمدؒ کی تقریظ ہے جو کتاب کے مندرجات کی ثقاہت پر سند ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام عاصم کے مشہور راوی دو ہیں ایک حفصؒ دوسرے ابوبکر بن شعبہ۔ لیکن مؤلف نے صرف ابوبکر شعبہ کی روایت ہی کو کتاب میں درج کیا ہے۔ حفصؒ کی روایت کو نہیں لکھا۔ اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ امام حفصؒ کی روایت اتنی عام ہے کہ ایک ہزار حفاظ میں سے نوسو ننانوے کو یہی روایت یاد ہے۔ اور ایسا کوئی نہ نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہوں۔ اس لئے اس رسالہ میں صرف ابوبکر کی روایت بیان کی جاتی ہے۔

قرأۃ سیدنا امام عاصم کوفی بروایت سیدنا ابوبکر شعبہ بن عیاش بطریق شاطبیہ وطیبہ مع ضمیمہ وجوہ طیبہ روایت سیدنا حفص رحمۃ اللہ اجمعین

چھوٹے کتابی سائز کے بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ محمد طاہر رحیمی کا تالیف کردہ ہے شروع میں امام عاصم کے راوی ابوبکر شعبہ کے اصول مختصر بطریق شاطبیہ بیان ہوئے ہیں پھر اصول مختصر بطریق طیبہ ہیں پھر قران مجید میں ان کا اجراء واضح کیا گیا ہے اس کے بعد قرأت عاصم کی روایت حفصؒ کے اصول مختصرہ بطریق شاطبیہ اور بطریق طیبہ مذکور ہوئے ہیں۔ اور ساتھ ہی روایت حفصؒ کے فروش کا تذکرہ ہے۔ آخر میں تکملہ کے عنوان سے امام عاصم اور ان کے راوی ابوبکر شعبہ بن عیاش کے حالات قاری رحیم بخش کی کتاب سے منقول ہیں

رسالہ روایت سیدنا ورش بطریق سیدنا محمد اصبہانی

یہ رسالہ قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے صفحات چالیس ہیں۔ امام ورش کے دو طرق مشہور ہیں ایک ابو یعقوب ازرق دوسرے ابوبکر اصبہانی۔ مذکورہ کتاب میں امام نافع کی قرأت انکے راوی ورش کی روایت میں طریق اصبہانی پر لکھی گئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ صرف امام جزری کی نشر اور طیبہ میں مذکور ہوئی ہے۔ شاطبیہ اور تیسیر میں اس طریق کا ذکر نہیں ہے۔ کتاب کے آغاز میں امام نافع ورش اور اصبہانی کے حالات کا ذکر ہے۔ پھر طریق اصبہانی کے اصول مختصرہ دیئے گئے ہیں اور فروش کلیہ مکررہ کا ذکر ہے اس کے بعد پورے قران مجید میں ان کا اجراء واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں تکمیل کتاب کا ۱۹۸۷ء درج ہے

قراءۃ امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ
بروایتین سیدنا ابوالحارث وسیدنا دوری رحمۃ اللہ علیہما

چھوٹے کتابی سائز کے اٹھانوے صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی کی تالیف ہے امام کسائی آئمہ قرات سبعہ میں ساتویں امام ہیں کتاب کے آغاز میں مؤلف نے ان کے حالات زندگی تحریر کئے ہیں لیکن کسی جگہ ماخذ معلومات کا ذکر نہیں کیا۔ ساتھ ہی ان کے دونوں مشہور راویوں میں سے ایک کے حالات کا بہت ہی مختصر تذکرہ کیا ہے۔ دوسرے راوی یعنی دوری کا ذکر نہیں کیا۔ مؤلف کے بقول دوری ابوعمرو بصری کے بھی راوی ہیں لہذا ان کا ذکر انہوں نے امام ابوعمرو کے بارے میں لکھی گئی کتاب میں کر دیا ہے۔ اس کے بعد امام کسائی کے اصول قرات کا ذکر ہے اور ساتھ ہی فروش مکررہ بھی وضاحت سے بیان کر دیئے ہیں۔ پھر صفحہ بیس سے لے کر آخر کتاب تک پورے قران مجید میں اس روایت کے اجرا کو واضح کیا گیا ہے اور ہر پارے کا علیحدہ علیحدہ عنوان لکھا گیا ہے۔ اور اس میں موجود تمام ایسے کلمات کی الگ الگ وضاحت ہے جہاں اس روایت کے اصول و فروش جاری ہوتے ہیں۔ آخر میں حسب معمول صحت مباحث و درستی مسائل مبینہ کی سند کے طور پر قاری فتح محمد پانی پتی کی تقریظ دی گئی ہے۔

قراءت حضرت امام نافع رحمہ
بروایت سیدنا قالون

چھوٹے کتابی سائز کے چھیتر صفحات پر مشتمل کتابچہ قاری رحیم بخش پانی پتی رح کی تالیف ہے امام نافع رح قرات کے پہلے امام ہیں اور قالون ان کے ایک مشہور راوی ہیں۔ آغاز کتاب میں امام نافع مدنی کے حالات زندگی بدون ماخذ معلومات مندرج ہیں اور پھر سیدنا عیسیٰ بن مینا قالون کے حالات دو کوائف مختصر طور لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد ان اصطلاحات کا ذکر ہے جو عموماً کسی مسئلہ قرات کو سمجھانے کی غرض سے استعمال کی جاتی ہیں۔ پھر روایت قالون کے مختصر اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جنکی تعداد آٹھ ہے۔ پھر مزید ان کی فروعات ہیں۔ ان اصولوں کے بعد فروش مکررہ کا تذکرہ ہے۔ اس تفصیل کے بعد صفحہ اٹھارہ سے لیکر چھیاسی ۸۶ تک پورے قران مجید میں ان قواعد کے اجرا کو مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے

کتاب کے آخری حصہ میں روایت قالون کی وجوہ کا ذکر ہے جو علامہ جزری رح کی طیبہ اور نشر فی قراءت العشر میں تو موجود ہیں لیکن شاطبیہ اور تیسیر میں نہیں ہیں

کتاب کے آخری صفحہ پر قاری فتح محمد پانی پتی رح کی تقریظ ہے جس سے کتاب کی اہمیت اور بیان شدہ مباحث و مسائل کی صحت اور درستی کی سند حاصل ہوتی ہے۔

قراۃ حضرت امام نافع رحؒ
بہ روایت سیّدنا ورش رحؒ

یہ کتاب قاری رحیم بخش پانی پتی رحؒ کی تالیف ہے۔ جو عام کتابی سائز کے تین سو اڑسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں پیش لفظ کے عنوان سے سیدنا ورش کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں۔ آپ کا پورا نام عثمان ابو سعید ہے اور ورش کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ امام نافع مدنی کے دوسرے مشہور راوی ہیں۔ ان کے تذکرہ حالات کے بعد اس روایت کے اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ بعد میں فروش کلیہ مکررہ کا تذکرہ ہے جو کتاب کے صفحہ انتالیس سے لے کر صفحہ تین سو سینتالیس تک ہے پورے قران مجید میں ان اصول و قواعد کا اجرا بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کتاب کے آخر میں خاتمہ کے عنوان سے دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں ورش کے لئے ان وجوہ کا ذکر ہے جو ازرق کے طریق سے صرف طیبہ میں ہیں اور شاطبیہ اور تیسیر میں موجود نہیں ہیں۔ دوسری فصل میں ان وجوہ کا تذکرہ ہے جو صرف اصبہانی کے طریق سے ہیں آخر میں قاری فتح محمد پانی پتی رحؒ کی تقریظ ہے جو کتاب کی صحت اور اس میں بیان کردہ مسائل قراءت بروایت ورش کی درستی کی سند کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

قراۃ مکی باضافہ طریق طیبہ

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے عبداللہ ابن کثیر مکی قرات کے دوسرے امام ہیں جنکے دو راوی احمد بزی اور محمد قنبل مشہور ہیں مؤلف نے ان دونوں کی روایتوں کو بطریق شاطبیہ اور بطریق طیبہ اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ شروع میں ابن کثیر کی قرائت کے اصول مختصرہ بطریق شاطبیہ مندرج ہیں پھر فروش کلیہ مکررہ پھر اصول مختصر بطریق طیبہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ان تمام اصول و فروش کا قران میں اجراء واضح کیا گیا ہے۔ آخر میں ابن کثیر۔ بزی اور قنبل کے حالات اور ان کی اسناد کا ذکر ہے۔

تاریخ علم تجوید و تاریخ علم قرأت

چھوٹے کتابی سائز کا یہ رسالہ اسی صفحات پر مشتمل ہے جو دو رسائل کا مجموعہ ہے دونوں قاری محمد طاہر رحیمی کے قلم سے ہیں۔ تاریخ علم تجوید میں انہوں نے تجوید کی ضرورت و اہمیت۔ تجوید کے فوائد۔ شرعی حکم ارکان تجوید۔ پانی پت میں علم تجوید اور شیوخ نیز جمع و تدوین قران وغیرہ عنوانات سے بحث کی ہے جبکہ تاریخ علم قرات میں آئمہ قرأت کا ذکر ہے۔ نیز اختلاف قرات۔ سبعہ احرف کا معنی اور مفہوم اور اختلاف قرات کے فوائد بیان کیے ہیں۔ نیز آئمہ قراءت سبعہ و عشرہ اور ان کے جملہ رواۃ کے حالات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں رسائل میں اختصار کا پہلو غالب ہے تاہم معلوماتی اعتبار سے دونوں رسائل مختصر ہونے کے باوجود جامع ہیں۔

وضوح الفجر فی القرأات الثلث المتمم للعشر

چھوٹے کتابی سائز کے ایک سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد طاہر رحیمی کی تالیف ہے سبعہ قرات کے بعد تین مزید قرائتیں مل کر عشرہ قرات ہوتی ہیں۔ بعد والی تین قرائتوں پر دو کتب بڑی اہم ہیں ایک درہ دوسرے وجوہ المسفرہ۔ ان کتب میں عموماً ان اختلافات کو بیان کیا گیا ہے جو ابو جعفر نافع سے۔ یعقوب ابو عمرو سے اور خلف حمزہ سے کرتے ہیں لیکن جن کلمات میں ان حضرات کی باہم موافقت ہے ان کو بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن وضوح الفجر میں مؤلف نے ان تینوں قراتوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ جس سے تینوں قرات کی تفہیم میں مزید سہولت پیدا ہوئی ہے۔ مؤلف نے طریق کار یہ اختیار کیا ہے کہ تینوں آئمہ قرات کیلئے روایت حفص کو اصل ٹھہرا کر جن کلمات میں اختلاف ہے ان کو بیان کر دیا ہے۔ اور جن میں روایت حفص کے ساتھ ان کا اختلاف نہیں ہے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ کتاب کے شروع میں تینوں قرات کے اصول بیان کئے ہیں۔ جو تیرہ ابواب پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا عنوان الگ ہے۔ پھر فرش الحروف کے عنوان سے پورے قرآن مجید میں ان کا اجرا کیا گیا ہے۔ آخر میں تتمہ کے عنوان سے آخری تین قراتوں کی ان وجوہ کا ذکر ہے جو درہ اور وجوہ المسفرہ میں نہیں ہیں۔ پھر ان کا اجراء واضح کیا گیا ہے۔ کتاب پر قاری فتح محمد پانی پتی اور قاری رحیم بخش پانی پتی کی تقاریظ صحت مضامین پر دال ہیں اور کتاب کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

ھدایات الرحیم فی آیات الکتب الحکیم

چھوٹے کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل قاری رحیم بخش" کا یہ مختصر رسالہ ہے۔ جس میں قرانی آیات کی تعداد اور ان سے متعلقہ دیگر مباحث شامل ہیں۔ ترتیب قران کی طرح آیات قرانی بھی توقیفی ہیں جس کے دلائل ظاہر و باہر ہیں۔ جس طرح قرات مختلف ہیں اسی طرح شمار آیات بھی مختلف ہیں۔ قرات سبعہ عشرہ کی طرح شمار آیات کے مذاہب یا مکاتب بھی مختلف ہیں جن کی تعداد سات ہے۔ ھدایات الرحیم انہی موھا موضوعات سے متعلق ہے۔ مؤلف نے اس حوالے سے اس فن کی دو اہم کتب اتحاف فضلاء البشر اور ناظمۃ الزھر کو بنیاد بنایا ہے لیکن ناظمۃ الزھر کو ترجیح دی ہے۔ کہ ان کے نزدیک اتحاف میں سہو کتابت زیادہ ہے[1]۔ مولف نے اپنے رسالہ کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب کی چار فصلیں ہیں جن میں پہلی فصل شمار آیات کے فن کی تعریف موضوع مبادی اور فوائد کے بارے میں ہے دوسری فصل کا عنوان قران مجید کی آیات کے شمار میں ہے۔ اس میں سات شمار مذکور ہیں۔ مدنی اول۔ مدنی اخیر۔ مکی کوفی۔ بصری۔ دمشقی اور حمصی۔ تیسری فصل اعداد و شمار کے متعلقات پر ہے۔ چوتھی فصل میں کچھ اصطلاحات مذکور ہیں۔ دوسرے باب میں مکی مدنی سورتوں کی وضاحت ہر سورۃ کی آیات کا اعداد و شمار ان آیات کی تفصیل دی گئی ہے۔ آخر میں پانچ صفحات پر مشتمل ایک ضمیمہ دیا گیا ہے۔ جس کا عنوان عدد آیات کے متعلق مفید معلومات ہے۔ یہ ضمیمہ مولف کا نہیں بلکہ محمد طاہر رحیمی کا لکھا ہوا ہے۔ آخری صفحہ پر قاری فتح محمد پانی پتی کی تقریظ ہے۔

---

[1] رحیم بخش، ھدایات الرحیم، ۶

التجوید

بائیس صفحات پر مشتمل یہ ایک مختصر کتابچہ ہے جسے مولانا قاری محمد الدین نعیمی مدرس دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد نے لکھا ہے۔ ناشر کی حیثیت سے دو اداروں کے نام تحریر ہیں ایک مذکورہ مدرسہ دوسرے مکتبہ نوریہ گنج بخش روڈ لاہور۔ سن اشاعت اکتوبر ۱۹۸۱ء ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مندرج ہے۔ اس کتابچے میں علم تجوید سے متعلق حسب ذیل اٹھارہ عنوانات سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ احکام تجوید ۲۔ تعوذ و تسمیہ ۳۔ مخارج ۴۔ صفات حروف کا بیان ۵۔ میم ساکن کا بیان ۶۔ نون ساکن و نون تنوین کا بیان ۷۔ غنہ کا بیان ۸۔ اصطلاحات ۹۔ مد کا بیان ۱۰۔ مقدار مدات ۱۱۔ تفخیم و ترقیق کا بیان ۱۲۔ ادغام کا بیان ۱۳۔ لام تعریف کا بیان ۱۴۔ ھا ضمیر کا بیان ۱۵۔ اجتماع ساکنین کا بیان ۱۶۔ ہمزہ کا بیان ۱۷۔ وقف کا بیان ۱۸۔ سکتہ کا بیان

یہ کتابچہ محض تحصیل حاصل ہے۔ کل بائیس صفحات اور اٹھارہ انتہائی اہم موضوعات جو علم تجوید کی اصل ہیں۔ ان بائیس صفحات میں بھی ٹائیٹل فہرست اور پیش لفظ اور آخر میں دی گئی تقریظ کے صفحات کو اگر نکال دیا جائے تو مذکورہ موضوعات کی تشریح و توضیح کیلئے صرف سترہ صفحات بچتے ہیں۔ لکھنے کا انداز بھی پرانا اور دقیانوسی ہے حتیٰ کہ عنوانات کا انداز بھی مستعار۔ عبارت کے پورے کے جملے لقطات کا شاہکار ہیں۔

احکام التجوید

یہ کتاب قاری سید بزرگ شاہ الازہری کی ہے۔ جسے پاکستان قرأت اکیڈمی راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔ پوری کتاب بیاسی صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف نے عام تجویدی کتب سے مختلف انداز اختیار کیا ہے اور عنوانات کے ابواب کی بجائے درس کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اور تیس دروس لکھے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ درس ۱ کا عنوان حروف و حرکات ہے۔ اس درس میں حروف کی ساخت اور حرکات کی تعریف کی گئی ہے تمام حروف ہجا کو ساخت کے اعتبار سے تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی چار حرفی سہ حرفی دو حرفی۔ لیکن اس تقسیم سے بات کی تفہیم میں خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی یہ بحث مبتدی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح حرکات کو سمجھانے کیلئے بھی مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں لیکن بات واضح ہونے کی بجائے مزید الجھی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً مولف کسرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"منہ کو قدرے بند کر کے یعنی ناتمام بند کر کے جو باریک سی آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو کسرہ کہتے ہیں" (۱)

اسی طرح ضمہ کے ذیل میں تحریر ہے۔

"ہونٹوں کو گول کر کے کچھ آگے بڑھا کر جو باریک سی آواز نکالی جاتی ہے اسے تجوید کی اصطلاح میں آواز ضمہ کہتے ہیں" (۲)

---

(۱) بزرگ شاہ، احکام التجوید، ۱۰ (۲) ایضاً

درس نمبر۲ کا عنوان دانت اور داڑھ قائم کیا گیا ہے۔ اس درس میں دانتوں کا نقشہ اور دانتوں کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے۔ لیکن اسی درس میں حروف کی مشق کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور حرف ص تک بحث کی گئی ہے۔ اوّل تو حروف کی یہ بحث عنوان درس سے مطابقت نہیں رکھتی دوسرے یہ کہ حروف کے مخارج کی بحث بھی نامکمل ہے۔ البتہ درس نمبر۳ جس کا عنوان حروف ہجا کی مشق (گذشتہ سے پیوستہ) ہے میں حرف ض سے لے کر ی تک کے حروف کے مخارج کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مخم و مرقق۔ حروف مستعلیہ جیسی ثقیل اصطلاحات استعمال کر کے مزید مشکل پیدا ہو گئی ہے حالانکہ تفخیم و ترقیق وغیرہ کی تعریف و توضیح پہلے کسی جگہ بھی سمجھائی نہیں گئی۔ درس نمبر۴ کا عنوان ہے ہمزہ اور الف کا فرق۔ اس ضمن بھی بحث بڑی مغلق ہے مثلاً

"ہمزہ کبھی محذوف ہوتا ہے۔ ہمزہ کی محذوف شکل یہ ہے (ء)
ہمزہ کبھی مرسوم ہوتا ہے یعنی پڑھا بھی جاتا ہے اور لکھا بھی جاتا ہے
ہمزہ کی مرسوم شکلیں تین ہیں۔ ۱۔ الف۔ ۲۔ واؤ۔ ۳ یا" (۱)

ایسی ہی مشکل بحث پورے سبق میں موجود ہے۔ جس سے الف اور ہمزہ کا فرق واضح ہونے کی بجائے مزید الجھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ درس نمبر۵ کا عنوان ہے را کے احکام۔ اس درس میں مؤلف نے کوشش کی ہے کہ حرف را کی ادائیگی کا طریق سمجھایا جائے کہ را کس مقام پر باریک پڑھی جاتی ہے اور کہاں پر۔ سمجھانے کی غرض سے مؤلف لکھتے ہیں

"رَ فِیعٌ۔ رَ حْمَۃٌ۔ رَ جُلٌ۔ تَمْرَۃٌ۔ قِرْدَۃٌ۔ قَدَّرَ۔ صَوَّرَ۔ دَمَّرَ

---

(۱) بزرگ شاہ ۱۱ احکام التجوید ۱۲

یہ الفاظ تین حصّوں میں تقسیم ہیں۔ ہر حصہ تین تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ ہر لفظ میں را مفتوح ہے۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے تین الفاظ میں را لفظ کے شروع میں واقع ہے۔ دوسرے تین الفاظ میں را لفظ کے درمیان میں واقع ہے جبکہ آخری تین الفاظ میں را لفظ کے آخر میں واقع ہے تینوں حصوں کے راؤں کا اصطلاحی نام بالترتیب را مفتوحہ ابتدائیہ را مفتوحہ متوسطہ اور را مفتوحہ منطرفہ ہیں۔ یہ تمام رائیں پر پڑھی جائینگی" (۱)

اس عبارت کو پڑھ کر مبتدی کیلئے را کے مبحث کو سمجھنا آسان نہیں رہا۔ بلکہ مشکل ہی ہو گیا ہے۔ دیئے گئے الفاظ کی تعداد بھی آٹھ ہے جبکہ مؤلف نے لکھا ہے کہ الفاظ تین حصوں میں تقسیم ہیں ہر حصہ تین تین الفاظ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مؤلف کی حسب ذیل عبارت دیکھئے

"قاعدہ نمبر ۸ را ساکن کا ماقبل بھی ساکن ہو تو ایسی را سے پہلے تیسرے نمبر والے حرف کی حرکت کے مطابق ساکن را پر یا باریک پڑھی جائیگی۔ القدر۔ البحر" (۲)

درس نمبر ۶ میں استعاذہ اور بسملہ کے عنوان کے تحت جائز اور ناجائز طریقوں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بحث بڑی حد تک واضح ہے اسی طرح درس نمبر ۹ اور ۱۰ کی بحثیں بھی عمدہ اور سلیس ہیں البتہ دسویں بات کے آخر میں نون ساکن اور تنوین کے احکام کا خلاصہ تین نکات میں ہے نون مشدد کے قواعد بھی قابل فہم ہیں لیکن مثالیں صرف تین دی گئی ہیں اگر چند مثالیں اور لکھ دی جاتیں تو مزید بہتر تھا۔ درس نمبر ۷ کا عنوان سورۃ الفاتحہ (مشق قواعد تجوید کا اجرا اور خط نسخ میں لکھائی) ہے اس کے تحت سورہ فاتحہ تحریر ہے اور لکھنے کی مشق کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہی صورت درس نمبر ۸ میں ہے

---

(۱) بزرگ شاہ ما احکام التجوید ۲۳ - ۲۴ - (۲) ایضاً ۲۶

اور سورۃ لبقرہ کی پانچ آیات کی مشق لکھائی کا مطالبہ ہے۔ درس نمبر ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ اور ۱۵ میں سورۃ الناس۔ الفلق الاخلاص۔ الماعون۔ الکوثر الکافرون۔ القریش۔ الفیل کی مشق اور احکام تجوید کے اجرا کے ساتھ ساتھ لکھائی کی مشق کا مطالبہ ہے۔ درس نمبر ۱۴ کا عنوان میم ساکن اور میم مشدد ہے۔ اس درس میں میم ساکن کے تین احکام یعنی اخفا ادغام اور اظہار مذکور ہوئے ہیں۔ اور ایک جدول کے ذریعہ سے وضاحت کے ساتھ ساتھ سورۃ المعارج کی آیات انیس تا تیس میں ان قواعد کا اجرا بھی سمجھایا گیا ہے۔ درس نمبر ۱۷ کا عنوان عارض لین لازم لین اور مقدار ممدود لکھا گیا ہے۔ اس درس کی ساری زبان ادق ہے۔ حتی کہ عنوان بھی۔ اس درس کے آخر میں ذیلی عنوان ہے اقسام مد اور مقدار مد کا خاکہ لیکن خاکہ کی بجائے سابقہ بحوث ہی کو مکرر بیانیہ انداز میں لکھ دیا گیا ہے۔ درس نمبر ۲۱ کا عنوان اجتماع ساکنین اجتماع متقاربین اجتماع متجانسین اجتماع متباعدین ہے۔ ان اصطلاحات کے حوالے سے بحثیں بہتر ہیں۔ درس نمبر ۲۷ کا عنوان مراتب تلاوت ہے اور چار مراتب ذکر کئے گئے ہیں۔ تحقیق۔ ترتیل۔ تدویر۔ حدر۔ اکابر قراء نے تلاوت کے تین مراتب یعنی ترتیل۔ تدویر اور حدر ہی بیان کئے ہیں۔ چوتھا مرتبہ تحقیق مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہے اسکو تلاوت کا طریقہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو تقاضائے تلاوت ہے۔ درس نمبر ۱۸ میں مخارج حروف کا خاکہ دیا گیا ہے۔ یہ خاکہ زیادہ بہتر تھا کہ سبق نمبر ۱ اور ۲ کے ساتھ ہی دیا جاتا کیونکہ اس خاکے کا اصل محل وہی تھا۔ چھبیس دروس کے بعد اس خاکے کو بیان کرنا کچھ غیر مناسب سی بات ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر احکام التجوید بہتر کتابچہ ہونے کے باوجود مستقیم سے پاک نہیں۔

اسھل التجوید فی القرآن المجید

عام کتابی سائز کی یہ کتاب چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو قاری فقیر محمد یحییٰ رسول نگری کی لکھی ہوئی ہے۔ موصوف دارالقراء جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے ناظم ہیں۔ اس کتاب کو المطبعۃ العربیۃ ۳۰ لیک روڈ پرانی انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے۔ پیش نظر نسخہ مئی ۱۹۹۱ء میں طبع ہوا۔ جس پر طبع چہارم لکھا ہوا ہے۔

اسھل التجوید روایت حفص کے قواعد پر مشتمل ہے۔ کتاب کو اٹھارہ اسباق پر تقسیم کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

پہلا سبق۔ علم تجوید۔ اس میں تجوید کی تعریف۔ موضوع۔ غرض و غایت اور فضیلت کا تذکرہ ہے دوسرا سبق۔ لحن کی تعریف اسکی قسمیں۔ اسمیں لحن خفی اور لحن جلی کی وضاحت ہے۔ اس سبق کے تحت امام ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص کثرت سے لحن خفی کا ارتکاب کرے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ تیسرے سبق کا عنوان "اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا بیان ہے چوتھا سبق مخارج الحروف پر ہے۔ پانچویں سبق کا عنوان۔ صفات کا بیان ہے۔ اس میں صفات عارضہ و لازمہ کی تفصیل ہے۔ چھٹا سبق صفات عارضہ محسنہ پر ہے۔ ساتویں کا عنوان تفخیم و ترقیق اور آٹھویں کا عنوان لام کا بیان ہے۔ نواں سبق راء کے احکام پر ہے۔ اس میں راء کی ادائیگی کی مختلف صورتیں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ دسویں سبق کا عنوان غنہ کا بیان ہے۔ گیارہواں سبق میم ساکن۔ بارہواں نون ساکن اور نون تنوین پر ہے۔ تیرھویں سبق کا عنوان مد کا بیان ہے۔ یہ درس بڑا مفصل ہے

اس سبق میں مؤلف نے مد کی اقسام کو الگ الگ عنوانات کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ چودھویں سبق کا عنوان ھمزہ وصلی کا بیان ہے۔ پندرھویں سبق کا عنوان وقف کے احکام ہے۔ سولھواں سبق اثبات اور حذف الف کا بیان ہے۔ سترھواں سبق سکتہ کا بیان اور اٹھارہویں کا عنوان بعض ضروری مسائل ہے۔ ان باقاعدہ اسباق کے بعد قرآن مجید کے فضائل۔ قراء کی فضیلت میں چند احادیث کا تذکرہ ہے۔

ان بحثوں کے بعد آخری حصہ میں چند بزرگ قراء کی کتاب کے بارے میں مختصر آراء مندرج ہیں جن میں کتاب کا تعارف اور تحسین ہے۔ ان بزرگ قراء میں حافظ ثناء اللہ مدنی۔ قاری عبدالخالق رحمانی۔ قاری محمد حبیب اللہ۔ قاری اظہار احمد تھانوی۔ قاری نذیر احمد اور حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی شامل ہیں۔

اس پوری کتاب کا انداز حتی کہ عنوان تک پرانی طرز کے ہیں کوئی جدت ان میں نہیں۔ آغاز میں فہرست مشمولات تک بھی موجود نہیں اس لحاظ سے یہ کتاب مطبوعہ کتب تجوید میں اضافہ تو ہے لیکن اس اضافے کو گراں قدر اضافہ شاید نہ کہا جا سکے۔

اصول التجوید

اصول التجوید قاری جمشید علی کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ موصوف ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس تجوید وقرات ہیں۔ آپ شیخ القراء قاری حفظ الرحمٰن کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے قاری محمد عبداللہ سلیم کی رائے مندرج ہے جس میں انہوں نے کتاب میں موجود مباحث کی تعریف لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ " اصول التجوید میرے نزدیک نہایت مفید اور جامع رسالہ ہے۔ دراصل اس میں خصوصیت کے ساتھ ضروری قواعد کو حضرت استاد کے جامع اور مختصر الفاظ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ رسالہ مفید بھی ہے اور مبارک بھی"

موصوف کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کی عبارت میں استاد کے ساتھ عقیدت مندی کا رنگ غالب ہے۔ علاوہ ازیں ہماری دانست میں اگرچہ رسالہ کے اندر علم تجوید کے مباحث کو مختلف عنوانات کے تحت مختصر مگر جامع انداز سے جمع کیا گیا ہے تاہم عبارت کا انداز قدیم اور مغلق ہے جس کی وجہ سے قاری عدم دلچسپی کا شکار ہو جاتا ہے

کتابچہ کے آخر میں ضروری ہدایت کے عنوان سے قراءت کے دوران بعض باتوں کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں بعض مفید باتیں لکھی گئیں ہیں جن کا علم قاری کیلئے بہت ضروری ہے تاہم ان مباحث میں فاضل مؤلف کی ایک بات محل نظر ہے

آپ لکھتے ہیں

" یہ بات بھی ذہن میں آجانی چاہیئے کہ قران پاک میں کوئی وقف ایسا لازم اور

ضروری نہیں ہے کہ اس کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے اور نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو۔ البتہ اگر قران پڑھنے والا معنی کو سمجھتا ہو تو ایسی جگہ جان بوجھ کر ملا کر پڑھنا حرام ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں وقف کرنے سے معنی کے بگڑنے کا وہم ہوتا ہو تو ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا حرام ہے" (۱)

فاضل مؤلف کی یہ عبارت از خود تعارض معنوی کا شکار ہے۔ کہ شروع میں فرمایا نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو اور آخر میں فرمایا ایسی جگہ جان بوجھ کر وقف کرنا حرام ہے۔ اگرچہ اس بات کو فاضل مؤلف نے معنی سمجھنے کی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے تاہم ان کا یہ کہنا تو کسی طور درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ قران پاک میں کوئی وقف لازم اور ضروری نہیں ہے۔ کہ اس کے نہ کرنے سے گناہ لازم آئے اور نہ کسی جگہ وقف کرنا حرام ہے کہ اس جگہ ٹھہرنے سے گناہ ہوتا ہو۔ اگر ان کی اس ہدایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو قران مجید کی نسبت سے علم الاوقاف (جو ایک مستقل اور مہتم بالشان علم ہے) کی ساری بحثیں بیکار ہو جاتی ہیں۔

آسان تجوید

بیس صفحات پر مشتمل یہ مختصر کتابچہ قاری بشیر احمد جامعی نے تحریر کیا ہے۔ موصوف دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا کے رہنے والے ہیں۔ پاکستان میں اس کتابچہ کو عمران اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس کتابچہ میں علم تجوید کی مختلف بحثوں کو دس اسباق میں تقسیم کیا گیا ہے۔ شروع میں اصطلاحات کے عنوان سے تجوید کی ابتدائی معلومات مندرج ہیں تمام اسباق سوالاً جواباً لکھے گئے ہیں۔

پہلا اور دوسرا سبق قران حکیم کی فضیلت اور علم تجوید کی اہمیت کے بارے میں ہے۔ تیسرے سبق میں تجوید کی تعریف اور غرض وغایت کا ذکر ہے۔ چوتھا سبق دانتوں کے ناموں کے بارے میں ہے پانچویں سبق میں مخارج بحث ہے۔ چھٹے میں استعاذہ اور بسملہ کے مسائل ہیں۔ ساتواں سبق علم الاوقاف پر ہے۔ آٹھویں سبق میں وصل اور اس کے طریقے بیان کئے گئے ہیں نیز حروف قمری وشمسی کی شناخت بھی کرائی گئی ہے۔ نواں سبق اظہار ادغام اقلاب اخفاء اور غنہ کے قواعد پر مشتمل ہے۔ جبکہ دسویں سبق میں مد اور اس سے متعلقہ مباحث بیان کئے گئے ہیں۔

آسان تجوید کی زبان سادہ اور عام فہم ہے تاہم زیادہ اختصار کی وجہ سے مسائل کی تلخیص اس درجہ ہوگئی ہے کہ تفہیم ناممکن ہوگئی ہے۔

آیئے قرآن شریف پڑھیں

چار حصوں پر مشتمل یہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹس ہیں جن میں سے ہر ایک کا عنوان "آیئے قرآن شریف پڑھیں" ہے۔ یہ پمفلٹس بزم ندائے مسلم پاکستان کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔ ان چاروں حصوں میں قرآن مجید کی تلاوت کیلئے قواعد تجوید کو جمع کیا گیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا پمفلٹ۔ یہ پمفلٹ پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں پانچ اسباق ہیں۔ پہلا سبق حروف تہجی سے متعلق ہے۔ تمام حروف کو لکھ کر ہر حرف کے نیچے اس کو پڑھنے کا طریقہ یعنی ادائیگی کا انداز اردو زبان میں دیا گیا ہے۔ دوسرے سبق میں رسم کے اعتبار سے حروف کی مختلف شکلیں واضح کی گئی ہیں۔ تیسرے سبق میں مخارج الحروف کا تذکرہ ہے اور منہ کے مختلف اعضاء کی تصاویر دی گئی ہیں اور ان تصویروں کی مدد سے مخارج کی شناخت کرائی گئی ہے۔

چوتھا سبق اعراب و حرکات سے متعلق ہے۔ پانچواں سبق علامت جزم کے بارے میں ہے۔ اور جزم والے حرف پر آواز کی کیفیت کو سمجھایا گیا ہے

دوسرا پمفلٹ

اس میں چھ اسباق ہیں۔ پہلے سبق میں کھڑا زبر کھڑی زیر اور الٹا پیش کی پہچان بتائی گئی ہے۔ دوسرے سبق میں ایسے حروف کا تذکرہ ہے۔ جو لکھنے میں تو آتے ہیں لیکن پڑھنے میں نہیں آتے۔ تیسرا سبق حرف یا (ی) سے متعلق ہے۔ جس

میں اس حرف کی مختلف شکلیں سمجھائی گئی ہیں ۔ چوتھے سبق میں واو (و) سے متعلق بحث ہے ۔ اور واو کے صوتی انداز بتائے ہیں ۔ پانچواں سبق تشدید کے بارے میں ہے جبکہ چھٹے سبق میں مد کی بحث ہے ۔ اور مد متصل اور منفصل کے فرق کو سمجھایا گیا ہے ۔

تیسرا پمفلٹ

اس میں بھی چھ اسباق ہیں ۔ جن میں تنوین جزم تشدید نون اور واو کے قواعد تشدید اور ی کا قاعدہ نیز نون (ن) اور میم (م) کی آوازوں کے بارے میں سمجھایا گیا ہے ۔

چوتھا پمفلٹ

اس میں تین اسباق ہیں ۔ پہلا سبق "الف کا ایک اور قاعدہ" کے عنوان سے ہے ۔ اور ایسے الف کا ذکر ہے جو لکھنے میں تو آتا ہے لیکن پڑھنے میں نہیں آتا یہ سبق دوسرے پمفلٹ میں مذکور قواعد ہی کا حصہ ہے ۔ چوتھے پمفلٹ کا دوسرا سبق حروف مقطعات اور ان کی ادائیگی کے بارے میں ہے ۔ تیسرے سبق میں رموز اوقاف سمجھائے گئے ہیں اور آخر میں قرآن کے اندر ایسے مقامات کا ذکر ہے جہاں زیر زبر کی غلطی سے کفریہ معنی ہو جاتے ہیں ۔ ان سے بطور خاص بچنے کی تاکید کی گئی ہے ۔

یہ اسباق قرآن مجید کو درست پڑھنے کی ایک تدبیر ہیں ۔

تجبیر التجوید

کتابی سائز کے اسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد ادریس عاصم نے لکھی ہے جس میں تجوید کے قواعد آسان اور عام فہم انداز سے بیان کئے گئے ہیں شروع میں علم تجوید کی بعض ضروری اصطلاحات کی وضاحت دی گئی ہے۔ اسی ذیل میں حرکات ثلاثہ زبر زیر پیش ساکن مشدد وغیرہ کی تشریحات شامل ہیں لیکن حقیقت میں یہ علم تجوید کی اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق علم الضبط کے ساتھ ہے۔ لیکن مؤلف نے انہیں علم تجوید کی اصطلاحات کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد استعاذہ اور بسملہ کے احکام حروف کے مخارج۔ صفات حروف لازمہ متفادہ غیر متفادہ عارضہ۔ تفخیم و ترقیق۔ میم ساکن و مشدد نون ساکن و مشدد کے قواعد مسائل ادغام مجزہ کے قواعد۔ مد کے مسائل۔ اجتماع ساکنین ھائے ضمیر۔ اصول صلہ اوقاف وغیرہ کے عنوانات پر مختصر مگر مفید بحثیں شامل کی گئی ہیں

بعد کے ایک صفحہ پر حضرت ابو عمرو حفص سلیمان کوفی رح کی سند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل کیا گیا ہے۔ آخر عیوب تلاوت کے عنوان سے بعض ایسی قباحتوں کا ذکر ہے جن سے قاری کو تلاوت کے دوران بچنا چاہیے۔

ترتیل القرآن

سولہ صفحات پر مشتمل علم تجوید کا مختصر پمفلٹ ہے جسے قاری حافظ مولانا سید افتخار احمد کاظمی مہتمم ادارہ تعلیمات کوئٹہ نے تحریر کیا ہے۔ اور مرکزی انجمن خدام القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور نے شائع کیا ہے مؤلف کے مطابق انہوں نے اٹھائیس برس مختلف سکولوں میں تجوید کی تعلیم دی اور اپنے تجرباتی نچوڑ کے بعد یہ کتابچہ ترتیب دیا تاکہ سکولوں کے طلباء اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سکولوں میں اور کالجوں میں علم تجوید کو لازمی قرار دیا جائے اور ماہر اساتذہ اس مقصد کیلئے وہاں تعینات کئے جائیں جنکی پوسٹ گزٹڈ ہو قاری سید ارشد یامین لیکچرر یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ نے ایک صفحہ پر مشتمل کتابچہ کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ مؤلف نے شروع میں صحیح قران مجید پڑھنے کی اہمیت و فضائل احادیث کی روشنی میں لکھے ہیں۔ جبکہ بقیہ صفحات پر قران مجید درست پڑھنے کے چند بنیادی قاعدے بیان کئے گئے ہیں۔ باقی کتابچہ میں کوئی نئی بات بیان نہیں کی گئی اور نہ ہی قواعد تجوید کو کسی بہتر انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

تسہیل التجوید
تالیف مولانا قاری محمد صدیق احمد صاحب

درمیانہ سائز کے چون صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ علم تجوید کے بنیادی موضوعات پر لکھا گیا ہے اس کے مؤلف مولانا قاری صاحب ہیں۔ جو ہندوستان کے معروف عالم دین ہیں پاکستان اس کتابچہ کو مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی نے طبع کیا ہے۔ تسہیل التجوید کا آغاز تجوید کی تعریف موضوع غرض اور فائدہ سے کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ارکان تجوید۔ مراتب تجوید لحن جلی اور لحن خفی کی بحثیں مختصر انداز سے بیان کی گئی ہیں اس کے بعد استعاذہ اور بسملہ کی تعریف اور تفصیلی احکامات علیحدہ سے لکھے گئے ہیں۔ جس کے ذیل میں وصل کل۔ فصل کل وغیرہ مسائل کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر مخارج کے عنوان سے دانتوں اور مخارج کے دیگر اعضاء کا ذکر ہے اور سترہ مخارج واضح کئے گئے ہیں۔ اس الباب حروف کے عنوان سے تمام حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے اور ان حروف کی تفصیل دی گئی ہے۔ پھر صفات حروف اور ان کے ذیل میں گیارہ صفات متضادہ اور سات صفات غیر متضادہ کا مفصل ذکر ہے اسی ذیل میں صفات عارضہ کا تذکرہ ہے پھر حرف لام اور راکو مفخم یا مرقق پڑھنے کے قواعد مذکور ہوئے ہیں اس کے بعد میم مشدد اور نون مشدد کے قواعد کا ذکر ہے اس کے تحت بحث کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور قرانی الفاظ سے کافی مثالیں دی گئی ہیں جس کی وجہ سے فہم میں بہت آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہمزہ۔ الف اور واو کے قاعدے بیان کئے گئے ہیں اور اسی ذیل میں مدات کی بحث بھی ہے۔ جسمیں مدات کی

تمام اقسام کا واضح ذکر ہے پھر ادغام اسکی قسمیں اور اسی کے ذیل میں موانع ادغام کا تذکرہ بھی ہے۔ اس کے بعد صفات حروف صفات لازمہ متضادہ غیر متضادہ وغیرہ کو ایک تفصیلی جدول کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اچھا ہوتا اگر جہ جدول صفات حروف کی بحث کے موقعہ پر ہی دیا جاتا تاکہ بحث کا تلازم برقرار رہتا۔ اس صفحاتی بعد کی وجہ سے خلط مبحث کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس جدول کے بعد وقف کی اقسام محل وقف کیفیت وقف باعتبار ادا کے عنوانات کے تحت عمدہ بحث ہے۔ اور وقف کی تمام اقسام مثلاً وقف بالاسکان وقف بالابدال وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد علامات وقف اور وصل کے عنوان سے پاک و ہند میں مروج علامات وقف کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس بحث میں مؤلف نے "ہ" کی علامت کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ آیت کے مختلف فیہ ہونے کی علامت ہے۔ اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کر سکتے ہیں۔ شاید مولف کا ذہن اس طرف مبذول نہیں ہوا کہ یہ علامت ایک عرصہ سے برصغیر میں متروک ہے بہتر تھا کہ اس علامت کا ذکر نہ کیا جاتا کہ اس سے قاری کا ذہن الجھن کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد سکتہ اور قواعد سکتہ کے تحت قران مجید میں موجود آٹھ مقامات سکتہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کے بعد ہائے ضمیر کا بیان ہے اور اس کے قاعدے الگ الگ واضح کئے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں قران مجید میں موجود ایسے اٹھارہ مقامات کی نشاندہی ہے جہاں الف لکھا تو جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا۔ یہ کتاب مجموعی طور پر عمدہ ہے عام تجوید کی کتب سے انداز بھی منفرد ہے اور بعض بحثیں زیادہ تفصیل اور عام فہم طریق سے واضح کی گئی ہیں۔ کتاب کے شروع میں فہرست عنوانات موجود نہیں ہے۔ اس لحاظ سے مؤلف کا انداز پرانے لکھنے والوں کا سا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی قاری کو اپنی مطلوبہ بحث یا موضوع تلاش کرنے میں قدرے دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تسہیل القواعد

عام کتابی سائز کے اسّاسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری فتح محمدؒ پانی پتی کی تصنیف ہے جس کا حاشیہ اور ضمیمہ قاری محمد طاہر رحیمی نے لکھا ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۴۰۴ھ میں طبع ہوئی دوسری مرتبہ ۱۴۰۶ھ میں پھر تیسری مرتبہ ۱۴۰۹ھ میں چھپی اس مختصر کتاب میں علم تجوید و قرأت کے آسان قواعد کو اس طور پر جمع کر دیا گیا ہے جن سے طلباء میں غلط اور صحیح کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حروف ہجا۔ حرکات۔ ہجا کے طریقے وغیرہ سے لیکر مخارج۔ ادغام۔ وقف سکتہ۔ وقفی وجوہ۔ اجتماع ساکنین وغیرہ جملہ قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

آخر میں استاد القرا قاری عبدالوحیدؒ کی کتاب ہدیۃ الوحید سے بعض ضروری فوائد مقتبس کر کے ذکر کئے گئے ہیں۔ ضمیمہ حواشی کے عنوان سے حروف ہجا کی مختلف غیر مشہور قسموں کی بحث ہے۔ لیکن یہ بحث خاصی مغلق ہے جس سے مبتدی کو شاید کچھ فائدہ حاصل نہ ہو۔

جامع التجوید

بڑے کتابی سائز کے چھیتر صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری تاج محمدؒ کی تالیف ہے موصوف بصارت سے محروم تھے لیکن قرات سبعہ وعشرہ کے حافظ تھے کتاب کے کاغذ کی بوسیدگی اس کی قدامت کا پتہ دیتی ہے۔ شروع میں ایک صفحہ کا دیباچہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ موصوف کی ایک اور کتاب سفینۃ النجاۃ فی تحوالقرات بھی ہے۔ جامع التجوید سفینۃ النجاۃ ہی سے مقتبس ہے۔ باوجود تلاش کے ہمیں مولف کی دوسری کتاب کا سراغ نہ مل سکا۔ جامع التجوید کے شروع میں اصلاحات تجوید کے عنوان سے بیشتر اصطلاحات کی توضیح کردی گئی ہے۔ مثلاً تجوید۔ حروف ہجا۔ حرکت عارضی۔ اظہار ادغام اخفا۔ ترقیق تغلیظ اشمام۔ استیناف تسہیل وغیرہ۔ یہ حصہ بڑا اہم ہے بیشتر بحثیں اسی جگہ سمجھ میں آجاتی ہیں۔ ساتھ ہی حاشیہ پر مزید وضاحتیں دی گئی ہیں۔ پھر ابواب کے تحت مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ابواب کے عنوانات اس طرح ہیں مخارج حروف۔ ترقیقات واستعلاء اطباق وظاءات وتجدیرات۔ اظہار وادغام۔ راءات۔ لامات کنایہ ضمیر۔ مدوقصر وقوف استعارہ بسملہ وغیرہ باب بسملہ بڑا مفصل ہے۔ اور نقشوں کی مدد سے وضاحتیں دی گئی ہیں جو قرات کی دوسری کتابوں میں دیکھنے میں نہیں آئیں پھر آخر میں جمع تدوین قرآن پر ہے۔ نیز سجدہ تلاوت پر بھی مختصر وضاحتیں موجود ہیں۔ کتاب کے آخر میں چھتیس اشعار پر مشتمل اردو میں ایک نظم ہے۔ جس میں قواعد تجوید منظوم بیان کیا گیا ہے۔ یہ نظم محمد عبدالمجید منشی فاضل المتخلص عریف کا نتیجہ فکر ہے۔

جمال القرآن کامل

برصغیر پاک و ہند میں علم تجوید کے ساتھ معمولی لگاؤ رکھنے والا کوئی بھی شخص جمال القرآن سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔ جمال القرآن برصغیر کے نامور عالم اور فقیہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ جو ہند و پاکستان کے تقریباً تمام ہی مدارس میں علم تجوید کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے۔ جمال القرآن کامل کے نام سے یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوئی تھی کتابت نہایت عمدہ اور دیدہ زیب تھی (۱)

قاری اظہار احمد تھانوی نے بعض احباب کی فرمائش پر۔ جمال القرآن کے حاشیئے تحریر کئے ہیں۔ جن میں ایسے مسائل تجوید جنکو جمال القرآن میں اختصار سے بیان کیا گیا ہے کو مزید وضاحت کے ساتھ مفصل تحریر کیا ہے۔ تاکہ فہم میں آسانی پیدا ہو سکے۔ ابتدا میں مولانا اشرف علی تھانوی کے حالات زندگی بھی مختصراً قلم بند کئے گئے ہیں۔ تجوید کے جو مسائل طویل عبارات کی شکل میں تھے ان کا مختصر خلاصہ بھی حواشی میں دیا گیا ہے۔ تاکہ زبانی یاد کرانے میں آسانی پیدا ہو کتاب کے آخر میں حفص بن سلیمان جو امام عاصم کی قرات کے راوی ہیں اور ان کے شیوخ زر بن حبیش اور ابن حبیب سلمی کے حالات و سوانح بھی لکھے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قواعد تجوید کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر علمی فوائد کا مرقع بن گئی ہے۔

---

(۱) اظہار احمد تھانوی، جمال القرآن کامل ۱۲

خلاصۃ التجوید

باسٹھ صفحات پر مشتمل یہ بڑا مفید کتابچہ ہے جسے قاری اظہار احمد تھانوی نے لکھا ہے۔ اس میں اصول تجوید و قرات کو انتہائی آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مولف کے مطابق خلاصۃ التجوید میں دو امر پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت سلیس اور آسان ہو دوسرے یہ کہ اصطلاحات کی تعریف مختصر لفظوں میں جامع و مانع ہو۔ کتاب کی عبارت سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف ان دونوں مقاصد میں کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ پورا کتابچہ سوالاً جواباً تحریر کیا گیا ہے۔ جس سے مسائل کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ علم تجوید کسی استاد کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں تاہم خلاصۃ التجوید استاد کی صحبت کے ساتھ ساتھ ایک بہتر کا معاون کا درجہ ضرور رکھتی ہے۔ مؤلف نے تمام مباحث کو چالیس اسباق پر تقسیم کیا ہے۔ ہر سبق کا مخصوص عنوان ہے۔ جس کا انداز عام کتب تجوید سے یکسر مختلف ہے۔ مثلاً عام کتب تجوید میں عنوان دیا جاتا ہے تعوذ و البسملہ یا تعوذ و البسملہ کے احکام لیکن مؤلف نے اس بحث کا عنوان " تلاوت کس طرح شروع ہوتی ہے" قائم کیا ہے۔ اول الذکر عنوان میں یقیناً تعالت کا پہلو موجود ہے جبکہ مؤخر الذکر عنوان اگرچہ نسبتاً طویل ہے تاہم فہم کے قریب ہے۔ یہی صورت حال دیگر عنوانات میں بھی موجود ہے۔

کتاب کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف نے بجا طور پر لکھا ہے " جائے استاد خالیت کے مطابق اصطلاحات کی تشریح کرنا اور عبارت کا مفہوم طلبہ کے ذہنوں کے قریب لے آنا استاد کی یہ ذمہ داری بہر حال اس کتاب کو پڑھاتے ہوئے بھی اپنی جگہ باقی رہیگی البتہ مختصر ہونے کی وجہ سے طلبہ کو اس کا یاد کر لینا آسان ہوگا" ان شاء اللہ

رہنمائے تجوید

چھوٹے کتابی سائز کے چھتیس صفحات پر مشتمل مختصر سا کتابچہ ہے جسے قاری محمد سلیمانؒ نے تحریر کیا ہے۔ موصوف ہندوستان کی معروف درسگاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درجہ تجوید کے مدرس تھے۔ پاکستان میں اس کتابچہ کو ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ سن اشاعت درج نہیں ہے۔ یہ کتابچہ درج ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔ علم تجوید۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ۔ مخارج۔ صفات الحروف۔ صفات متضادہ۔ غیر متضادہ صفات عارضہ۔ نون ساکن و تنوین۔ میم ساکن۔ ادغام۔ مد۔ وقف وغیرہ

تمام بحثیں سوالاً جواباً لکھی گئی ہیں۔ اور بعینہ وہی انداز اختیار کیا گیا ہے جو تعلیم الاسلام کے مصنف مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اختیار فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے یہ انداز تحریر مستعار ہے۔ ویسے بھی یہ رسالہ عام اور مبتدی طلباء کیلئے ہی ہے۔ البتہ ایک اہم پہلو اس کتابچہ کا یہ ہے کہ مصنف نے اس کے آخر میں اپنی سند لکھ دی ہے۔ جس کے مطابق بتیس واسطوں سے ان کا شجرہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات تک پہنچتا ہے۔ زبان سہل اور عام فہم ہے

سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد

عام کتابی سائز کے ایک سو بیاسی صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری محمد شریفؒ بانی مدرسہ دار القراء لاہور پاکستان کی تصنیف ہے۔ اسکی پہلی اشاعت رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ بمطابق ستمبر ۱۹۶۸ء میں اور دوسری اشاعت ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ بمطابق اگست ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ اس کتاب کا اصل موضوع حرف ضاد کے صحیح تلفظ کو واضح کرنا ہے۔ حرف ضاد کی ادائیگی مختلف فیہ رہی ہے ایک زمانے میں دہلی کے اندر اس موضوع کے حوالے سے نزاعی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ نے اپنی کتاب محو الفساد فی تلفظ الضاد تحریر کی تھی اسکے علاوہ اور بھی بہت سی کتب اس موضوع پر لکھی گئیں۔ جن میں سے چند مشہور کتب یہ ہیں۔ ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد از قاری عبدالمالکؒ الاقتصاد فی الضاد از مولانا رحیم اللہ بجنوری۔ التحقیق اللطیف فی الضاد الضعیف۔ مفید العباد فی صوت الضاد یہ دونوں کتب مولانا نثیر محمد کی لکھی ہوئی ہیں۔ ضیاء الارشاد فی تحقیق الضاد از قاری محب الدین رفع التضاد عن احکام الضاد از مفتی محمد شفیع۔ الحسام الصارم از محمد عبدالخالق۔ ہدایت الطفال فی قرأت الضاد بالدال از قاری مختار احمد۔ اشتباہ صوت الضاد بالظاء از قاری محمد کامل

مصنف نے ان تمام کتب اور دیگر مضامین سے استفادہ کر کے تمام دلائل کو ایک جگہ جمع کیا ہے اور پھر بحث کا اصل نتیجہ مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دقت نظر کا احساس اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے پیش نظر موضوع کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا

جس کی غمازی کتاب میں پھیلے ہوئے عنوانات سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ اسلاف سے اخلاف تک سب اکابر کی اراء کے احصاء کے ساتھ ساتھ حرمین الشریفین کے علماء کے فتاوی سے بھی راہ نمائی لی گئی ہے۔

مصنف اس کتاب کے سبب تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مدرسہ عربیہ قاسم پور ضلع سلہٹ سے مولانا عبدالغنی نے اس موضوع سے متعلق چند سوالات پر مشتمل ایک استفتا ان کے پاس بھجوایا جس کے جواب میں یہ ایک مستقل کتاب تیار ہوگئی۔ جو استفتاء موصوف کو موصول ہوا اس کا ذکر ضروری ہے جس کے ذریعے اصل مسئلہ کے جملہ پہلو سامنے آتے ہیں

استفتاء در بارۂ حرف ضاد۔ آمدہ از قاسم پورہ ضلع سلہٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وقرآئے مجودین اس مسئلہ میں کہ حرف ضاد کا صحیح مخرج اور اور صفات ذاتیہ کیا ہیں؟ (ب) اگر حرف ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صفات ذاتیہ کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں حرف ظاء کی آواز کے ساتھ مشابہ ہوگی یا حرف دال کی آواز کے ساتھ (ج) ہمارے یہاں کے علمائے کرام کے اس مسئلہ میں دو فریق ہیں ایک فریق ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ پڑھتا ہے اور دوسرا فریق دال مہملہ کی آواز کے مشابہ۔ ان دونوں میں سے کس فریق کا تلفظ صحیح اور حق ہے؟ اور حضرات آئمہ قرأت آئمہ فقہ محدثین ومفسرین کی تحقیق وعمل کیا ہے؟ نیز اس مسئلہ میں علمائے مکہ ومدینہ کا تعامل کس پر ہے؟

(د) اس حرف کے تلفظ کے بارے میں اس اختلافی جھگڑے کی ابتداء کس زمانہ سے اور کن لوگوں سے ہوئی۔ بینوا بالدلائل توجروا بالاجر الجزیل

---

(۱) محمد شریف، سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد، ۱۹

ضیاء القرآۃ مع سراج القرآۃ وتحفۃ المبتدی

چھوٹی کتابی سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی کی تصنیف ہے جس میں سراج القرات اور تحفۃ المبتدی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قاری صاحب موصوف الہ آباد کے رہنے والے تھے ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۷۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ قاری عبد الرحمن مکی کے شاگرد تھے۔ امروہہ سہارنپور جون پور اور پھر لکھنؤ کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں علم قرات کی تدریس پر مامور رہے۔ آپ کی خدمات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ والوں نے بھی حاصل کیں۔ آپ روزانہ بعد از نماز مغرب یونیورسٹی میں ایک گھنٹہ علم تجوید پڑھاتے تھے۔ مرتب ضیاء القرآت ڈاکٹر قاری غلام مصطفےٰ صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی اسی دور کے آپ کے شاگرد ہیں موصوف نے قاری ضیاء الدین احمد سے عشرہ قرات کی سند حاصل۔ مذکورہ کتابچہ ضیاء القرات کو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس کے آغاز میں قاری ضیاء الدینؒ لکھتے ہیں

"بعد حمد و صلوٰۃ کے احقر ضیاء الدین احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ ساکن احمد آباد عرف نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ مجھ سے اکثر احباب اور بزرگوں نے قواعد ضروریہ تجوید اردو زبان میں لکھنے کو فرمایا بالآخر اراکین مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے فرمانے سے مختصر رسالہ لکھا۔ مگر وہ ناتمام چھپا اور اصل نسخہ بھی گم ہو گیا۔ پھر اس کو پورا کرنے کو اکثر

قدردانوں نے بالخصوص حجی مولوی وصی الرحمٰن صاحب سلمہ ربہ نے فرمایا۔ ان کے فرمانے کے موافق اس کی تصحیح کرکے پورا کرتا ہوں اور اس کا نام ضیاء القرات رکھتا ہوں۔ (۱)

اس تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے یہ رسالہ اس زمانے میں لکھا جب آپ مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں استاد تھے۔ ضیاء القرات ۱۹۰۷ء میں لکھی گئی (۲)

ضیاء القرات میں تجوید کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں مخارج الحروف صفات الحروف لازمہ متضادہ غیر متضادہ اظہار اخفاء ادغام وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں۔ یہ رسالہ مبتدیوں کے لئے ہے۔ صفحہ بیس اکیس پر تمام صفات حروف اور حروف کی اقسام کو عربی اشعار میں نظم کیا گیا ہے۔ اور جدول کے ذریعے قصر بالاسکان قصر توسط اور طول قصر بالروم وغیرہ کو سمجھایا گیا ہے۔ باب دوم کا عنوان در بیان قواعد مختلفہ ہے اس کی تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں وقف کی مختلف شکلوں کو بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری فصل میں ایسے کلمات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں لکھے اور طرح ہیں اور پڑھتے ہیں اور طرح ہیں۔ تیسری فصل میں روایت حفص کے اس اختلاف کا ذکر ہے جو جزری شاطبی سے کرتے ہیں۔

تحفۃ المبتدی:

ضیاء القرات کا دوسرا تتمہ تحفۃ المبتدی ہے۔ یہ رسالہ قاری ضیاء الدین احمدؒ کے بیٹے قاری محب الدین کا تحریر کردہ ہے۔ وجہ تحریر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں " احقر ابن ضیاء محب الدین احمد عفی عنہ ساکن قصبہ نارا ضلع الہ آباد کہتا ہے کہ حضرت والد صاحب قبلہ نے جو کچھ اپنے رسالہ ضیاء القرات

---

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القرات ۱۶ (۲) ابن ضیاء محب الدین، تنویر المرادات ۱۲

میں تحریر فرمایا ہے بعض احباب کے اصرار کی وجہ سے اس کا انتخاب مبتدی کے ضبط کے لئے مختصر بیان کرکے میں نے اس کا نام تحفۃ المبتدی رکھا"(۱)

یہ رسالہ تیرہ اسباق پر مشتمل ہے۔ پہلا سبق اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بیان میں ہے دوسرے سبق میں ترتیل کی تعریف اور اس کے اجزاء کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا سبق وقف کے بیان میں ہے۔ چوتھے سبق میں مخارج حروف کا ذکر ہے جبکہ پانچویں میں صفات لازمہ کا بیان ہے۔ چھٹا سبق حروف کے باریک اور پر پڑھنے کے بارے میں ہے۔ ساتویں سبق میں مد کی تعریف اور تقسیم کا بیان ہے آٹھویں سبق میں مد کی مقداروں کا ذکر ہے۔ نویں سبق میں اظہار کے قاعدے واضح کئے گئے ہیں۔ دسواں سبق ادغام کے قواعد کے بارے میں ہے گیارہویں سبق میں اخفاء کے قواعد ہیں جبکہ بارہواں سبق غنہ کے بارے میں ہے۔ آخری سبق کا عنوان قرأت کے بیان میں ہے اس میں تلاوت کی تین اقسام کا ذکر ہے۔ یعنی حدر۔ تدویر ترتیل۔ آخر میں موصوف نے لکھا ہے "قرآن پاک نہایت لطافت سے بے تکلف پڑھنا چاہیے چہرہ بنانا یا بگاڑنا کر دیکھ کر نعرت ہو ٹھیک نہیں۔ جب کلام پڑھے تو یہ خیال رہے کہ میں دو جہان کے بادشاہ سے ہم کلام ہوں۔"(۲)

سراج القرأۃ:

ضیاء القرأت کا تتمہ سراج القرأت ہے جو قاری ضیاء الدین احمد کے شاگرد قاری عبداللہ تھانوی کی تصنیف ہے۔ سراج القرأت انہوں نے اپنے استاد یعنی

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القراءات، ۳۴۷ (۲) ایضاً ۷۴

قاری ضیاء الدین احمدؒ کے حکم پر تحریر کی ۔ جس میں انہوں نے وجوہ جائزہ کو بیان کیا ہے ۔ کیونکہ قاری ضیاء الدین احمدؒ بعض وجوہ کی بنا پر اپنی کتاب ضیاء القرأت میں اس حصہ کو لکھ نہیں پائے تھے ۔ اس کا تذکرہ قاری عبداللہ تھانوی نے سراج القرأت کے آغاز میں کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں

" کہتا ہے مسکین عبداللہ تھانوی کہ استاذی حضرت مولانا القاری ضیاء الدین احمدؒ صاحب الہ آباد مدظلہم نے اس خادم سے فرمایا کہ رسالہ ضیاء القرأت میں وجوہ جائزہ نہیں ہیں اور میں عدیم الفرصت ہوں ۔ اس لئے تم وجوہ جائزہ بطور ضمیمہ لکھ دو۔" (۱)

سراج القرأت کے دو ابواب ہیں ۔ باب اول کا عنوان در بیان وجوہ جائزہ ہے اس میں کلام اللہ کے تین ارکان کے علاوہ وقف وغیرہ کی بحثیں شامل ہیں ۔ ضیاء القرأت سن طباعت کا ذکر نہیں ہے البتہ مطبع کا نام جاوید پریس کراچی آخر میں لکھا ہوا ہے ۔ قاری ضیاء الدینؒ نے آخر میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں ۔

" آج یوم دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۳۷۳ھ کو میں نے رسالہ تحفۃ المبتدی کو اوّل سے آخر تک دیکھا جو واقعی مبتدی فن تجوید کیلئے تحفہ ہے" ۔ (۲)

---

(۱) ضیاء الدین احمد، ضیاء القرأت، ۲۲ (۲) ایضاً ۷۱

عذار القرآن معہ اضافہ جدیدہ

یہ کتاب ابوالحکیم محمد اسماعیل پانی پتی کی تصنیف ہے۔ جو قاری محمد یونس پانی پتی اور حافظ محمد بشیر مہتمم مدرسہ تجوید القرآن دروازہ شیخوپورہ گوجرانوالہ کے اہتمام سے ۱۹۵۹ء میں پاکستان میں شائع ہوئی۔ جبکہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۲۳ء میں ہندوستان میں چھپی تھی۔

سرورق پر یہ شعر بھی مطبوع ہے۔

طبع شد ایں رسالۂ تجوید ۔ ہمچو عنقا نظیر او پنہاں

مفتی ہر مسائل تجوید اوستاد طریق مشق زبان۔

شروع میں قاری عبدالحلیم پانی پتی مرحوم کے قلم سے مختصر تقریظ ہے۔ پوری کتاب تو ابواب پر منقسم ہے پہلا باب فضائل قران پر ہے۔ جسکی سات فصلیں ہیں۔ جن میں قران مجید کے فضائل اور اعجاز کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا باب معنی تجوید وحکم آں کے عنوان سے ہے۔ جبکہ تیسرا باب در احکام تعوذ اور چوتھا در احکام بسملہ کے عنوان سے ہے پانچویں باب کی چھ فصلیں ہیں جن میں مخارج الحروف کی بحثیں ہیں۔ چھٹا باب صفات لازمہ پر ہے اس کی بھی سات فصلیں ہیں۔ جن میں مختلف عنوانات سے حروف کی صفات کا ذکر ہے۔ ساتویں باب کا عنوان صفات عارضہ ہے جسکی چودہ فصلیں ہیں جن میں آن صفات کو الگ الگ واضح کیا گیا ہے۔ آٹھواں باب مدوقصر کے بارے میں ہے اسکی دو فصلیں ہیں۔ پہلی کیفیت مدوقصر اور دوسری مدلازم واقسام آن کے عنوان سے ہے۔

نواں باب چھ فصول پر مشتمل ہے۔ باب کا عنوان وقف الوصل ہے۔ جن کے منفصل عنوانات یہ ہیں۔ اصطلاحات اوقاف۔ قواعد وقف کردن بر آخر کلمات۔ قواعد وصل کلمہ بالکلمہ علامات وقوف واحکام آن مسلک آئمہ قرات۔ ہائے کنایہ۔ حال طریقہ ادائے مراتب قرأۃ مذکورہ نوابواب کے بعد خاتمہ در امور متفرقات کے عنوان سے نو فصلیں لکھی گئی ہیں۔ جو یہ ہیں محاسن تلاوت قران مجید۔ معائب تلاوت قران مجید۔ لہجہ ونغمہ۔ فوائد متفرقہ۔ ماہیت سجود تلاوت قران مجید شمار مقامات سجود۔ طریقہ ختم قران مجید وفضیلت الحال والمرتحل۔ طریقہ ختم قران مجید در تراویح۔ آداب معلم ومتعلم۔ نتائج ترک آداب اساتذہ۔ کتاب کے آخر میں الدرب العزت تک قران مجید کی سند کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یعنی سلسلہ اساتذہ قراء کاملین۔ کتاب کے شروع میں حسب ذیل اکابر قراء کرام کی تقاریظ شامل کی گئی ہیں

۱۔ قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی۔ قاری صاحب نے شروع میں یہ لکھا ہے کہ "میں نے برادرم محترم حافظ محمد اسماعیل صاحب سلمہٗ کے رسالہ تجوید موسومہ عذار القران کو اول سے آخر تک لفظاً لفظاً دیکھا ہے" (۱) یہ جملہ اس کا ثبوت ہے کہ قاری محمد اسمٰعیل قاری ابو محمد محی الاسلام کے ہم عصر تھے۔ یہ تقریظ انہوں نے ۲ محرم ۱۳۵۷ھ کو تحریر کی۔

۲۔ قاری فتح محمد ضریر مدرس مدرسہ اشرفیہ پانی پت۔ یہ تقریظ انہوں نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کو بتعلم عظمت اللہ پانی پتی املاء کرائی۔ ۳۔ قاری محمد عبدالحلیم انصاری پانی پتی۔ یہ تقریظ انہوں نے انتیس جنوری ۱۹۴۱ء کو تحریر کی۔ ۴۔ قاری عبدالرحیم مدرس مدرسہ عربیہ گنبداں پانی پت یہ تقریظ انہوں نے ۱۲ صفر ۱۳۵۷ھ کو لکھی۔ ۵۔ قاری عبدالحمید خان شروانی ہیڈ قاضی پانی

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن، ۳

پت و ناظم مدرسہ عربیہ گنیداں پانی پت۔ تاریخ تحریر ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

۶۔ قاری حفیظ الدین احمد مدرس مدرسہ حفظ القرآن پانی پت تاریخ تقریظ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ

۷۔ قاری محمد عبدالقیوم پانی پتی۔ تاریخ تحریر ۶۔ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ

۸۔ قاری مشتاق احمد خان پانی پتی تاریخ تحریر یکم محرم ۱۳۶۰ھ۔

۹۔ قاری نصیر احمد خاں پانی پتی تاریخ تحریر یکم محرم ۱۳۶۰ھ

۱۰۔ قاری حکیم اللہ صاحب مدرس مدرسہ تعلیم القرآن چوک تلندر پانی پت ۱۳۶۰ھ

۱۱۔ پیر جی محمد بقاء اللہ بقاء نعمانی پانی پتی۔ انہوں نے منظوم تقریظ تحریر کی ہے جس کے چھ اشعار ہیں۔

ان گیارہ حضرات کی تقاریظ کے علاوہ آٹھ خطوط بھی شامل ہیں۔ جن میں کتاب کی تعریف اور خصوصیات کا ذکر ہے۔ خطوط لکھنے والوں میں قاری حفیظ الدین قاری عبدالمالک قاری مولوی سعید احمد۔ قاری مولوی محب الدین۔ قاری محمد طیب۔ قاری مولوی ضیاء الدین شامل ہیں۔ ایک منظوم خط مولانا اختر شاہ میرٹھ کا ہے جس کے سات شعر ہیں۔ آخری شعر میں کتاب کے سن تصنیف کے اعداد نکالے گئے ہیں شعر یہ ہے

سال تصنیف اب لکھو اختر بحر جاوید حسن ہے یہ عذار (۱۳۵۳)ھ[1]

علم تجوید پر اردو زبان میں لکھی گئی کتابوں میں سے مذکورہ کتاب عذار القرآن بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں

۱۔ کتاب نثر و نظم دونوں صورتوں میں لکھی گئی۔ اس طرح قدیم و جدید دونوں انداز

---

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن، ۱۰

کو یک جا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر فصل کے مسائل کو پہلے نثر میں مفصل بیان کیا گیا ہے پھر ان سب کو منظوم کیا گیا ہے تاکہ یاد کرنے میں سہولت ہو۔

۲۔ عموماً مصنفین تجوید و قرات کی ایسی دقیق اصطلاحات استعمال کرتے ہیں کہ پڑھنے والا موضوع کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے باوجود پریشانی محسوس کرتا ہے۔ مذکورہ کتاب اس سقم سے خاصی حد تک پاک ہے۔ تشریح طلب الفاظ اور جملوں کی وضاحت متن اور حاشیہ میں تفصیل کے ساتھ دی گئی ہے۔ موضوع کے اختتام پر سوالات بھی دیے گئے ہیں جس سے قواعد کے اجرا میں مدد ملتی ہے اور مفہوم ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ مصنف کے بقول "پانی پت کے بزرگان سلف کی یادگار سے فن تجوید میں صرف دو رسالے ہیں۔ مختصر التجوید بزبان اردو جو حضرت مولانا قاری خدا بخش انصاری نے ۱۲۹۶ھ میں تالیف فرمایا دوسرا تحفہ نذریہ بزبان فارسی از قاری عبدالرحمٰن محدث ۱۲۸۲ھ۔ اول الذکر نایاب ثانی کمیاب ہے۔ اس کے بعد ۱۳۵۳ھ میں یہ رسالہ عذار القرآن لکھا گیا۔"(۱) گویا ۱۲۸۲ھ اور ۱۳۵۳ھ کے دوران کوئی تحریری کام نہیں ہوا۔ قاری عبدالحلیم کے قول کے مطابق عذار القرآن فن تجوید اور پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔(۲) مصنف اور قاری عبدالحکیم دونوں کے دعاوی محل نظر ہیں کیونکہ قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی کی تصنیف فوائد مکیہ بزبان اردو اس سے پہلے تحریر ہو چکی تھی کیونکہ عبدالرحمٰن مکی کا انتقال ۱۳۴۱ھ میں ہوا۔(۳) ظاہر ہے کہ وہ فوائد مکیہ اپنی زندگی ہی میں لکھ گئے جبکہ عذار القرآن ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی۔ اسی طرح مصنف کا یہ قول "پانی پت کی امت اکثر سال تک تحفہ نذریہ کی تحقیق پر قناعت کیے سوتی رہی کہ اب عذار القرآن میں لکھی"(۴) ایک تعلی سے کم نہیں ہے۔

---

(۱) محمد اسماعیل، عذار القرآن، ۱۹ (۲) ایضاً ۱۶۸۔ (۳) یسین اللہ بیگ، تذکرہ ماہران ہند، ۱/ ۲۳۵۔ (۴) عذار القرآن ۱۹

قاعدہ تعلیم القرآن :

یہ قاعدہ چھوٹے کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے جسے جمعیتہ تعلیم القرآن کراچی نے شائع کیا ہے۔ ٹائیٹل پر یہ عبارت مندرج ہے " بلیک بورڈ کی مدد سے بچوں کو اجتماعی طور سے جدید طریقہ پر قرآن مجید پڑھانے کا قاعدہ تعلیم القرآن" جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ سکولوں کے طلبہ کو کلاس میں اجتماعی طور پر تلاوت قرآن سے روشناس کرایا جائے

قاعدے میں ہر سبق کو تختی کے عنوان سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کل اٹھارہ تختیاں ہیں جنکی تفصیل یہ ہے تختی ۱ حروف ھجاء اس میں حروف ہجاء کو علیحدہ علیحدہ لکھا گیا ہے دوسری تختی میں ہر حرف کو دوسرے حرف سے ملا کر لکھنے کی مختلف شکلیں بتلائی گئی ہیں۔ لیکن سہواً اس سبق کے شروع تختی ۲ نہیں لکھا گیا۔ اسی طرح تختی ۳ سے تختی ۸ تک حرکات اور تنوین وغیرہ کی بحثیں ہیں تختی ۹ میں حروف قلقلہ کی شناخت طریق ادا سمجھایا گیا ہے۔ آخر میں ان حروف کی مشق کا مطالبہ ہے۔ تختی ۱۰ سے ۱۳ تک کھڑا زبر الٹا پیش وغیرہ کی بحث ہے تختی ۱۴، ۱۵ میں " مدّ" کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ تختی ۱۶ حروف لین کے بارے میں ہے۔ ان تختیوں کے بعد علم تجوید سے متعلق اہم عمومی قواعد دیئے گئے ہیں۔ جن میں ل۔ ر۔ کی تفخیم و ترقیق۔ نون ساکن اور تنوین میں غنہ کرنے کا قاعدہ۔ اسی طرح تشدید والی۔ ی۔ تشدید والی۔ و۔ تشدید والے۔ م۔ اور تشدید والے۔ ن۔ میں غنہ کرنے کے قواعد شامل ہیں۔ آخری حصہ میں وقف کے اصول و ضوابط بھی مختصر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح اس کا نام اگرچہ قاعدہ تعلیم القرآن ہے تاہم اسے تجوید کی بنیادی کتاب کہا جاسکتا ہے۔

قواعد ھجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان
(قاری محمد شریف)

عام کتابی سائز کی یہ کتاب دوسو انتالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے مصنف قاری محمد شریفؒ بانی مدرسہ دارالقراء ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ قران مجید کی ناظرہ تدریس کے سلسلے میں ھجاء کا بڑا دخل ہے۔ اسی لئے معلم میں بچوں کو تلاوت قران سکھانے کے لئے سب سے پہلے حروف کے مخارج اور مرکب الفاظ کے ھجاء سکھانے کا رواج ہے۔ اسی کے ذریعے آئندہ قواعد تجوید کے مطابق تلاوت کی بنیاد بنتی ہے۔ ہندو پاکستان میں اس سلسلہ میں بے شمار قاعدہ ہائے قرانی تحریر کیئے گئے۔ مذکورہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چند متداول قرانی قاعدے جن کو سامنے رکھ کر موصوف نے اس کتاب کو مرتب کیا یہ ہیں۔ بغدادی قاعدہ۔ نورانی قاعدہ۔ یسرنا القران قاعدہ۔ انجمن حمایت اسلام کا قرانی قاعدہ۔ قاعدہ مصباح القران محکمہ تعلیم کا قرانی قاعدہ تعلیم القران ٹرسٹ کا رہنما قرانی قاعدہ۔ مدنی قاعدہ۔ قاعدہ میسر القران قاعدہ مفتاح القران قاعدہ تیسر القران قاعدہ البنین۔ قاعدۃ الصبیان۔ قاری محمد شریفؒ نے یہ کتاب طلبہ کیلئے نہیں بلکہ بنیادی طور پر اساتذہ کیلئے تحریر کی ہے۔ موصوف کے مخاطب بھی اساتذہ ہی ہیں۔

مصنف کے مطابق " زیر نظر کتابچہ کی تالیف کے دوران یہ بات خصوصیت کے ساتھ مؤلف کے پیش نظر رہی ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے قران کے صحیح تلفظ سے آشنا کرایا جائے " (۱)

مذکورہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے پہلا حصہ پینتیس اسباق پر مشتمل ہے۔ ہر سبق

کو تختی کا نام دیا گیا ہے۔ ہر تختی میں مختلف تجویدی قواعد کو سہل اور عام فہم انداز میں واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اساتذہ کو بھی ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ مذکورہ تختی بچوں کو کس طرح ذہن نشین کرائیں۔ یہ ہدایات بہت مفید ہیں ان ہدایات کے مطابق کی گئی تدریس بچوں کے لئے فہم میں آسانی کا ذریعہ ہے۔ مولف نے بچوں کی نفسیات اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو سامنے رکھ کر اساتذہ کیلئے ہدایات تیار کرنے میں خاصی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اس میں ان کے وسیع تجربے کا عکس واضح طور پر جھلکتا نظر آتا ہے۔ شروع ہی میں وہ اساتذہ کو شاگردوں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنے کا مشورہ دیتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات پر زور بھی دیتے ہیں کہ ہر استاد خواہ وہ کتنا ہی تجربہ کار اور ماہر کیوں نہ ہو اسے سبق پڑھانے سے پہلے مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ صحیح تلفظ سکھانے کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں کہ بچہ کو شروع سے ہی صحت الفاظ کی مشق کرانی ضروری ہے اس کام کو کسی طور مؤخر کرنا مناسب نہیں۔ پھر اسکولی طلباء اور ہمہ وقتی مدرسہ کے طلباء کے لئے الگ الگ طرق تدریس کا ذکر ہے۔ اسی قسم کی دیگر نکتوں کی وجہ سے کتاب کا ایک منفرد مقام ہے۔ جو اساتذہ تجوید کیلئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے کا نام طریقہ تعلیم الصبیان ہے اس میں بیان کردہ موضوعات بھی بہت اہم اور نادر ہیں۔ اس میں پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانے کا طریقہ۔ اساتذہ حفظ کے لئے ہدایات اور مشورے۔ سبق پڑھانے اور سننے کے اوقات۔ حفظ سنانے والے طالب علم کو غلطی بتانے کے آداب۔ اگر منزل کچی ہو تو کیا کیا جائے۔ منزل اور پارہ کتنا اور کیسے سنا جائے اور اسی قبیل کی دوسری اہم بحثیں شامل ہیں۔ اساتذہ تجوید و اساتذہ حفظ و ناظرہ کیلئے کتاب میں مذکور ہدایات و مشورے ایک نعمت سے کم نہیں۔

مجموعہ نادرہ

کتابی سائز کے بہتر صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ مختلف رسائل کا مجموعہ ہے جسے قاری اظہار احمد تھانویؒ نے جمع بھی کیا ہے اور مباحث پر تشریحی نوٹ بھی رقم کئے ہیں۔ اس کتابچہ میں تین رسائل کو جمع کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تجوید القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔

۲۔ یادگار حق القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ

۳۔ تعلیم الوقوف معہ رسالہ آداب معلم و متعلم از شیخ القراء قاری محمد عبداللہ مہاجر مکیؒ

مجموعہ نادرہ کے شروع میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سوانح اور تصانیف کا مختصراً تعارف دیا گیا ہے۔ جس میں ان کے مشہور تلامذہ کے اسماء بھی مذکور ہوئے ہیں تجوید القرآن اور یادگار حق القرآن دونوں منظوم ہیں زبان اردو ہے۔ جن میں تجوید کے اہم قواعد کو بیان کیا گیا ہے۔ تجوید القرآن کے ابواب کی تفصیل اس طرح ہے۔ شروع میں حمد و ثنا درود اور علم تجوید کا تعارف۔ پہلا باب مخارج حروف میں دوسرا صفات حروف میں تیسرا احکام نون ساکن و تنوین کے ضمن میں ہے جس کی پانچ فصلیں ہیں۔ یعنی اظہار ادغام۔ اقلاب اخفا حروف غنہ۔ چوتھا باب بیان احکام میم ساکن وغیرہ میں ہے اس میں دو فصلیں ہیں۔ فصل اول احکام میم میں ہے جبکہ دوسری فصل لام ال یعنی لام تعریفی اور لام فعل کے سلسلے میں ہے۔ پانچواں باب اقسام مد کے بارے میں چار فصلوں پر مشتمل ہے یعنی مد اصلی و فرعی۔ احکام مد متصل و منفصل۔ بدل اور لازم۔ اقسام مد لازم اور

مقدار مدات۔ چھٹا باب حروف کی ترقیق و تفخیم ساتواں کیفیت استعمال حروف و قرأت اس حسب ذیل چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل۔ بیان کیفیت دوسری سکتہ وغیرہ۔ تیسری فصل بیان مثلین و متقاربین و متجانسین۔ چوتھی فصل ذال و دال و تائے تانیث و لام ساکن پانچویں فصل روم و اشمام میں جمعی متفرقات میں ہے۔ کتابچہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

حمد کے لائق ہے اوّل ذوالجلال ملک جس کا رہیگا دائم بے زوال

آخری شعر یہ ہے

لفظ قرانی اگر ہو بے محل خوف ہے آوے نمازوں میں خلل

پیشوا کو سنت مشکل ہے حساب فہم کرو اللہ اعلم بالصواب

دوسرا کتابچہ یادگار حق القرآن بھی منظوم بزبان اردو ہے۔ اس کے ابواب کی تفصیل اسطرح ہے شروع میں حمد و ثنا اور درود بر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ اشعار۔ اگلے عنوانات اس طرح ہیں مخارج حروف پندرہ شعر۔ بیان اظہار نون دو شعر۔ ادغام نون چار شعر۔ اقلاب نون ایک شعر۔ اخفاء نون دو شعر۔ نون قطنی ایک شعر ابدال تنوین بالف ایک شعر احکام میم چار شعر۔ حروف غنہ ایک شعر۔ حروف قلقلہ ایک شعر۔ تفخیم و ترقیق گیارہ شعر۔ مدتین شعر روم و اشمام پانچ شعر آخر میں متفرق ضروریات کے عنوان سے پانچ شعر ہیں۔ تیسرا کتابچہ تعلیم الوقف مع آداب معلم و متعلم ہے جو امام القراء الشیخ المقری عبداللہ مکیؒ مدرس تجوید و قرات مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا ہے۔ آپ علم قرات میں مولانا اشرف علیؒ کے استاد ہیں۔ یہ نثر میں ہے اور مسلسل ہے ابواب کی حد بندی نہیں کی گئی۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ نے ان تینوں رسائل منظوم و منثور کے مشکل مقامات کو حواشی میں واضح کیا ہے۔ اس وضاحت نے تفہیم میں آسانی پیدا کردی ہے

معلم الاداء فی الوقف والابتداء

عام کتابی سائز کے چار سو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو محمد تقی الاسلام کی تالیف ہے جو نہایت اہم ہے۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے اردو زبان میں شاید یہ پہلی مستقل کتاب ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ تلاوت قران میں دوران تلاوت کس جگہ وقف کیا جائے اور کس جگہ سے دوبارہ ابتدا ہو۔ یہ ایک مستقل علم ہے۔ کیونکہ بے محل وقف اور غلط ابتدا قران کی معنوی تبدیلی کا سبب بن جاتا ہے۔ جسکی بے شمار مثالیں آسانی سے تلاش کی جاسکتی ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اردو زبان میں کہا جائے مارو ـــــ مت چھوڑو۔ اگر اسی جملے کا وقف یوں کیا جائے۔ مارو مت ـــــ چھوڑو۔ تو وقف وابتدا کی تبدیلی سے معنوی فرق خوب سمجھ میں آسکتا ہے۔ یہی کیفیت قران مجید کی آیات میں بھی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زمانے میں اس مسئلہ پر بڑی نزاعی بحثیں سامنے آئی تھیں۔ اکابرین میں سے امام ابو یوسفؒ نے معنوی اعتبار سے وقف کی قسموں اور آئمہ فن کی طرف سے وضع کردہ اصطلاحات کو بدعت قرار دیا تھا۔ لیکن علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب التمہید فی علم التجوید میں امام ابو یوسفؒ کے قول کی تردید کی۔ علم الوقوف پر یہ کتاب علم تجوید کی کتابوں میں گرانقدر اضافہ ہے۔ مؤلف نے اس موضوع کے حوالے سے آئمہ کرام کی اہم تصانیف کا تعارف کرایا ہے جن کی تعداد اٹھتر ہے۔ جو خاص اس موضوع پر مختلف زمانوں میں لکھی گئیں۔ مؤلف نے مقدمہ کے عنوان سے علم الوقف کی اہمیت کو دلائل شرعیہ سے واضح کیا ہے۔ پھر قران مجید کی تقریباً تمام سورتوں میں ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جہاں پر غلط وقف کرنے سے معنوی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔

معین التجوید

عام کتابی سائز کا یہ مختصر کتابچہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے اس کے مولف مولانا قاری قاری سید رضا حسن رح ہیں آپ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ موصوف نے یہ کتابچہ اپنے شاگرد سید محمد حسین دہلوی کو املاء کرایا تھا وہ اپنی زندگی میں اس کو طبع نہ کرا سکے۔ ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں اس کتابچہ کو ان کے شاگرد سید محمد حسین دہلوی نے شائع کرانے کا اہتمام کیا اور کچھ مفید اضافے بھی کئے۔ کتابچہ کے آغاز میں قاری سعید احمد اجراڑوی مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور مولانا قاری سید حامد حسن جانشین حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح کی طرف سے مختصر تعارفی کلمات بھی مندرج ہیں۔ جو اس کتابچہ کی اہمیت کا موجب ہیں۔ مفتی صاحب مذکور نے اس کتابچہ کے بارے میں لکھا ہے

"میں نے بھی اس رسالہ کو دیکھا ماشاء اللہ مولف نے ضروری مسائل خاص ترتیب سے جمع کئے ہیں۔ عبارت بھی آسان اور بچوں کیلئے مناسب ہے"(۱)

کتابچہ میں مذکور مباحث کے عنوانات حسب ذیل ہیں۔ فضائل تعلیم قرآن شریف۔ آداب تلاوت تجوید۔ قاعدۃ تلاوت۔ مخارج کا بیان۔ مخارج کا آسان نقشہ۔ صفات لازمہ۔ صفات محسنہ کا بیان۔ مد کا بیان۔ الف کا بیان۔ لام تعریف کا بیان۔ وقف کا بیان سکتہ کا بیان۔ مقامات احتیاط اور رموز و اوقاف۔ مقامات احتیاط کے تحت ایسے الفاظ کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں معمولی سی بے احتیاطی معانی کی تبدیلی کا سبب بن جاتی ہے۔

---

(۱) رضا حسن سید، معین التجوید، ۲

مفتاح التجوید للمتعلم المستفید مع فوائد ضروریہ

عام کتابی سائز کے چونسٹھ صفحات پر مشتمل مختصر کتابچہ ہے جو مدرسۃ الفلاح مکہ مکرمہ کے سابق استاد المقری عبدالمدبن ابراہیم حمدو السناری کی تالیف ہے۔ کتابچہ کے آغاز میں شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ

"یہ رسالہ المقدمۃ الجزریہ اور کتاب تحفۃ احکام التجوید سے ملخص کرکے لکھا گیا ہے"(۱)

تمام مباحث سوالاً جواباً لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے صفحہ چار اور پانچ پر دانتوں کا بیان عنوان ہے اور اعضاء صوت باقاعدہ انسانی دہن کا نقشہ بناکر سمجھائے گئے ہیں جو قاری اظہار احمد تھانویؒ کی تالیف خلاصۃ التجوید سے ماخوذ ہیں۔ بقیہ عنوانات کی تفصیل یہ ہے۔ باب مخارج الحروف۔ القاب حروف (اس باب میں حروف کے اصطلاحی ناموں کا ذکر ہے) یعنی حروف حلقیہ لہویہ شجریہ۔ ذلقیہ۔ نطعیہ۔ اسلیہ۔ لثویہ۔ شفویہ۔ باب صفات الحروف۔ باب مخارج صفات کے ساتھ باب تفخیم وترقیق۔ باب احکام نون ساکنہ وتنوین باب لام ال کا حکم باب لام الفعل ولام ھل وبل کا حکم باب مثلین متقاربین اور متجانسین (یہ حصہ قاری محمد ادریس عاصم کی کتاب تجیر التجوید سے ماخوذ ہے۔ باب المد باب الوقف۔ صفحہ چالیس پر تتمہ قاری کے لئے مقطوع اور موصول کے ضروری نکات کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ پھر فوائد متفرقہ کے عنوان سے تعوذ وبسملہ کے مسائل جمع وتدوین قران رسم القران اور قرات پر مختصر مگر مفید معلومات دی گئی ہیں جو گیارہ فصلوں میں ہیں آخر میں ضروری ہدایت کے عنوان سے حرف ض کی ادائیگی کے بارے میں بحث ہے۔ اور اکابر کی مختلف کتب کے حوالوں سے اس بحث کو مزین کیا گیا ہے۔

---

(۱) عبدالمدبن ابراہیم، مفتاح التجوید للمتعلم المستفید، ۲

ھدیۃ الوحید فی علم التجوید

عام کتابی سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل کتابچہ استاد الاساتذہ قاری عبدالوحید الہ آبادی کے قلم کا شاہکار ہے۔ جو مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع ہے۔ قاری عبدالوحید دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تجوید کے اجراء کے وقت سب سے پہلے استاد قرأت تعینات ہوئے۔ قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم اور دیگر اکابر حضرات سب علم تجوید میں انہی کے شاگرد ہیں۔ ہدیۃ الوحید ۱۹۳۷ء میں لکھی گئی[1]۔ اس کتابچہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی رح نے جمال القرآن لکھتے ہوئے ہدیۃ الوحید ہی کو بنیاد بنایا۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں" مجی و مکری مولوی حکیم محمد یوسف مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے خصوصاً رسالہ ہدیۃ الوحید مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے ملتقط کر کے بہت آسان عبارت میں جسکو مبتدی بھی سمجھ لیں لکھا ہے

(۱) عبدالوحید، ھدیۃ الوحید، ۱

عکسی و تجویدی قرآن مجید

عکسی و تجویدی قرآن مجید بڑے سائز کے ایک ہزار آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے پیکجز لمیٹڈ لاہور پاکستان نے شائع کیا ہے۔ مذکورہ قرآن مجید کا طبع اوّل رجب المرجب ۱۳۹۱ھ کو منظر عام پر آیا۔ طبع دوم ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ کو پھر تقریباً چھ برس بعد رجب ۱۴۰۳ھ میں اسکی تیسری مرتبہ اشاعت ہوئی۔ اس قرآن مجید میں شروع کے چھبیس صفحات میں قرآن مجید کی تلاوت سے متعلق ضروری تجویدی قواعد لکھے گئے ہیں۔ یہ قواعد پاکستان کے معروف استاذ ظفر اقبال کے تحریر کردہ ہیں۔ ان تمام تجویدی قواعد کو قاری فتح محمدؒ نے پڑھوا کر سنا اور ان کی ہدایات کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے اس لحاظ سے ان تمام بیان کردہ تجویدی قواعد کو قاری فتح محمدؒ کی سمعی تائید حاصل ہے۔ جس کا ذکر ظفر اقبال نے پیش لفظ میں کیا ہے (۱)

ظفر اقبال نے قرآنی حروف کے حرکات و سکنات صوتیاتی اصول کے مطابق تجویز کئے ہیں۔ یعنی ہر آواز کیلئے مخصوص علامت استعمال کی گئی ہے۔ ان علامات کی تشریح اور وضاحت بھی علیحدہ علیحدہ لکھی گئی ہیں۔ تاکہ قاری ان توضیحات کو سمجھ کر قرآن مجید کی تلاوت کو تجویدی قواعد کے مطابق کرنے پر قادر ہو سکے۔ موصوف نے ل اور ر کی تفخیم و ترقیق کیلئے علیحدہ علیحدہ لکھنے کا طریق اختیار کیا ہے۔ مثلاً اللہ کے لام میں تفخیم کی علامت (ا) اختیار

(۱) ظفر اقبال، عکسی و تجویدی قرآن، ۵

کی گئی ہے۔ جبکہ علامت ترقیق کو (ا) سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح راء مفخم کا طرز تحریر ر ہے۔ اور راء مرقق کو ہر جگہ ر کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ اعضائے صوت کی تفہیم کیلئے منہ کے اندرونی حصوں کو تصاویر کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ تاکہ مخارج کا صحیح شعور پیدا ہو اسی حوالے سے دانتوں کے ناموں کا تذکرہ ہے یعنی ثنایا۔ رباعیات انیاب وغیرہ۔ اس ابتدائی تعریف کے بعد مخارج حروف کا ذکر ہے اور ان حروف کے اصطلاحی ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حروف ھجاء کی بحث میں مفرد و مرکب حروف کے لکھنے کے طریق کی وضاحت کی گئی ہے۔ حرکات و سکنات و علامات ضبط کے عنوان سے حروف کی ادائیگی کے طریق کو بڑے سہل اور دلنشین انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ اس حوالے سے فتحہ۔ کسرہ۔ ضمہ۔ حروف قلقلہ۔ الف مدہ۔ واؤ مدہ۔ یاء مدہ۔ واو لینہ یاء لینہ کے علاوہ ساکن نون کا اظہار۔ اخفاء۔ تنوین۔ اظہار تنوین۔ اخفائے تنوین۔ مد متصل۔ مد منفصل تشدید۔ ادغام۔ ادغام تام ادغام ناقص۔ مد لازم۔ اقلاب نون۔ اتصال تنوین و حرف ساکن تفخیم و ترقیق راء کے عنوانات قائم کر کے قواعد تجوید کو مختصراً بڑے سہل انداز سے سمجھایا گیا ہے۔ آخری دو صفحات میں رسم الخط قرآنی کے عنوان سے ص ۔ ص ۔ امالہ تسہیل اشمام وغیرہ کی بحثیں ہیں۔

ان تمام مذکورہ عنوانات کے تحت قواعد تجوید کو آسان اور بہتر انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ کوشش بڑی عمدہ اور سہل الحصول ہے تاہم استاد کی ضرورت پھر بھی باقی رہتی ہے۔ کیونکہ تلاوت کا تعلق نطق و سماعت کے ساتھ ہے۔ اور نطق و سماعت کی تکمیل استاد و شاگرد کے بغیر ممکن نہیں۔ اس حوالے سے استاد و شاگرد کا ہم مجلس

ہونا بھی لازمی شرط ہے۔ جس کے بغیر قواعد تجوید سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

رسم الخط قرآنی کی بحث کے ذیل میں ظفر اقبال لکھتے ہیں۔

"جب اسلامی مملکت کی حدود وسیع ہوگئیں اور مقبوضہ علاقوں میں قرآن مجید کے صحیح نسخوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک مستند نسخہ۔ بصرے کوفے شام اور مکے بھیجا۔ ایک مستند نسخہ اہل مدینہ کیلئے وقف کر دیا اور ایک مستند نسخہ ذاتی تلاوت کیلئے مخصوص کر لیا۔ حکومت مصر نے ۱۳۴۲ھ میں جو نہایت ہی قابل قدر نسخہ، قرآن مجید شائع کیا تھا اس کا رسم الخط انہی چھ نسخوں پر مبنی تھا یا ان نسخوں پر جو ان چھ نسخوں سے تیار کئے گئے تھے۔ اِس تجویدی قرآن مجید کے ہیجے حکومت مصر کے نسخہ، قرآن ہی سے لئے گئے ہیں"۔ (۱)

پروفیسر ظفر اقبال کے اس بیان کو درست قرار دیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ عکسی و تجویدی قرآن مجید پاکستان میں طبع ہونے والا پہلا نسخہ قرآن ہے جس کا رسم الخط رسم عثمانی کے حوالے سے مصحف مدینہ کے مطابق ہے۔

---

(۱) ظفر اقبال، عکسی و تجویدی قرآن مجید، ۲۵

متفرق کتب

پاکستان میں طبع ہونے والی بعض کتب ایسی بھی ہیں جو اگرچہ علم تجوید و قرات ہی کے حوالے سے لکھی گئیں تاہم ان کی حیثیت تحصیل حاصل سے زیادہ نہیں ہے۔ ایسی کتب کو بعض دوسری کتب کی کاربن کاپی ہی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سوائے کتاب کے سرورق پر کتاب کے نام اور مولف کے نام کی تبدیلی کے علاوہ کوئی نئی چیز نہیں ملتی۔ ایسی کتب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تحفۃ الاقبال فی تجوید کلام المتعال۔ مرتب محمد اقبال نعیمی۔ یہ چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے جن میں دو صفحات کا انتساب ایک صفحہ سبب تالیف و پس منظر پر ہے۔ ایک صفحہ خاتمۃ الکتاب کے عنوان سے ہے جس میں لکھا ہے کہ مؤلف نے یہ کتابچہ ۲۵ جون ۱۹۹۲ء بروز بدھ بوقت رات بارہ بجکر ۵ منٹ ۳۷ سیکنڈ پر حتمی مسودہ کی شکل پر مکمل کیا۔[1]

۲۔ مبدء التجوید للفرقان المجید تدوین محمد اقبال نعیمی

سولہ صفحات پر مشتمل کتابچہ ہے۔ جس میں چار صفحات کا دیباچہ ایک صفحہ پر تقریظ ہے

۳۔ نصاب التجوید لتصحیح القرآن المجید قاری محمد رمضان نجم البادوی

صفحات تیتیس ۳۳۔ جن میں پانچ صفحات عرض مؤلف۔ نذرانہ عقیدت ایک صفحہ کی تقریظ ہے کتابچہ کا عنوان بھی محل نظر ہے۔

۴۔ ایضاح التجوید مرتب قاری محمد اقبال نعیمی

صفحات ایک سو ستائیس۔ نو صفحات پر تقاریظ بائیس صفحات پر انتساب، نذر عقیدت۔ بیس صفحہ فضائل وغیرہ کے عنوانات ہیں۔

---

(۱) تحفۃ الاقبال فی تجوید کلام المتعال ۶۲

۵۔ تعلیم التجوید منظوم مع مفید حواشی ۔ ناظم و محشی قاری محمد اقبال نعیمی
صفحات چوبیس ۔ تو صفحات پر انتساب ۔ دیباچہ اور تقاریظ دی گئی ہیں ۔

۶۔ المقدمۃ الجزریہ ترجمہ و مع فوائد ضروریہ متفرقہ مترجم ابو عمر محمد ادریس العاصم
چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے

۷۔ تحسین القرآن مولف قاری محمد معین الدین چانگامی
باون صفحات پر مشتمل ہے ۔ سوالاً جواباً ہے دس صفحات بہتر لسطر و فضائل پر ہیں

۸۔ چالیس روزہ قاری کورس ۔ مولف قاری محمد مشتاق دو سو بیس صفحات پر مشتمل ہے ۔

جمال محمود پریس داتا دربار مارکیٹ لاہور سے طبع ہوئی ہے چالیس اسباق پر مشتمل ہے ۔

تذکرہ رحمانیہ

تذکرہ رحمانیہ دو سو اسی صفحات کی کتاب ہے جسمیں برصغیر کے معروف عالم و قاری مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث پانی پتی کے حالات کو بڑے اچھے انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ کتاب کے مؤلف قاری محمد عبدالحلیم انصاری ہیں جو صاحب سوانح کے نبیرہ ہیں۔ قاری عبدالرحمٰن رح کا انتقال ۱۸۹۶ء بمطابق ۱۳۱۴ھ ہوا۔ پانی پتی مکتب سے تعلق رکھنے والے جملہ اساتذہ بالواسطہ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ کتاب کا پورا نام تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرہ رحمانیہ ہے جسے مکتبہ نفیس جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور نے شائع کیا ہے مجلد کتاب کے باہر جلد پر ناشر کی حیثیت سے ادارہ نشریات اسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار مندرج ہے اس کتاب کی اشاعت اول دارالاشاعت رحمانیہ پانی پت کی طرف سے ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۸ء کو ہوئی جبکہ پاکستان میں پہلی مرتبہ یہ کتاب ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء میں مکتبہ نفیس لاہور نے شائع کی۔ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے آغاز کے دس صفحات فن سیر کی اہمیت اور ارتقاء کے بارے میں ہیں اور سوانح نگاری کے چھ فوائد بیان کئے گئے ہیں مؤلف کے مطابق سوانح نویسی سے علمی و عملی زندگی میں تحرک پیدا ہوتا ہے قومی تہذیب و تمدن پروان چڑھتے ہیں نیز صاحب سوانح کے فضائل و کمالات پڑھ کر ان کے حصول کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ بقیہ ابواب کی تفصیل یہ ہے باب اول۔ نام نسب اور خاندان۔ اس باب میں صاحب سوانح کا خود نوشت نسب نامہ بھی موجود ہے۔ جس کے

مطابق موصوف کا شجرہ نسب پینتالیسویں پشت میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے جبکہ والدہ کی طرف سے آپ کا شجرہ تینتیسویں پشت میں حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے باب دوم میں آباؤ اجداد کا مختصر تذکرہ ہے۔ باب سوم پیدائش، بچپن اور ابتدائی تعلیم کے بارے میں ہے اس کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ باب چہارم میں والد صاحب کی وفات کے حالات اور تحصیل علم وغیرہ کا ذکر ہے۔ باب پنجم میں اساتذہ کا مختصر تذکرہ ہے نیز تعلیم کے حصول کا شوق اور اس ضمن میں صعوبتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے اساتذہ میں قاری شاہ امام الدین مولانا محمد قلندر مولانا مملوک علی، سید محمد دہلوی شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کے حالات ہیں۔ باب ششم کا عنوان بزرگوں کا ادب شیوخ کے دل میں قدر قائم کیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں درس و تدریس کیلئے باندہ کا سفر اور علم تجوید و قرأت اور قرأت سبعہ کی تحصیل کے واقعات مندرج ہیں۔ آٹھویں باب میں موصوف کے قیام باندہ کے حالات و واقعات ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مظلوموں کی حمایت اور استغناء عن الخلق کے بہت سبق آموز اور حیرت انگیز واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ نویں باب میں ان کے چند معروف تلامذہ کا ذکر ہے۔ جن میں مولانا احمد مکی مولانا محمد یعقوب نانوتوی مولانا راغب الدہ پانی پتی مولانا حبیب الرحمٰن سندھی مدنی مولانا سید پیر جماعت علی شاہ علی پوری مولانا الطاف حسین حالی۔ تذکرہ غوثیہ کے مصنف مولانا شاہ غوث علی مولانا مشتاق احمد انبیہٹوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ سے مختصر استفادہ کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا اشرف علی تھانوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی ایسے بزرگ شامل ہیں۔ دسویں باب

کا عنوان ترویج شریعت اور اتباع سنت ہے۔ اس میں بعض عجیب و غریب واقعات مذکور ہوئے ہیں جس میں جامع مسجد دہلی سے صلیب نما لالٹینوں کا ہٹانا اور ان کے خلاف فتویٰ دینے کے علاوہ ایک واقعہ یہ بھی تحریر ہے کہ ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا "مولانا شاہ محمد اسحٰق کبھی عرس وغیرہ نہیں کرتے تھے لیکن شاہ عبدالعزیز رح اپنے باپ دادا کا عرس کیا کرتے تھے اور میں چند مرتبہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے ہمراہ عرس میں گیا ہوں۔ جب کسی نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا کہ میاں صاحب یہ عرس کرنا جائز ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی ذات خاص کے لئے اس عرس سے فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے لئے میں ہرگز جائز نہیں کہتا۔" (۱)

اس واقعہ کی صحت پر سوانح نگار نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ اس لئے یہ واقعہ محل نظر ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کی ہندوستان میں پہچان رد بدعات کے حوالے سے ہے لہذا انہی کے ساتھ ایک بدعت کو منسوب کر دینا کس طرح درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ مجھے اپنی ذات خاص کے لئے اس عرس سے فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے لئے میں ہرگز جائز نہیں کہتا" نص قرآن اور نص حدیث دونوں کے خلاف ہے۔ لِمَ تَقُولُونَ مَالَا تَفْعَلُونَ۔ القرآن۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (الحدیث) لہذا شاہ عبدالعزیز جیسی شخصیت سے اس بات کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے کہ جس بات کیلئے وہ دوسروں کو ناجائز ہونے کا فتویٰ دیں خود اپنے لئے اسی کو جائز خیال کریں، محض خیال ہی نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوں

---

(۱) محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رضائیہ، ۸۸

گیارہویں باب میں آپ کے باطنی کمالات کا تذکرہ ہے نیز کشف وکرامات کا ذکر بھی ہے۔
اور مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی نظروں میں آپ کی عزت وتوقیر کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ بارہویں باب میں اولیائے کاملین کے نزدیک قاری عبدالرحمٰن محدث کے مرتبہ کا تذکرہ ہے تیرہویں باب میں آپ کے کشف وکرامات اور خوارق عادت واقعات کا ذکر ہے۔ اسی ضمن میں بتلایا گیا ہے کہ اکثر جنات بھی استفادہ کی غرض سے آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ چودھواں باب آپ کے اخلاق وشمائل پر مشتمل ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ کے دن رات کے معمولات کا بھی ذکر ہے۔ اور کچھ ایسے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے آپکی تواضع انکسار اور عالی ظرفی کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز آپ کے معمولات میں اتباع سنت واتباع شریعت کا پتہ چلتا ہے۔ پندرھویں باب میں آپ کے وعظ کی خصوصیات کا ذکر ہے۔ سولہویں باب میں آپ کے فتاوٰی کا تذکرہ ہے جس سے آپ علمی رفعت فقہی عمق کا اظہار ہوتا ہے۔ سترھواں باب آپ کی تصانیف کے بارے میں ہے جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تحفۂ نذریہ۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ اس میں مسائل تجوید خصوصاً حرف ض کے مخرج پر بڑی عمدہ بحث ہے۔ مولانا رحیم الدین طرب نے اس کا اردو ترجمہ تبیین الضاد کے نام سے کیا ہے ۲۔ فیوض رحمانی۔ یہ آپ کے چند فتاوٰی کا مجموعہ ہے۔ ۳۔ کشف الحجاب۔ یہ رسالہ آپ نے اہل حدیث حضرات کی بعض باتوں کی تردید میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر آپ نے جوابات سولہ غیر مقلدین کے نام سے فارسی زبان میں بیس صفحات کا مضمون بھی تحریر کیا۔ ۴۔ محو الفساد فی تلفظ الضاد۔ فارسی زبان کا یہ رسالہ حرف ض کے تلفظ کی صحت کے بارے میں ہے۔ کتاب کے تین آخری ابواب خاندان اولاد مرض الموت اور سفر آخرت کے بارے میں ہیں۔

تذکرۂ قاریان ہند

یہ کتاب درمیانے سائز کے سات سو اکتالیس صفحات پر مشتمل ہے جس کے مؤلف عماد القراء جناب میرزا بسم اللہ بیگ بی اے متوفی قرات عشرہ ہیں جو حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ پاکستان میں اس کتاب کو میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی نے شائع کیا ہے۔ سن طباعت اور مطبع وغیرہ کا علم کسی جگہ سے نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں تاریخ علم تجوید و قرأت کے حوالہ سے یہ کتاب بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ جن کو ایک ہی جلد میں ضم کر دیا گیا ہے۔ حصہ اول دو سو اڑتالیس صفحات پر محیط ہے حصہ دوم کے صفحات تین سو پینسٹھ ہیں۔ جبکہ حصہ سوم ایک سو اٹھائیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

حصہ اول کو چودہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں تعارف قران مجید۔ جمع تدوین قران۔ رسم الخط۔ علم تجوید کی تعریف اور تجوید کی اہمیت وغیرہ کے مسائل ہیں۔ باب دوم میں آئمہ علم قرات۔ قرات عشرہ اور ان کے تمام راویوں کے حالات و خصوصیات کا ذکر ہے۔ باب سوم میں علم قرأت پر لکھی گئی تصانیف کا ذکر ہے۔ اور چوتھی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی تک کی تصانیف کو الگ الگ لکھا گیا ہے۔ باب پنجم کا عنوان مشاہیر خدام قرأت کلام اللہ ہے۔ اس میں پہلی صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی ہجری کے مشاہیر قراء کے ناموں کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کی تصانیف کا جدول بھی ہے۔ باب پنجم میں ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد۔ عربوں کی تجارت

اور بادشاہان ہند کے علمی ذوق وغیرہ کا ذکر ہے۔ نیز قراء کی تین اقسام کی وضاحت کی گئی ہے۔ یعنی قاری۔ مقری اور شیخ القراء۔ اس باب کے آخر میں قرائے ہند کو چودہ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ دور سہروردیہ۔ دور چشتیہ۔ دور بلخیہ۔ دور بخاریہ دور قادریہ۔ دور عیدروسیہ۔ دور مجددیہ۔ دور منوفیہ۔ دور عنایت اللہی۔ دور امام المدرسین دور شجاعیہ۔ دور ولی اللہی۔ دور رحمانیہ۔ دور تونسیہ"۔[1] ادوار کی ترتیب درجہ بندی اور یہ نام مؤلف کے اپنے ذہن کی اختراع ہیں۔ ہر دور کو اس دور کی کسی مرکزی شخصیت کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ باب ششم اور باب ہفتم میں ان تمام ادوار کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ پہلے سات ادوار کا ذکر باب ششم میں اور آخری سات ادوار کی وضاحت باب ہفتم میں ہے۔ پہلے دور یعنی سہروردیہ کی مرکزی شخصیت حضرات بہاؤالدین ذکریا ملتانی بتائی گئی ہے۔ قرات کے لحاظ سے اس دور کی سات خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔ یہ دور ۶۱۷ھ سے لے کر ۷۲۵ھ تک ممتد بتایا گیا ہے۔[2] دوسرے دور یعنی دور چشتیہ کی مرکزی شخصیات چار ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ بابا شیخ فرید گنج شکر۔ خواجہ نظام الدین محبوب الہی۔ یہ زمانہ ۵۷۵ھ سے لے کر ۹۰۰ھ تک قرار دیا ہے۔[3] دور سوم کی مرکزی شخصیت حسین شمس بلخی ہیں۔ ان کا زمانہ ۷۵۰ھ تا ۸۹۱ھ بتایا گیا ہے۔[4] دور چہارم ملحقہ بخاریہ کا زمانہ ۸۰۰ھ تا ۱۱۵۰ھ بیان کی گئی ہے جبکہ اس دور کی مرکزی شخصیتیں قطب عالم اور شاہ عالم ہیں۔[5]

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۱۰۶-۱۰۷ (۲) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۱۰۸

(۳) " " " " " " " " " " ۱/ ۱۱۴ (۴) ایضاً ۱/ ۱۳۰ (۵) ایضاً ۱/ ۱۳۳

دور پنجم قادریہ کا زمانہ ۹۰۰ھ سے ۱۲۹۶ھ بتایا گیا ہے۔ اس دور کی مرکزی شخصیتیں علی متقی برہان پوری اور مخدوم نظام الدین کاکوروی ہیں[1] دور ششم عیدروسیہ ہے۔ اسکی مرکزی شخصیات سید شیخ عبداللہ العیدروس اور محمد عرب ہیں۔ زمانہ ۹۲۵ھ سے ۱۱۰۰ھ ہے[2] دور ہفتم مجددیہ کا زمانہ ۱۰۰۰ھ سے لیکر ۱۲۰۰ھ تک ہے مرکزی شخصیت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہیں۔[3] دور ہشتم منوفیہ کا زمانہ ۱۰۵۰ھ سے ۱۲۰۰ھ ہے اس دور کی مرکزی شخصیت شیخ القراء عبدالخالق متوفی الازہری مصری ہیں۔[4] دور نہم عنایت اللہی کا[5] زمانہ ۱۰۶۰ھ سے ۱۳۰۰ھ تک ہے اس کی مرکزی شخصیت سید شاہ عنایت اللہ بالاپوری دور دہم امام المدرسین کا زمانہ ۱۰۸۰ھ سے ۱۲۷۵ھ تک ہے مرکزی شخصیات امام المدرسین حافظ محمد حسین اور مولانا محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک ہیں[6] دور یازدہم ولی اللہی زمانہ ۱۱۵۰ھ تا ۱۲۵۰ھ مرکزی شخصیات قاری سید عبداللہ۔ قاری عبدالرحیم اور قاری شاہ ولی اللہ ہیں۔[7] دور دوازدہم شہابیہ۔ زمانہ ۱۲۱۰ھ تا ۱۳۰۰ھ مرکزی شخصیات شاہ رفیع الدین قندھاری۔ شاہ شہاب الدین برہان پوری[8] دور سیزدہم رحمانیہ زمانہ ۱۲۵۰ھ تا ۱۳۷۵ھ اس دور کی مرکزی شخصیات پانچ لکھی گئی ہیں شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی۔ شیخ القراء سید علی مراد شاہ بخاری کراچوی[9]۔ دور چہاردہم تونسیہ۔ زمانہ ۱۳۱۰ تا ۱۳۷۵ھ مرکزی شخصیات شیخ القراء

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۱۲۲ (۲) تذکرہ قاریان، ۱/ ۱۶۶ (۳) تذکرہ قاریان ہند، ۱/ ۱۷۱

(۴) " " " " " " " (۵) " " ۱/ ۱۷۸ (۶) " " ۱/ ۱۸۲ (۷) " " ۱/ ۱۸۸

(۸) " " " " " " " ۱/ ۱۹۵ (۹) " " ۲۰۲ - (۱۰) " " ۱/ ۲۱۰

سید محمد تونسی ۔ شیخ القراء عبدالحق مکی بتائی گئی ہیں[1]

تذکرہ قاریان ہند کا مذکور الصدر حصہ معلوماتی لحاظ سے بہت اہم ہے ہر دور کی خصوصیات اور مرکزی شخصیات کے بارے میں مفصل معلومات دی گئی ہیں نیز ہر بحث کے آخر میں ہندوستان کے نقشوں کی مدد سے علم قرأت کی وسعت مختلف ادوار میں واضح کی گئی ہے

دوسری جلد میں قاریوں کے انفرادی حالات کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ترتیب تاریخ وفات کے مطابق دی گئی ہے شروع کے چونسٹھ صفحات پر قراء ہند کی مفصل فہرست ہے ۔ اس فہرست کے ساتھ ان فقرات کے نمبر بھی مندرج ہیں جن کے تحت کتاب کی پہلی جلد میں ان کے حالات ذکر ہوئے ۔ جلد دوم کا آغاز باب نہم سے کیا گیا ہے ۔ اس میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر ترک پٹھان بادشاہوں تک قراء کے حالات ہیں ۔ باب دہم میں بابر سے لیکر بادشاہ جہانگیر تک باب یازدہم کا عنوان سلسلہ عہد مغلیہ ہے ۔ اس میں شاہ جہان اور اورنگ زیب تک کے قراء کے احوال ہیں ۔ باب دوازدہم کا عنوان زوال حکومت مغلیہ ہے ۔ اس میں بہادر شاہ اول تا ابوظفر بہادر شاہ کے دور کے قراء کا ذکر کیا گیا ہے ۔ باب سیزدہم حکومت برطانیہ کے دور سے متعلق ہے ۔ جس میں ۱۲۷۳ھ سے لے کر ۱۳۰۰ھ کے درمیانی عرصہ کے قراء کے حالات ہیں ۔ باب چہاردہم ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۳۶۵ھ تک ہے ۔ یہ دور بھی حکومت برطانیہ ہی کا ہے ۔ باب پانزدہم میں ۱۳۶۵ھ سے لے کر ۱۳۷۷ھ تک یعنی انگریزوں کے انخلا کے بعد دور آزادی کے بعد قراء کے حالات پر ہے ۔

اس کے بعد کتاب کا حصہ سوم شروع ہوتا ہے ۔ اس حصہ میں مختلف علاقوں شہروں

---

[1] بسم اللہ بیگ ، تذکرہ قاریان ھند ، ۱/۲۴۳

کے عنوانات کے تحت وہاں کے قراء کے احوال کا مختصر ذکر ہے زیادہ تفصیل نہیں دی گئی۔ باب اوّل میں چونتیس قراء کے صرف نام لکھے گئے ہیں علاقے کا عنوان موجود نہیں۔ باب دوم میں حیدرآباد دکن کے قراء باب سوم میں بنگال بہار مشرقی اتر پردیش کے قراء باب چہارم میں بھوپال اور باب پنجم مدراس کے قاریوں کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد قرائے حال کا تذکرہ ہے

علم قرات کی تاریخ اور اکابر قرائے برصغیر پاک و ہند کے حالات پر یہ بڑی اہم کتاب ہے اسی موضوع کے حوالے سے پانچویں صدی میں طبقات القراء لکھی گئی پھر علامہ محمد الجزری نے آٹھویں صدی میں ایک کتاب تحریر کی یہ دونوں کتب عربی زبان میں تھیں اور برصغیر کے قراء کے حالات ان کتابوں میں نہ تھے۔ تذکرہ قاریان ہند اردو زبان میں ہندوستان کے قاریوں کے مفصل حالات کا تذکرہ ہے۔ علم قرات کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا کوئی بھی شخص اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ کتاب بڑی اہم ہے تاہم بعض باتیں ایسی ہیں جن پر ناقدانہ نظر کی ضرورت ہے۔ قاری عبدالرحمٰن مکی کا سن وفات ایک جگہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ ہے (۱) جبکہ دوسری جگہ ۱۳۷۹ھ لکھی گئی ہے (۲) صحیح سن وفات کا علم ہمیں کسی اور ذریعہ سے بھی نہیں ہو سکا۔ مؤلف نے شروع سے لیکر آخر تک قراء کے حالات کو بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا ہے لیکن تمام تر معلومات حوالہ جات سے عاری ہیں۔ اس طرح ان واقعات کی صداقت اور عدم صداقت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا اس قلم نے کتاب کی اہمیت کو بہت متاثر کیا ہے۔ بعض باتیں عجیب و غریب بھی لکھ دی گئی ہیں مثلاً علامہ محمد اقبال کو بھی قاری لکھا گیا ہے لیکن سند قرات کا ذکر نہیں اسی طرح سرسید کو بھی قاری لکھا گیا ہے ان کی سبعہ قرات کی سند قاری محفوظ الرحمٰن سے بتائی گئی ہے لیکن دوسرے منابع اس بات کی تائید نہیں کرتے۔

---

(۱) بسم اللہ بیگ مرزا، تذکرہ قاریان ہند ۱/ ۲۳۵

(۲) " " " " " " ۲/ ۵۷

سوانحات کے حوالے سے تذکرہ قاریان ہند اگرچہ بہت اہم کتاب ہے تاہم بعض مقامات پر فراہم کردہ معلومات کو حقائق پر مبنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور کہیں کہیں تو بالکل واضح اور بدیہی امور کے بارے میں بھی ابہام پیدا کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ہندوستان کی بعض نامور شخصیات کو قاری حضرات کی صف میں شمار کیا گیا ہے۔ مثلاً

قاری سر سید احمد خاں بانی علی گڑھ یونیورسٹی۔ (۱)

قاری ڈاکٹر سر محمد اقبال (۲)

قاری ابوالکلام آزاد (۳)

ان تینوں اکابر کے حالات اور تصانیف نیز علمی و ملی خدمات کا تذکرہ تو ہے لیکن علم قراءت کی تحصیل اور اس علم کی خدمات کے سلسلہ میں مؤلف کا قلم خاموش ہے لیکن اس خاموشی کے باوجود ان کا ذکر ہندوستان کے نامور قراء کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔

---

(۱) بسم اللہ بیگ، تذکرہ قاریان ہند، ۲/۳۰۰

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۳۷

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۶۴

تذکرہ منبع علوم وفنون یعنی سوانح شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی

(مرتب عزیز احمد تھانوی ۔ قرأت اکیڈمی لاہور)

بڑے سائز کے پانچسو چار صفحات پر مشتمل یہ کتاب قاری اظہار احمد تھانویؒ کی سوانح حیات ہے۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ کا انتقال ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔ آپ نے لاہور کے مختلف دینی مدارس میں علم تجوید وقرات کی خدمت کی بوقت انتقال آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں صدر شعبہ تجوید وقرات کے منصب پر فائز تھے

مذکورہ کتاب قاری صاحب کی زندگی کے حوالے سے مختلف حضرات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے بیشتر مضامین ان سے کسب فیض کرنے والے تلامذہ کے ہیں۔ ایک مختصر مضمون ان کے دیرینہ رفیق قاری محمد صدیق لکھنوی کا ہے۔ جس کا عنوان "التقدیم بالتعیین" ہے جسمیں انہوں نے سوانح فتحیہ میں مذکور ایک واقعے کی وضاحت کی ہے جو قاری عبدالمالکؒ اور قاری فتح محمد پانی پتیؒ کے مابین ایک علمی موضوع کے طور پر رونما ہوا تھا۔ کیونکہ قاری محمد صدیق لکھنوی اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ قاری عبدالمالکؒ اور قاری فتح محمدؒ دونوں بزرگ اکابر میں سے ہیں دونوں کا علمی فیض پورے پاکستان میں جاری ہے۔ قاری محمد صدیق لکھنوی مدظلہ کی وضاحت سے دونوں اکابر کی عالی ظرفی اور باہم احترام ومحبت کے تعلق کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ "سوانح فتحیہ" میں مذکور اس واقعہ کا انداز بیان منفی ہے۔ چند مضامین

قاری اظہار احمدؒ کے فرزاندان کے قلم سے ہیں جن میں مرحوم کے خانگی حالات اور اولاد کے ساتھ ایک مشفق بزرگ و مربی کے رویہ کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مضمون تحریک پاکستان اور ہجرت سے متعلق بھی ہے جس سے تشکیل پاکستان کے حوالے سے کچھ نئی معلومات بھی ملتی ہے۔ قاری صاحب کے شاگردوں میں ایک اہم ترین مضمون قاری احمد میاں تھانوی کا ہے جس کا عنوان "صاحب علم و فنون ہے اس مضمون میں بعض حیران کن انکشافات بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ قاری عبدالعزیز شوقیؒ جو ایک عرصہ دارالعلوم اسلامیہ کے صدر شعبہ قرات رہے وہ خود قرات سبعہ پڑھے ہوئے نہ تھے۔ کتاب میں قاری اظہار احمدؒ کے ان اساتذہ کرام کا مفصل تذکرہ بھی ہے جن سے مرحوم نے علمی اکتساب کیا جن میں بعض اساتذہ کے حالات قاری اظہار احمدؒ کی اپنی تلمی کاشوں کا نتیجہ ہیں۔ کتاب کا ایک حصہ ان خطوط پر مشتمل ہے جو انہوں نے مختلف اوقات میں بعض اکابر کو تحریر کیے اور جواب میں ان اکابر نے موصوف کو لکھے۔ ان حضرات میں مولانا اسعداللہ شاہ استاد مظاہر العلوم سہارنپور مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا مہاجر مدنی اور مولانا حسین احمد مدنی جیسے بزرگ شامل ہیں۔ یہ خطوط بڑا علمی سرمایہ ہیں۔ ان کے علاوہ مرحوم کے بائیس نایاب مضامین بھی شامل اشاعت ہیں نیز بعض نعتیں اور غزلیں بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قاری صاحب عالم ہونے کے ساتھ ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے مرحوم کی ذاتی ڈائری کے بعض اقتباسات سے سعودی عرب میں عالمی سطح پر منعقد ہونے والے مسابقہ ہائے قرات کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ کتاب میں ایک بات تاریخی حوالے کے طور پر غلط ہے یہ کہ قاری سراج احمدؒ کو دارالعلوم اسلامیہ لاہور کا بانی بتلایا گیا ہے یہ بات تاریخی لحاظ سے درست نہیں۔ دارالعلوم اسلامیہ کے بانی حافظ سخاوت علی تھے۔ جنہوں نے مولانا شبیر احمد غثمانی کی تحریک پر دارالعلوم قائم کیا

پانی پت کے قاری

عام کتابی سائز کے ایک سو انیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایم اے عثمانی نے شائع کی ہے۔ ایم اے عثمانی اصلاً محمد علی عثمانی ہے۔ آپ شعبہ تعلیم سے منسلک تھے۔ ایچی سن سکول میں اپنی زندگی کا بہترین زمانہ بطور استاد گزارا اور اسی سکول سے بطور ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے۔ اور ۱۳ ستمبر ۱۹۹۶ء کو تقریباً ستر برس کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

"پانی پت کے قاری" کتاب میں چوبیس جید و اکابر قراء کا تذکرہ ہے اور ان کے احوال و کوائف مندرج ہیں دو تحریروں کو چھوڑ کر باقی ساری تحریریں درحقیقت قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کی ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں لکھیں۔ لیکن وہ اپنی حیات میں انکو شائع نہ کرا سکے۔ ایم اے عثمانی قاری محی الاسلام کے صاحبزادہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے والد کے علمی ورثہ کو شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ آغاز میں دو مضمون بعنوان "پانی پت کی قراءت" اور "تعارف حضرت مؤلف" ایم اے عثمانی کے قلم سے ہیں۔ جبکہ باقی تمام مضامین قاری محی الاسلام کے ہیں۔ ان مضامین میں ایم اے عثمانی نے تصحیح و تسوید کی غرض سے کچھ ضروری تصرفات کئے ہیں۔ مثلاً مؤلف نے تواریخ و سنین ہجری تقویم کے مطابق دیئے تھے انہوں نے قوسین میں شمسی تقویم بھی لکھ دی۔ اسی طرح مؤلف نے بعض حضرات کا تذکرہ ان کی حیات کے پیش نظر زمانہ حال میں کیا تھا لیکن اب ان کی وفات کی وجہ سے صیغہ حال کو صیغہ ماضی میں بدل دیا گیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کتاب پر سن طباعت۔ مطبع یا سن اشاعت کچھ بھی مندرج نہیں۔ البتہ کتاب انتہائی مفید و معلوماتی ہے۔

سوانح امام القراء حضرت قاری عبدالمالک رح

تین سو چھبیس صفحات پر مشتمل عام کتابی سائز کی یہ کتاب قاری عبدالمالک رح کی زندگی اور حالات پر مشتمل ہے۔ جس میں مختلف حضرات کے مضامین کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مرتب ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب ہیں۔ کتاب کا مقدمہ قاری محمد عارف صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ جو خود علم قرأت میں قاری عبدالمالک رح کے بالواسطہ خوشہ چین ہیں۔ بیشتر مضامین قاری عبدالمالک رح کے شاگردوں کے تحریر کردہ ہیں۔ جن میں قاری محمد شریف رح قاری اظہار احمد تھانوی رح قاری غلام نبی ایرانی رح مولانا حامد میاں رح قاری سرفراز احمد تھانوی جیسے حضرات شامل ہیں یہ تمام مضامین انتہائی اہم ہیں۔ جن سے قاری عبدالمالک رح کی زندگی اور علم تجوید و قرأت میں ان کی خدمات کا پتہ چلتا ہے۔ قاری اظہار احمد تھانوی رح کا ایک مضمون علمی نکات کے عنوان سے بھی ہے جس میں انہوں نے قاری صاحب کی ان علمی باتوں کو رقم کیا ہے جو مختلف مواقع پر انکی زبان سے ادا ہوئیں۔ علمی نکات کا یہ مجموعہ انہوں نے مرحوم استاد کی زندگی ہی میں مرتب کیا تھا جس کا نام انہوں نے فوائد مالکیہ رکھا۔ اس میں بیشتر مسائل علم قرأت ہی سے متعلق ہیں۔ جن میں بہت باریک علمی نکات بیان ہوئے ہیں علم قرأت کے طالبین ان مسائل سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جس لہجہ میں (یعنی حسینی) میں پڑھ رہا ہوں میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ یہ وہی لہجہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا

کیونکہ یہ لہجہ بسلسلہ اساتذہ بتواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ زینوا القرآن باصواتکم وغیرہ احادیث میں تحسین صوت سے غالباً یہی لہجہ مراد ہے۔ اس کے علاوہ جو دوسرے لہجے ہیں جیسے مصری عشاقی وغیرہ ان کے متعلق تواتر کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔" (۱)

موصوف نے اس دعوے کے بارے میں کوئی نقلی دلیل نہیں دی جسکی وجہ سے یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ کتاب کے نصف حصہ میں ڈاکٹر فیوض الرحمٰن نے قاری عبدالمالکؒ کے تلامذہ کے حالات کو قلم بند کیا ہے جبکہ ایک حصہ میں ان کے شیوخ کا ذکر بھی ہے جن سے انہوں نے علم قرات میں کسب فیض کیا۔ نیز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مفصل تذکرہ بھی ہے جن سے قاری عبدالمالکؒ نے راہ سلوک میں اپنی نسبت قائم کی۔ اس طرح کتاب میں قاری عبدالمالکؒ کے بعض ہم عصر قراء و مشاہیر کی زندگی کے حالات کو بھی جمع کیا گیا۔ مثلاً قاری عبدالوحید قاری ضیاء الدین اور قاری عبدالخالق وغیرہ۔ اس طرح یہ کتاب قاری عبدالمالکؒ کی سوانح کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر اکابر کے حالات و کوائف کا مجموعہ بن گئی ہے جس سے قاری کو بہت مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ نیز بیشتر اکابر کے حالات یکجا پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ البتہ اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس طرح یہ کتاب اپنے عنوان سے مطابقت کھو بیٹھی ہے۔ دو مضامین ان کے بیٹوں قاری عبدالقادر اور قاری عبدالماجد ذاکر کے تحریر کردہ ہیں جن سے مرحوم کی خانگی زندگی عبادت گذاری اولاد کے ساتھ شفقت و محبت قرآن حکیم کی تلاوت وغیرہ کے معمولات کا علم ہوتا ہے۔ چند مضامین عربی زبان میں ہیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تحریر کس کی ہے۔

---

(۱) فیوض الرحمٰن قاری، سوانح امام القراء قاری عبدالمالک، ۹۷

سوانح حضرت القاری محمد شریف رح

عام کتابی سائز کے ایک سو سائھ صفحات پر مشتمل قاری محمد شریف رح کی یہ سوانح قاری محمد تقی الاسلام دہلوی نے لکھی ہے جسے مکتبۃ القراۃ ماڈل ٹاؤن نے شائع کیا ہے۔ شروع میں دیباچہ کے طور پر سعید الرحمٰن علوی مرحوم کی تحریر ہے۔ جس میں پاکستان میں علم قرأت کے آغاز اور اکابر قراء کرام کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ سترہ سے لے کر صفحہ اڑسٹھ تک قاری محمد شریف رح کے حالات و کوائف پیدائش سے لیکر وفات تک بیان کئے گئے ہیں۔ جس میں آپکی تعلیم اساتذہ مسند تدریس اور دار القراء کے قیام وغیرہ کے مفصل حالات مندرج ہیں۔ دو صفحات پر مرحوم کی تصانیف کا نہایت مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ پھر اولاد اور آپ کے تلامذہ کے حالات کا ذکر ہے اس کے بعد چند اہم واقعات کے عنوان سے ان کے ایک ہونہار شاگرد قاری محمد سلیمان کا مضمون ہے جس میں مرحوم قاری محمد شریف کی زندگی کے کچھ نصیحت آموز اور قابل ذکر واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جس سے حضرت قاری صاحب کے انداز نصیحت اور نازک معاملہ فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ قاری محمد سلیمان لکھتے ہیں ایک دفعہ میں نے جمعہ ہی کے دن دوران تقریر یہ کہا کہ سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی رح بہت بڑے بزرگ ہیں اور سارے اولیاء کے سردار ہیں لیکن ایسے کروڑوں شیخ عبد القادر جیلانی رح جمع ہو جائیں تو ایک ادنیٰ صحابی کی جوتی کے برابر نہیں۔ جمعہ کے بعد میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا تم نے آج یہ بات یوں بیان کی تھی یا مجھے اس طرح سمجھ میں آئی میں نے عرض کیا حضرت اسی طرح بیان کی تھی فرمایا جوتی کے الفاظ توہین کے ہیں۔ عامۃ الناس اس سے غلط اثر لیتے ہیں یوں

کہنا چاہیئے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے صحابی کے برابر نہیں بات وہی ہے لیکن انداز بدل کے کہنا چاہیئے (۱)

صفحہ اٹھاسی سے صفحہ ایک سو دو تک یاد اکابر کے عنوان سے قاری محمد شریفؒ کا اپنا مضمون ہے جس میں انہوں نے اپنے استاد قاری فضل کریمؒ کے حالات ذکر کیے ہیں۔ اس مضمون سے بہت سے تاریخی واقعات کا علم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور طویل مضمون بھی قاری صاحب ہی کا ہے۔ جس کا عنوان نیل الشفاء والشفا بالصلوٰۃ علی النبی المصطفیٰ ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے درود شریف کے فضائل و مسائل کو بطریق احسن بیان کیا ہے۔ اس کے سبب تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا۔ شفا ہو گئی لیکن بیماری کا خوف دور نہ ہوا۔ ایک عزیز نے مشورہ دیا کہ میں درود شریف کے فضائل میں ایک رسالہ لکھوں۔ ابھی لکھ نہ پایا تھا کہ دوبارہ بیماری نے پکڑ لیا اس پر یہ رسالہ تحریر کیا (۲) اسکی چار فصلیں ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں۔ درود شریف کے آداب۔ درود شریف کے فضائل بعض خاص درودوں کے فضائل۔ وغیرہ۔ کتاب کے آخری حصہ میں قاری خدا بخش مراد آبادی اور امام القراء قاری عبداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مختصر مضامین دیئے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں تبرک کے طور پر قاری فتح محمدؒ پانی پتی کا ایک مکتوب بھی شامل ہے جو انہوں نے قاری محمد شریفؒ صاحب سوانح کے نام تحریر کیا تھا یہ خط طویل ہے۔ بلکہ علم تجوید و قرأت کے حوالے سے انتہائی اہم مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

(۱) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرت القاری محمد شریفؒ ۸۲-۸۱

(۲) " " " " " " " ۱۰۵

سوانح فتحیہ
قاری محمد طاہر رحیمی

یہ کتاب پانی پتی مکتب کے سرخیل قاری فتح محمد پانی پتیؒ کی سوانح حیات ہے جو عام کتابی سائز کے چھ سو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع میں صفحہ ستائیس سے چونتیس تک افتتاحیہ سوانح فتحیہ کے عنوان سے سوانح عمری لکھنے کے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے مقدمہ سوانح فتحیہ کا عنوان ہے جس کے تحت نو فصلیں ہیں۔ ان میں پانی پت کی تاریخی اہمیت پانی پت کے اہل علم اولیاء کا ذکر پانی پت میں فن تجوید و قرأت اور اس ضمن مختلف ادوار کا تذکرہ پھر پانی پت کے مشہور قراء و قاریات مؤلفین و مصنفین کا ذکر ہے۔ اس کے بعد قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ کے احوال پوری تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ یہ ساری بحثیں جو صفحہ ایک سو تیس تک ممتد ہیں تمام کی تمام تذکرہ رحمانیہ مرتبہ قاری عبدالحلیم انصاری کی ہیں اس طرح سارا تذکرہ رحمانیہ سوانح فتحیہ کا حصہ بن گیا ہے الفاظ و عبارات میں کہیں بھی تجاوز یا حک و اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس طرح سوانح فتحیہ کا مطالعہ کرنے والا تذکرہ رحمانیہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس مقدمہ کے بعد سوانح فتحیہ کا آغاز کیا گیا ہے جس کے چھ ابواب ہیں تفصیل یہ ہے

باب اوّل اس میں آٹھ مضامین ہیں۔ جن میں نام نسب پیدائش حلیہ عادات و اخلاق نکاح۔ اولاد۔ نیز آپ کی اہلیہ اور آپ کی ہمشیرہ حاجن اللہ دی کے حالات بیان کئے گئے ہیں

باب دوم میں بارہ فصلیں ہیں۔ جن میں حضرتؒ کا زمانہ طالب علمی۔ حافظہ یادداشت۔

علم تجوید میں آپ کا مقام و مرتبہ۔ رعب دبدبہ۔ آپ کے اساتذہ قران کا تعارف۔ آپ کے مشہور تلامذہ کا تذکرہ نیز آپ کی تصنیفی و تالیفی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اسی باب کی چوتھی فصل میں اس متنازعہ واقعہ کا بھی تذکرہ ہے جس کا پورا ذکر اور جرح و تعدیل ہم مصری اور پانی پتی مکاتب کے ذیل میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ قاری فتح محمدؒ نے خود اس واقعے کو کتاب میں اس انداز سے لکھنے کو ناپسند فرمایا انہوں نے مرتب سوانح فتحیہ ؒ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہوئے لکھا

"عزیزم! بندہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے عمل کو اخلاص و للہیت پر مبنی سمجھتا ہے وہ واقعی صاحب فن اور صحیح معنیٰ میں مخلص اہل قران تھے۔ اب تو وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور ماشاء اللہ عند اللہ خوب عیش میں ہوں گے۔ ان کا تذکرہ **ایسے عنوان سے فرمائیں کہ ان کی تنقیص شان بالکل معلوم نہ ہو بلکہ اخلاص للہیت ہی ظاہر ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اس واقعے کو ہی تذکرہ سے خارج کر دیں**"[1]

حضرت قاری فتح محمدؒ کے اس مکتوب سے ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ شیوخ کا تو تھا ہی نہیں۔ البتہ شاگردوں میں غلو فی العقیدت کی وجہ سے پیدا ہو گیا۔

باب سوم میں سات فصلیں ہیں جن میں آپ کے اخلاق عادات مشاغل معمولات اتباع سنت نیز تعلیم قران کے سلسلے میں آپ کے امتیازی معمولات کا ذکر ہے۔

سوانح فتحیہ کا یہ حصہ بہت اہم ہے اس میں قاری فتح محمد مرحوم کے ایسے اہم واقعات

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح فتحیہ، ۶۳۹

جس سے اتباع سنت کی تحریک بھی ہوتی ہے نیز تدریس کے میدان میں اساتذہ علم قرآن کے لئے یہ واقعات سنگ میل اور مشعل راہ ہیں۔

باب چہارم میں چھ فصلیں ہیں جس میں تصوف بیعت خلافت باطنی روحانی کمالات وغیرہ کا ذکر ہے اسی باب کا تتمہ بھی لکھا گیا ہے جس قاری فتح محمدؒ کے خلیفۂ مجاز مفتی عبدالستار صاحب کے حالات مذکور ہیں باب پنجم کی چھ فصلیں ہیں جن میں آپ کے ملفوظات تعلیمات نصیحتیں نیز بعض اصلاحی خطوط مندرج ہیں باب ششم مفصل وفات نامہ کے عنوان سے ہے۔ جس میں آپ کی وفات کے چشم دید حالات و واقعات کا ذکر ہے۔ اور مختلف حضرات اور جرائد میں چھپنے والے تعزیتی پیغامات بھی ہیں جن میں ماہنامہ البلاغ کراچی ماہنامہ بینات کراچی کے تعزیتی اداریے اور کچھ ہندو پاک کے علماء کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ اسی باب کی تیسری فصل مختصر نقش حیات راقم السطور محمد طاہر رحیمی کے عنوان سے ہے۔ یہ مختصر فصل صفحہ چھ سو تیرہ سے لے کر صفحہ چھ سو تیس تک ممتد ہے۔ ان صفحات میں صاحب سوانح فقیہ نے کچھ باتیں اپنے بارے میں تحریر کی ہیں جن میں خودستائی کا عنصر غالب ہے مثلاً "احقر نے استخارہ کیا تو دیکھا کہ میں خیر المدارس کے غسل خانے میں نہا رہا ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میری کمر پر صابن لگا رہے ہیں"۔[1] احقر نے سورہ حجرات کا دوسرا رکوع تلاوت کیا تو حضرت مفتی محمد شفیعؒ کو اس درجہ تاثر ہوا کہ ان پر بے اختیار گریہ طاری ہو گیا"۔[2] ایک بار حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کی تقریر تھی احقر نے ایک رکوع تلاوت کیا بعد میں حضرت خانصاحب نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور خوب شاباش دی"۔[3] الحمد للہ کہ آج ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء تالیس برس کی عمر تک بعد از بلوغ کل ۳۴ سالہ عرصہ میں خواب میں غلط خیالات کی وجہ سے کبھی ایک بار بھی احتلام اور اسکی وجہ سے نہانے کی ضرورت پیش نہیں آئی"۔[4]

---

(۱) محمد طاہر رحیمی، سوانح فقیہ، ۶۱۵ - (۲) محمد طاہر رحیمی، سوانح فقیہ، ۶۲۰

(۳) " " " " ۶۲۰ (۴) " " " " ۶۲۱

سوانح حضرت قاری فضل کریم

چھوٹے کتابی سائز کی یہ سوانح حیات استاد القرآء قاری فضل کریمؒ کے حالات کا مجموعہ ہے۔ جسے ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن نے مرتب کیا ہے۔ مرحوم ایک عرصہ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں لاہور میں علم قراءت کی خدمت سرانجام دیتے رہے اس حوالے سے مجلس ابنائے قدیم مدرسہ تجوید القرآن لاہور نے حق الاستاد کے طور پر اس کتاب کو شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ایک سو اٹھائیس ہے۔ قاری فضل کریمؒ کا شمار پرانے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ان کے تلامذہ بھی بکثرت ہیں۔ زیر نظر کتاب قاری صاحب مرحوم سے نسبت رکھنے والے مختلف حضرات کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ مضامین لکھنے والوں میں قاری محمد شریفؒ۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ قاری فیوض الرحمٰن قاری محمد اقبال قاری احمد خالد عمر قاری افضال الحق قاریہ ام کلثوم اور قاری محمد عارف شامل ہیں۔ تمام مضامین اردو زبان میں ہیں جبکہ ایک مضمون عربی زبان میں ہے۔ جو قاری عبدالحمید کا تحریر کردہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ سوانح مستقل کتاب تو نہیں البتہ مفید اور معلوماتی مضامین کا مجموعہ ہے۔ آخری تین صفحات پر قاری فضل کریمؒ کے بعض نامور تلامذہ کے ناموں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے مختلف اوقات میں قاری صاحب مرحوم سے کسب فیض کیا۔

مخطوطات

پاکستان میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کی ہے۔ جو مختلف موضوعات کے حوالے سے مرتب کی گئی ہے۔ اس فہرست میں مؤلف نے علم تجوید پر ۹۳ مخطوطات کا ذکر کیا ہے۔ فہرست میں ان مخطوطات کے مصنف سن تصنیف اور مباحث کے عنوانات کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ نیز یہ کہ یہ مخطوطہ کس جگہ موجود ہے۔

کتاب کا نام فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان ہے۔ اس کے مؤلف احمد منزوی ہیں۔ سن اشاعت ۱۹۸۲ء ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں فارسی زبان کے مخطوطات کا تذکرہ ہے۔ جو صفحہ ۹۷ سے لیکر صفحہ ۱۲۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے کیونکہ ہمارا دائرہ اردو زبان میں لکھی گئی کتب تک محدود ہے اس کے علاوہ چند مخطوطات دیال سنگھ لائبریری لاہور میں بھی موجود ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

تجوید القرآن	مخطوطہ ۷۷	خلاصۃ النوادر	مخطوطہ ۵۷۸ ا
شرح رسالہ جزری	مخطوطہ ۶۶۵	فتوی در قواعد ضاد	مخطوطہ ۱۸۰
قواعد تجوید	مخطوطہ ۵۰۵	قانون قراءت	مخطوطہ ۱۰۰
قواعد القرآن	مخطوطہ ۳۱۸	مفتاح القرآن	مخطوطہ ۵۷۸ ب

ان کے علاوہ کچھ مخطوطات کا تذکرہ ماہنامہ فکر و نظر میں بھی ملتا ہے۔ یہ مخطوطات حسب ذیل ہیں

۱۔ کتاب العنوان فی القراءات السبعہ

۲۔ انواع الہمزہ فی وقف حمزہ و ہشام

۳۔ ناظمۃ الزہر فی الاعداد و اختلاف اہل البلاد

۴۔ اجازۃ الشیخ بالقراءات العشر

۵۔ الفریدۃ البارزیہ فی حل القصیدہ الشاطبیہ

۶۔ الطراز فی شرح ضبط الحراز

۷۔ تلخیص العبارات بلطیف الاشارات فی علم القراءات

۸۔ کشف الاسرار عن قراءۃ ائمۃ الاخیار

---

(۱) ماہنامہ فکر و نظر ۷/۵۵۴

(۲) 〃 〃 〃 ۷/۵۵۵

(۳) 〃 〃 〃 ۷/۵۵۶

(۴) 〃 〃 〃 ۷/۵۵۷

(۵) 〃 〃 〃 ۷/۸۶۶

(۶) 〃 〃 〃 ۷/۸۶۷

(۷) 〃 〃 〃 ۷/۸۶۷

(۸) 〃 〃 〃 ۷/۹۵۱

الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی
شیخ القراء قاری محمد نظرؒ

علامہ شاطبیؒ کی کتاب جس کا نام حرز الامانی ووجہ التہانی فی القرات السبعہ بڑی مشہور ہے۔ عربی زبان میں ہے۔ مذکور الصدر کتاب حرز الامانی کے اشعار کی اردو شرح کا قلمی نسخہ ہے۔ شارح قاری محمد نظرؒ ہیں۔ جو قاری ضیاء الدینؒ کے شاگرد اور جامعہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کی لجنۃ القراء المشائخ کے رکن تھے۔ قاری محمد نظرؒ نے اپنے اس قلمی نسخہ میں اٹھائیس ابواب تک شرح لکھی ہے اسی لئے اسے الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی کا نام دیا گیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ ان کے بیٹے قاری محمد شاہد کے پاس موجود ہے۔ جس کی تصویری کاپی راقم کے پاس ہے۔ یہ شرح بڑے سائز کے ایک سو دس صفحات پر مشتمل ہے بڑی اہم شرح ہے جسکا زیور طبع سے آراستہ ہونا بڑا ضروری ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ پہلے صفحہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ الجزء الاوّل من ایضاح المعانی علی حرز الامانی از شیخ القراء حافظ قاری محمد نظر لکھا ہے۔ جبکہ آغاز کتاب میں عبارت اس طرح ہے" الحمد للہ الذی انزل القران بالیسر الوجوہ .....

امابعد فیقول راجی عفو ربہ الھادیؒ اسکے بعد اصولاً قاری محمد نظر کا نام ہونا چاہیے لیکن عبارت کو اچھی طرح مٹا کر کوئی اور نام لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے اصل لکھنے والے کے نام کا اشتباہ ہوتا ہے۔ کہ مدیم نام محمد مشیر پڑھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

مذکورہ کتب کا جدول

موضوع	تعداد کتب
تراجم و حواشی	۲۶
قراءات	۲۴
تجوید	۳۲
سوانحات	۸
میزان	۹۰

نوٹ۔ چند کتب ایسی بھی ہیں جنکا سراغ تو لگا لیکن باوجود تلاش کے مل نہ سکیں تفصیل یہ ہے

شجرہ رحیمیہ مرتبہ قاری محمد شفیق جھنگوی

دلکش نقش سوانح قاری رحیم بخش۔ مرتب قاری محمد طاہر رحیمی

قاری عبدالمالکؒ کا ایک رسالہ موسومہ "نظام التجوید" ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکا۔ اس رسالہ کا عکس مولانا قاری عبدالمالک نقشبندی ہزاروی کے پاس موجود ہے۔[1] قاری عبدالمالکؒ کی ایک کتاب ہدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق فی الضاد ہے۔ اس کا تذکرہ قاری محمد شریفؒ نے اپنی کتاب سبیل الرشاد میں کیا ہے

---

(۱)۔ فیوض الرحمٰن، سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک ۱۹۷

صوتی تسجیلات

انضباط صوت جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا کمال ہے۔ انسان کی ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی آواز کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعے بعینہٖ محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ اور اپنی منشا مرضی اور خواہش کے مطابق جب چاہے اور جس وقت چاہے سنا بھی جاسکتا ہے۔

قران مجید اگرچہ کتابی شکل میں بھی محفوظ چلا آرہا ہے اور ان شاء اللہ تا ابد محفوظ رہیگا تاہم سائنس کے جدید اکتشافات وایجادات کی روشنی میں اس بات کی ضرورت تھی کہ قران مجید کی تلاوت مختلف مستون روایتوں اور قراءات میں محفوظ کرلی جائے تاکہ قران مجید فہم مسموع کے طور پر بھی محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کی طرف سب سے پہلے خیال مصر میں پیدا ہوا۔ اس سلسلہ کا پہلا اجلاس ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۱۹۵۹ء کو قاھرہ میں منعقد ہوا۔ جس میں استاد عبدہ بدوی۔ طہ نصر استاد الشیخ علی جعفر۔ استاد عبدالرحمٰن العدوی اور استاد الشیخ حسن مصطفےٰ نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر لبیب السعید نے کی۔ (۱)

بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ قران مجید کی تلاوت کو صوتی لحاظ سے محفوظ کرلیا جائے اور اس کا نام "المصحف المرتل" رکھا جائے۔ اس بات کا اعلان جامعہ ازہر کے سربراہ استاد محمود شلتوت کی طرف سے اپریل ۱۹۵۹ء کو کردیا گیا۔ (۲)

الشیخ محمود شلتوت کی طرف سے جاری شدہ بیان کو مجلہ الازہر نے ان الفاظ میں

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقران الکریم، ۸۴

۲۔ " " " " " " " " ۸۶

میں شائع کیا۔

"قدم السید لبیب السعید رئیس جمعیۃ المحافظہ علی القران الکریم اقتراحًا الی فضیلۃ الاستاذ محمود شلتوت شیخ الجامعہ الازہر یتلخص فی ان یسجل القران الکریم تسجیلاً صوتیًا مجودًا۔ وذالک لتمکین المسلم العادی من تلاوۃ ای الذکر الحکیم تلاوۃ مجودۃ فی سھولۃ ویسر ومعنی التنزیل المرسل۔ القراءۃ نحو ما یکون فی الصلاۃ۔ وقد ابدی فضیلۃ الاستاذ الاکبر ارتیاحہ ورضاہ عن ھذہ الفکرہ۔ لانھا طریقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ من بعدہ"[1]

سید لبیب السعید رئیس جمعیۃ المحافظہ قران کریم نے فضیلت ماب استاد محمود شلتوت شیخ الجامعہ الازہر کی خدمت میں ایک تجویز پیش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قران مجید کی تلاوت کو تجوید کے ساتھ صوتی انداز میں ریکارڈ کر لیا جائے۔ تاکہ عام مسلمان کیلئے یہ بات ممکن ہو جائے کہ وہ قران مجید کو تجوید کے اصول وضوابط کے مطابق سہولت اور آسانی کے ساتھ تلاوت کر سکیں۔ فضیلت ماب استاد (محمود شلتوت) نے برضا ورغبت اس رائے سے اتفاق کیا ہے کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق ہے اب مسئلہ یہ تھا کہ قران مجید کی صوتی تسجیل کیلئے آواز کس کی ہو۔ چنانچہ آواز

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقران الکریم، ۸۶

کے انتخاب کی غرض سے ۸ جون ۱۹۵۹ء کو جامعۃ الازہر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جلسے مراد یہاں محفل قراءت ہے۔ اس محفل میں سب حاضرین نے الشیخ محمود الحصری کی آواز کو پسند کیا[1]

اس طرح مختلف مراحل سے گزر کر قران مجید کی صوتی تسجیل کا کام مئی ۱۹۶۰ء میں شروع ہوا۔ اور ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء کو مکمل ہوا۔[2] اور اس طرح تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ باقاعدہ المصحف المرتل کے نام سے قران مجید کا صوتی انضباط عمل میں آیا

ریڈیو قاہرہ سے اس کا نشر پہلی مرتبہ سوموار آٹھ ربیع الثانی ۱۳۸۱ ہجری بمطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوا۔ اور یہ بات بھی طے ہوئی کہ المصحف المرتل ترتیب کے ساتھ مصری وقت کے مطابق روزانہ صبح نشر ہوا کرے گا۔ پھر ظہر اور عصر کی اذانوں کے بعد بھی نشر ہونے لگا۔ بعد میں ایک مستقل چینل اس کے لئے وقف کر دیا گیا جہاں سے رات دن ہر وقت مستقل تلاوت جاری رہتی ہے۔[3]

حکومت مصر نے اس مصحف مرتل کے ریکارڈ ہند و پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کو بطور تحفہ بھجوائے[4]

پاکستان میں سرکاری سطح پر ایسی کسی کوشش کا سراغ نہیں ملتا جس میں قران مجید کی صوتی تسجیل کے سلسلے میں کوئی عملی اقدام کیا گیا ہو۔ البتہ پاکستان کی ایک نیم سرکاری کمپنی نے تجارتی بنیادوں پر اس جانب ضرور پیش رفت کی۔ اس کمپنی کا نام شالیمار ریکارڈنگ کمپنی ہے اس کمپنی نے جن حضرات کی آوازوں میں قران مجید کی تلاوت کو منضبط کیا اس کی تفصیل

۱۔ لبیب السعید، الجمع الصوتی الاول للقران الکریم، ۸۶ — (۴) سید محبوب علی رضوی تاریخ دارالعلوم دیوبند ۳۶۸

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۹۰ —

حسب ذیل ہے

تعداد	نام	کیسٹ نمبر
15	قاری خوشی محمد	10001 — 10015
30	〃 〃 〃	351 — 380
45	〃 〃 〃	501 — 545
30	قاری غلام رسول	551 — 580
75	〃 〃 〃	10111 — 10185
45	〃 〃 〃	681 — 725
45	محمود الحصری	431 — 475
30	〃 〃	10061 — 10090
30	احتشام الحق تھانوی	10031 — 10060
45	〃 〃 〃	751 — 795
30	قاری وحید ظفر قاسمی	621 — 650
45	قاری شاکر قاسمی	301 — 345
15	قاری محمد یونس	661 — 675

نوٹ :۔ مذکورہ جملہ معلومات شالیمار کمپنی کے جنرل منیجر شوکت علی صدیقی سے براہ راست حاصل کی گئیں

شالیمار ریکارڈنگ کمپنی ایک نجی ادارہ ہے جو پاکستان کی وزارت اطلاعات و مواصلات کے زیر اثر کام کرتا ہے۔ اس کا قیام دسمبر ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا۔ چونکہ یہ ایک نجی ادارہ ہے لہذا اس کے پروڈیوسرز تجارتی بنیادوں پر کام کرتے ہیں۔ اس کا بورڈ آف ڈائریکٹرز اپنے کلی اختیارات استعمال کرتا ہے۔ اس کمپنی کے سٹوڈیوز کراچی میں ہیں جبکہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کی پروڈکشن کا بیشتر کام اسلام آباد میں ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چونکہ شالیمار ریکارڈنگ کمپنی خالصتاً ایک تجارتی ادارہ ہے۔ جس کے حصص عام لوگوں کے علاوہ پرائیوٹ تجارتی کمپنیوں نے بھی خرید رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ بات تو بڑی واضح ہے کہ اس پورے عمل میں خدمت علم کے جذبہ پر جلب منفعت ہی غالب ہے اگر بالفرض محال کسی جگہ خدمت علم کا خیال موجود بھی ہے تو اس کی حیثیت ثانوی ہی ہے۔ اس سے چنداں زائد نہیں۔ قران پاک کی تلاوت کے ریکارڈ بھی ظاہر ہے تجارتی بنیادوں پر ہی تیار کرائے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ریکارڈنگ میں انہوں نے کسی بھی قاری صاحب کی شخصیت اور ذاتی شہرت یا حسن صوت کے پہلو کو ہی مدنظر رکھا ہے۔ علم تجوید اور فن کی باریکیوں کو جانچنے پرکھنے کا اہتمام انہوں نے نہیں کیا۔ مذکورہ قاری حضرات جنکے کیسٹ شالیمار کمپنی والوں نے ذائع کئے ہیں ان میں قاری خلیل الحصری کا صوتی انضباط تو وہی ہے جو حکومت مصر کے ایما پر کیا گیا۔ بقیہ حضرات جو پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی اصوات کا انضباط شالیمار کمپنی نے از خود کیا ہے۔

باب پنجم

مشہور مدارس قراءت

اس تذکرے میں مدارس کی ترتیب میں جس درجہ بندی کو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ اس طرح ہے :

۱۔ ایسے مدارس کے کوائف جو مختص بالقراءت ہیں جہاں سبعہ عشرہ کی تدریس ہوتی ہے ۔

۲۔ مختص بالقراءت جہاں سبعہ تک تعلیم دی جاتی ہے ۔

۳۔ مختص بالقراءت جہاں صرف روایتِ حفص پڑھائی جاتی ہے ۔

۴۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ عشرہ کا درجہ بھی ہے ۔

۵۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ کا درجہ بھی قائم ہے ۔

۶۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ روایتِ حفص بھی پڑھائی جاتی ہے ۔

نوٹ: مدارس کا تذکرہ حروف ابجد کے حوالے سے صوبہ وار کیا گیا ہے ۔ یعنی بلوچستان، پنجاب، سرحد، سندھ ۔ آخر میں گوشوارے کے ذریعے پوری تعداد واضح کی گئی ہے ۔

مدارس

قیام پاکستان سے قبل زیادہ تر مدارس اس علاقہ میں قائم تھے جو ہندوستان کے حصہ میں آیا۔ سب سے زیادہ شہرت دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کو حاصل تھی جہاں پورے برصغیر اور بیرونی علاقوں سے طالبان علم آتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پاکستان کے حصہ میں آنے والا علاقہ مدارس سے بالکل خالی تھا۔ قیام پاکستان سے قبل اس علاقہ میں ایک سو بیالیس مدارس کا سراغ ملتا ہے(۱)

تاہم ان مدارس کو وہ شہرت اور قبولیت عامہ حاصل نہ تھی جو دارالعلوم دیوبند یا مظاہر العلوم سہارنپور کو حاصل ہوئی۔ قیام پاکستان سے قبل جن علاقوں میں دینی مدارس موجود تھے ان میں احمد پور شرقیہ اچ شریف (بہاولپور) انی (گجرات) بہلول پور شہر۔ بھیرہ پشاور پاکپٹن پیر ہارو۔ ٹھٹھہ سندھ۔ ڈھاکہ کسانہ گجرات۔ مضافات گجرات۔ کمالیہ کوٹ مٹھن (ڈیرہ غازی خاں) گھوٹکی۔ پیر جھنڈو۔ سیالکوٹ سمہ سٹہ لاہور اور ملتان کے علاقے شامل ہیں(۲)

۱۹۴۷ء میں مسلمان ہجرت کر کے پاکستان کی سرزمین میں آکر آباد ہوئے تو اس کے بعد پاکستان کے علاقے میں کثرت کے ساتھ مدارس دینیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۶۰ء تک کے

---

(۱) نذر احمد حافظ، جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان، ۷۳۵

(۲) " " " " " " " " " " " ۷۴۶

کے جائزے کے مطابق دو سو چھبیس مدارس قیام پاکستان کے بعد یہاں پر قائم ہوئے جبکہ چھبیس مدارس ہندوستان سے کسی نہ کسی طور منتقل ہو کر آئے۔[۱] اس طرح گویا ۱۹۶۰ء تک پاکستان میں تین سو بانوے مدارس دینیہ قائم تھے۔ جبکہ ۱۹۸۸ء تک یہ تعداد بڑھ کر دو ہزار نو سو اکیانوے تک جا پہنچی[۲] اور ۱۹۹۵ء تک یہ تعداد تین ہزار سات سو چھ ہو گئی[۴] ان تمام مدارس میں حفظ و تجوید و قراءت کے مدارس کی تعداد آٹھ سو چھیانوے ہے۔ جن میں سے پنجاب میں پانچسو اڑسٹھ سرحد میں ایک سو چار سندھ میں ایک سو پندرہ بلوچستان میں بیالیس شمالی علاقہ جات میں اٹھارہ آزاد کشمیر میں اٹھائیس اور اسلام آباد میں انیس مدارس ہیں[۳] (یہ تعداد ۱۹۸۸ء تک کی ہے۔)

مدارس تجوید و قراءت کے لحاظ سے سرکاری ادارے کے تحت تیار کی جانے والی اس تعداد کو شاید درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ مذکورہ تعداد میں حفظ اور تجوید و قراءت کے مدارس کو یکجا کر کے شمار کیا گیا ہے۔ جبکہ حفظ قران اور تجوید و قراءت دو مختلف موضوعات ہیں اگرچہ نوعیت ایک ہے۔ تاہم دونوں کی کیفیت علیحدہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایک شخص قران مجید کا حافظ تو ہو اور قران مجید قواعد تجوید کے مطابق درست بھی پڑھتا ہو لیکن وہ علم تجوید و قراءت سے نا آشنا ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص علم تجوید و قرات کا عالم تو ہو لیکن وہ قران مجید کا حافظ نہ ہو۔ اس لئے مدارس حفظ اور

---

(۱) نذر احمد حافظ، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، ۷۳۵

(۲) پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائریکٹری ۱۹۸۸ء / ۸۵

(۳) " " " " " " " " " "

(۴) " " " " " " " " ۱۹۹۵ء ۲۸۲

مدارس تجوید وقراءت کو ایک شمار کرنا ہرگز درست نہیں ۔ اسی طرح بعض مدارس ایسے بھی ہیں جن کا شمار تو درس نظامی کے مدارس میں ہوتا ہے لیکن ان مدارس میں باقاعدہ درجہ تجوید وقراءت بھی موجود ہے اور وہاں علم تجوید وقراءت کا کام بھی بہت احسن طریق پر ہو رہا ہے لیکن ان مدارس کو صاحب جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان حافظ نذر احمد اور وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب "پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائریکٹری" میں درس نظامی کے مدارس میں تو شامل کیا ہے لیکن مدارس حفظ وتجوید وقراءت میں ان کا شمار نہیں کیا گیا لہذا اس تعداد کو مدارس قراءت کے حوالے سے درست تسلیم کر لینا صحیح نہیں ہو سکتا۔

اس ضمن میں معلومات کا ایک اور ذریعہ پی ۔ ایچ ڈی کیلئے لکھا گیا مقالہ ہے جس کا عنوان "سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات" ہے مقالہ لکھنے والے محقق قاضی معصوم الرحمٰن ہیں ۔ انہوں نے سندھ میں کل دینی مدارس کی تعداد تین سو اٹھ[1] لکھی ہے ۔ جبکہ ان میں دو سو مدارس حفظ وتجوید وقراءت کے بتائے ہیں[1]، فاضل مقالہ نگار کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کے ہاں بھی صورت وہی ہے جس کا ذکر ہم سابقہ سطور میں کر چکے ہیں ۔ انہوں نے بھی محض حفظ کے مدارس کو تجوید وقراءت کے مدارس میں شامل کر دیا ہے ۔ جو کسی طور پر بھی درست نہیں ۔ یہی صورت ان کے ہاں پنجاب کے مدارس میں بھی ہے مثلاً فاضل مقالہ نگار مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہاں شعبہ تجوید

---

۱ ۔ معصوم الرحمن قاضی، سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات، ۷۹

قراءت موجود ہے۔ جس کے سربراہ مولانا ثناء اللہ ہیں۔ (۱) صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس مدرسہ میں شعبہ تجوید و قراءت سرے سے موجود ہی نہیں ہے البتہ مدرسہ کی طرف سے شہر کی مختلف مساجد میں ناظرہ قران کی تدریس کے مکاتب کھولے گئے ہیں۔

اسی طرح مدرسہ عربیہ محمدیہ ڈاھری سندھ کے بارے میں تحریر ہے کہ یہاں اساتذہ کی تعداد چار ہے جن میں ایک بھی قاری نہیں لیکن ناظرہ حفظ و تجوید و قراءت کے طلباء کی تعداد چھیانوے تحریر ہے اور ۱۹۸۹ء تک فارغ التحصیل طلباء کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ

ناظرہ۔ دوسواسی۔ حفظ۔ چالیس۔ تجوید و قراءت پینتالیس (۲)

سوچنے کی بات ہے کہ جس مدرسے میں سرے سے تجوید و قراءت پڑھا ہوا استاد ہی نہیں وہاں سے تجوید و قراءت کے فارغ التحصیل کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔

---

(۱) معصوم الرحمٰن قاضی، سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات، ۳۵۷

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۲

تدریس قران کے حوالے سے پاکستان میں دینی مدارس کی حسب ذیل قسمیں ہیں

۱۔ خالصتاً ناظرہ قران کے مدارس

۲۔ ناظرہ و حفظ کی تدریس کے مدارس

۳۔ ناظرہ و حفظ و درس نظامی کے مدارس

۴۔ مدارس حفظ مختص بالتجوید والقراءات (ان کی دو اقسام ہیں)

i۔ مدارس تجوید جہاں صرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے

ii۔ مدارس تجوید جہاں سبعہ عشرہ پڑھائی جاتی ہیں

پاکستان میں خالصتاً ناظرہ قران کریم کے مدارس تو لامحدود ہیں جن کا شمار بھی ممکن نہیں کہ تقریباً ہر مسجد میں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس بات کا اہتمام موجود ہے کہ وہاں گرد و نواح یا اہل محلہ کے بچے صبح و شام قران مجید پڑھیں۔ امام مسجد پر جہاں پانچ وقت نماز پڑھانے کی ذمہ داری ہے وہاں اس کے فرائض میں بچوں کو قران پڑھانا بھی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہ امام مسجد خود قران مجید درست پڑھتا ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں گھروں میں بھی چھوٹے چھوٹے مدارس موجود ہیں جہاں گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں تدریس قران کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں یہ کام بغیر کسی دنیاوی لالچ کے محض حصول ثواب کی نیت سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ ان عورتوں کی اکثریت علم تجوید کے قواعد و ضوابط سے نابلد ہوتی ہے وہ خود بھی مجہول پڑھتی ہیں اور آگے بچوں کو بھی مجہول ہی پڑھاتی ہیں۔ اس لئے اس قسم کے مدارس کی تفصیلات و کوائف اکٹھے کرنا تو ناممکن بھی ہے اور لاحاصل بھی۔

دوسرے ایسے مدارس جہاں ناظرہ کے ساتھ ساتھ حفظ کا انتظام بھی ہے اس قسم کے مدارس کی تعداد بھی کافی ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ حفظ کرانے والا ہر استاد تجوید کے قواعد اور علم قرات کا جاننے والا بھی ہو کیونکہ بیشتر حفاظ اساتذہ اگرچہ خود قران مجید قواعد تجوید کے مطابق پڑھتے ہیں اور اپنے شاگردوں کو بھی تجوید کے مطابق ہی یاد کراتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ علم تجوید و قرأت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ کیونکہ قواعد تجوید کے مطابق قران کا پڑھنا اور قواعد تجوید کا جاننا دو مختلف امور ہیں۔

تیسرے مدارس وہ ہیں جہاں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ہی وہاں پر مسجد و مدرسہ ہونے کے ناتے قران مجید ناظرہ و حفظ کا بندوبست بھی ہوتا ہے۔ ایسے مدارس میں دونوں صورتیں موجود ہیں کہیں تو استاد علم تجوید و قراءت جاننے والے ہیں اور کہیں محض تجوید کے مطابق پڑھنے والے۔

چوتھے درجہ میں ایسے مدارس جو خالصتاً علم تجوید و قراءت کی تعلیم کیلئے قائم کئے گئے ہوں یعنی مدارس مختص بالقراءت پھر ایسے مدارس کی مزید دو قسمیں ہیں۔ بعض مدارس وہ جہاں صرف روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہو دوسرے وہ جہاں مکمل سبعہ عشرہ قرات پڑھائی جاتی ہوں راقم نے ایسے مدارس کی تلاش میں پورے ملک کے شہروں قصبوں کا سفر کیا۔ اور مدارس کے حالات و کوائف جمع کیئے۔ ان معلومات کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پورے پاکستان میں اس قسم کا ایک بھی مدرسہ نہیں جسے مختص بالقرات کہا جاسکے۔ جہاں سبعہ عشرہ قرآت تا حد کمال پڑھائی جاتی ہوں۔ اور باقاعدہ امتحان ہوتا ہو۔ اور باقاعدہ سند دی جاتی ہو۔ البتہ بعض بڑے مدارس میں درس نظامی کے ساتھ درجہ تجوید و قراءت ضرور قائم ہے جہاں طلباء

اجباری نہیں بلکہ اختیاری طور پر اس علم کی تحصیل کرتے ہیں

ہمارا موضوع چونکہ علم تجوید کے حوالے سے مدارس قراءت کا تذکرہ ہے۔ لہذا اس مناسبت سے ملک کے چاروں صوبوں میں موجود ایسے مدارس کے کوائف جمع کئے گئے ہیں جہاں علم تجوید و قراءت کے حوالے سے تدریسی عمل جاری ہے۔

صُوبہ بلوچستان کے مدارس

جملہ معلومات راقم نے بلوچستان جاکر متعلقہ مدارس کے
مہتمم حضرات سے براہِ راست حاصل کیں۔

مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القرآن، سرکی روڈ، کوئٹہ

مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القران صوبہ بلوچستان کا واحد مدرسہ ہے جہاں علم تجوید کی تدریس سبعہ عشرہ تک ہوتی ہے۔ مدرسہ کا قیام ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۹۶۰ء عمل میں آیا۔ اس کی داغ بیل قاری غلام النبیؒ نے ڈالی آپ نے علم تجوید و قراءت کی تکمیل قاری عبدالمالکؒ کی خدمت میں رہ کر سات برس کے عرصہ میں کی۔ قاری غلام النبیؒ کا شمار قاری عبدالمالکؒ کے انتہائی ہونہار اور لائق شاگردوں میں ہوتا تھا۔ استاد کی وفات کے بعد آپ نے مرکزی دارالترتیل مزنگ لاہور میں اپنے استاد کی مسند پر ہی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے کچھ عرصہ بعد مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے مشورہ پر بلوچستان چلے آئے اور یہاں مدرسہ عربیہ مرکزیہ تجوید القران کی بنیاد رکھی۔ شروع میں عیدگاہ طوغی روڈ پر چند کمرے کرایہ پر لے کر مدرسہ کا آغاز کیا۔ مولانا درخواستی ہی مدرسہ کے سرپرست قرار پائے۔ ۱۹۷۱ء میں سرکی روڈ پر مدرسہ کیلئے اپنی زمین خریدی گئی اور موجودہ عمارت تعمیر ہوئی۔ اور مدرسہ اپنی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ کو قاری غلام النبی انتقال کر گئے۔

مدرسہ میں اگرچہ درس نظامی کی بھی مکمل تعلیم دی جاتی ہے تاہم مدرسہ کا مرکزی شعبہ تجوید ہی ہے جہاں قراءت سبعہ و عشرہ کا مکمل انتظام ہے۔ علم تجوید و قراءت

کے اعتبار سے یہ مدرسہ پورے بلوچستان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں تقریباً اکیس اساتذہ مصروف عمل ہیں۔ جو سب کے سب علم تجوید و قراءت سے بہرہ ور ہیں۔ اس وقت تک تقریباً چھ ہزار سے زائد علماء قراء و حفاظ مدرسہ سے فیضیاب ہو کر مختلف علاقوں میں علم کی قندیلیں روشن کئے ہوئے ہیں۔ قاری محمد عبداللہ (مدینہ منورہ) اور سینئر حافظ حسین احمد بھی اسی مدرسہ کے خوشہ چین رہے ہیں۔

مدرسہ کا وسیع کتب خانہ ہے۔ علم تجوید کی تمام اہم عربی اردو کتب موجود ہیں۔ دیگر علوم و فنون کی کتابیں ان کے علاوہ ہیں۔

مدرسہ عربیہ مرکز یہ تجوید القرآن نے علم تجوید کے فروغ اور احیا کیلئے شہر کوئٹہ اور بیرون کوئٹہ مختلف علاقوں میں شاخوں کا اجرا کیا ہے۔ جن میں اہم یہ ہیں۔ شاخ طوغی روڈ شاخ مزدمسجد بلال۔ شاخ جامع مسجد سید المرسلین ڈیری فارم چھاؤنی۔ شاخ جامع مسجد قباء فروٹ منڈی

ان تمام شاخوں میں تجوید کے قواعد و ضوابط کے مطابق حفظ قرآن اور ناظرہ تدریس کا انتظام ہے۔ ان شاخوں سے حفظ قران کی تکمیل کرنے والے طلباء علم تجوید و قراءت کی تحصیل و تدریس کیلئے مدرسہ عربیہ مرکز یہ تجوید القرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اگرچہ مدرسہ میں درس نظامی کی کتب دورہ حدیث تک پڑھائی جاتی ہیں تاہم یہ مدرسہ بنیادی طور پر علم تجوید و قراءت ہی کا مدرسہ ہے اور اس شمار پورے ملک چند گنے چنے مراکز علم تجوید میں کیا جا سکتا ہے۔

ادارۂ تعلیماتِ قرآن، سیٹلائٹ ٹاؤن، کوئٹہ

ادارہ تعلیمات قران کا قیام ۱۹۶۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی قاری سید افتخار احمد کاظمی ہیں۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کی قدیم درسگاہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو سے حفظ و علم قراءت کی سند حاصل کی سبعہ قرات میں ان کے استاد قاری فتح محمدؒ ہیں ادارہ تعلیمات شروع میں شارع ڈاکٹر بانو کوئٹہ پر قائم ہوا۔ پھر اپنی عمارت واقع بلاک ۵ سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ منتقل ہوا۔ ادارہ میں قران پاک ناظرہ حفظ اور اس کے ساتھ علم تجوید بروایت حفص پڑھائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں علم تفسیر و حدیث کا منتخب نصاب بھی شامل تدریس ہے۔ اب تک اس ادارہ سے پانچ ہزار سے زائد طلباء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں ان کے علاوہ علماء اکیڈمی کوئٹہ کے تقریباً ایک سو پچاس پاکستانی علماء نے علم تجوید میں ادارہ کے بانی قاری سید افتخار احمد کاظمی سے استفادہ کیا۔ ادارہ میں اس وقت چار اساتذہ قاری محمد یوسف۔ قاری ارشد یاسین اور قاری محمد یوسف اور مہتمم مدرسہ معروف عمل تدریس ہیں اس وقت ادارہ میں طلباء کی تعداد ساٹھ کے لگ بھگ ہے جن میں سب کے سب مقامی ہیں۔ تمام طلباء کیلئے علم تجوید پڑھنا لازمی ہے۔ مدرسہ کی اپنی وسیع لائبریری ہے جس میں مختلف علوم کی سینکڑوں کتب موجود ہیں۔ علم تجوید پر مہتمم صاحب کی اپنی ایک تصنیف بعنوان ترتیل القران شائع ہو چکی ہے۔

دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ باہو رجسٹرڈ
بروری روڈ، کوئٹہ

دارالعلوم جامعہ غوثیہ رضویہ کا قیام ۲۸ جون ۱۹۷۲ء کو عمل میں آیا۔ اس کے مہتمم اعلیٰ سلطان نور حسین مرحوم تھے ان کے انتقال کے بعد آج کل مفتی غلام محمد قادری قاسمی اس کے مہتمم ہیں دارالعلوم میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید بھی موجود ہے۔ جہاں روایت حفص تک علم تجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کل اساتذہ پانچ ہیں۔ تجوید کے شعبہ میں ایک استاد ہیں۔

مدرسہ کا الحاق تنظیم المدارس اہل سنت کے ساتھ ہے۔ درس نظامی تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق ہی پڑھایا جاتا ہے۔ درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید القرآن حفظ و ناظرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور طلباء کو فن خطاطی بھی سکھایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مدرسہ میں گورنمنٹ پرائمری سکول بھی موجود ہے۔ جہاں طلبہ مروجہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تدریسی عمل کے علاوہ مدرسہ میں ہفتہ وار طلباء کا اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مقابلہ حسن قراءت مقابلہ نعت خوانی مقابلہ تقاریر وغیرہ کا انعقاد ہوتا ہے۔ تاکہ طلباء اچھے مقرر اچھے قاری اور اچھے نعت خوان بن سکیں۔

مدرسہ میں اگرچہ شعبہ تجوید و قراءت موجود ہے۔ تاہم یہ شعبہ عدم توجہی کا شکار ہے منتظمین اور اساتذہ کی زیادہ توجہ درس نظامی کی تعلیم ہی کی جانب ہے۔

مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ۔ ریلوے کالونی کوئٹہ

مدرسہ جامعہ عربیہ اسلامیہ ریلوے کالونی متصل عیدگاہ جائنٹ روڈ پر واقع ہے ۔ یہ مدرسہ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں قائم ہوا۔ اس کے مؤسس مولانا مفتی محمود الحسنؒ تھے۔ آپ سوات سرحد کے رہنے والے تھے ۔ قیام پاکستان سے قبل آپ اجمیر ۔ راندیر ضلع سورت کے مختلف مدارس میں صدر مدرس ۔ شیخ الحدیث اور مفتی کے فرائض سرانجام دیتے رہے ۱۹۵۲ء میں آپ کوئٹہ تشریف لائے اور جامعہ مطلع العلوم کوئٹہ میں مدرس تعینات ہوئے ۔ پھر ۱۹۵۴ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ کے نام سے اس مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔

ان کے انتقال کے بعد شعبہ تحفیظ القرآن کے مدرس حافظ عبدالصمد نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی مدرسہ میں شعبہ تجوید باقاعدہ قائم ہے ۔ جہاں علم تجوید کی تعلیم روایت حفص تک دی جاتی ہے مدرسہ میں اس وقت چھ اساتذہ علم تجوید حفظ و ناظرہ کی تدریس پر مامور ہیں فارغ ہونے والے طلباء کا مکمل ریکارڈ موجود نہیں ہے ۔ مدرسہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ کے ساتھ ہے ۔ طلباء حفظ و ناظرہ کے علاوہ دیگر درس نظامی کی کتب کا امتحان بھی دیتے ہیں۔

مدرسہ کے کتب خانے میں علم تجوید کی چند کتب جمال القرآن ۔ فوائد مکیہ ۔ تیسیر التجوید وغیرہ موجود ہیں تاہم شعبہ تجوید عدم توجہی کا شکار ہے زیادہ توجہ حفظ قرآن ہی پر مرکوز ہے

مدرسہ دینیہ نجم القرآن، چھاؤنی لورالائی

مدرسہ دینیہ نجم القرآن لورالائی چھاونی کا قیام ۱۹۷۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کی بنیاد شروع میں جامع مسجد لورالائی میں رکھی گئی بعدًا اس مدرسہ کو لورالائی چھاؤنی میں منتقل ہوگیا۔ مدرسہ کے بانی اور منتظم قاری محمد دین ہیں۔ یہ مدرسہ ایسے وقت میں قائم ہوا جبکہ پورے ژوب ڈویژن میں کہیں بھی علم تجوید و قراءت کا سلسلہ نہ تھا۔

مدرسہ میں باقاعدہ شعبہ تجوید و قراءت شروع ہی سے قائم ہے اور روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ حفظ کے طلباء کو روایت حفص کے مطابق حفظ کرایا جاتا ہے اس کے بعد شوق رکھنے والے طلباء کو دوسری روایات بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ تجوید و قراءت کے علاوہ درس نظامی کی کتب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ علم تجوید پڑھانے والے اساتذہ کی تعداد تین ہے جن میں ایک خاتون قاریہ ہیں جو طالبات کو تعلیم قراءت پر مامور ہیں۔ اب تک علم تجوید و قراءت نیز حفظ قران سے فارغ ہونے والے طلباء و طالبات کی تفصیل یہ ہے۔

حفظ قران مکمل کرنے والے طلباء و طالبات	۱۸۱
علم تجوید و قرات کی تکمیل کرنے والے علماء	۳۵
تجوید کے مطابق ناظرہ قران مجید کی تکمیل کرنے والے	۱۸۹۳

مدرسہ کا اپنا دارالمطالعہ ہے جس میں علم تجوید کی خاطر خواہ کتب موجود ہیں۔ مدرسہ کے سالانہ اخراجات تقریبًا ڈیڑھ لاکھ ہیں۔ آمد و خرچ کا باقاعدہ چارٹرڈ اکاونٹنٹ ایڈیٹر سے آڈٹ کرایا جاتا ہے

مدرسہ عربیہ مطلع العلوم ، بروری روڈ ، کوئٹہ

مدرسہ عربیہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ کا شمار بلوچستان کے اہم مدارس میں ہوتا ہے۔ اس مدرسہ کا قیام ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء عمل میں آیا۔ اس لحاظ سے یہ مدرسہ صوبہ بلوچستان کا قدیم ترین مدرسہ ہے۔ مدرسہ کے بانی مولانا عرض محمدؒ تھے۔ وہ پڑنگ آباد مستونگ کے رہنے والے تھے انہوں نے اپنی تعلیم کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی ۱۳۵۸ھ میں وہ اپنے آبائی وطن بلوچستان واپس آئے۔ یہاں کی تعلیمی پسماندگی کے پیش نظر انہوں نے بلوچستان کے مختلف مقامات پر چھوٹے بڑے مدارس قائم کیئے ان تمام مدارس میں سب سے زیادہ شہرت اور کامیابی مدرسہ عربیہ مطلع العلوم ہی کو ملی مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل کرائی جاتی ہے۔ جبکہ شعبہ تجوید بھی قائم ہے۔ جہاں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ میں اساتذہ کی تعداد پندرہ ہے جن میں دو اساتذہ علم تجوید پڑھاتے ہیں۔ ملک کے بعض جید علماء و خطباء اسی مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں۔ بعض نے اپنے مدارس بھی قائم کیئے۔

مدرسہ کا اپنا عظیم الشان دارالمطالعہ موجود ہے۔ جس میں مختلف فنون یعنی تفسیر حدیث فقہ۔ منطق۔ علم الکلام۔ تاریخ و سیر وغیرہ کی گراں قدر کتب موجود ہیں۔ دارالمطالعہ میں علم تجوید کی کتب میں شاطبیہ۔ ہدیۃ المستفید۔ شاطبیہ کی اردو شرح از قاری فتح محمد مہاجر مدنیؒ۔ جمال القران مولانا اشرف علی تھانویؒ شامل ہیں۔

گوشوارہ مدارس بلوچستان

مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءت بروایت حفص	کوئی نہیں
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱
سبعہ معہ دیگر علوم	
روایت حفص معہ دیگر علوم	۵
میزان	۶

صُوبہ پنجاب کے مدارس

ان مدارس کے بیشتر کوائف بھی ذاتی ملاقات کے ذریعے مدارس
کے مہتمم حضرات سے براہِ راست حاصل کیئے گئے ۔

دارالقرآن والترتیل ۔ لاہور

اس ادارہ کی بنیاد ۱۹۵۸ء میں قاری عبدالمالکؒ نے رکھی ۔ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کے کوائف میں یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ بعض وجوہات کی بنا پر قاری عبدالمالکؒ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کر لی تھی ۔ جس کے بعد آپ نے مرکزی دارالترتیل کے نام سے اس مدرسہ کا آغاز کیا ۔ قاری عبدالمالکؒ کے ایک شاگرد قاری غلام النبی مسجد باغیچہ نواب لٹن روڈ لاہور میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے ۔ مرکزی دارالترتیل قاری غلام النبی کے تعاون سے اسی مسجد میں قائم کیا گیا ۔ اور آج تک اسی جگہ قائم ہے ۔ قاری عبدالمالکؒ کی شخصیت کو اس علم میں چونکہ مرکزی حیثیت حاصل تھی ۔ لہذا تمام طلباء علم تجوید نے اسی مدرسہ کی جانب رخ کیا اور بیشتر طلبہ دارالعلوم اسلامیہ چھوڑ کر مرکزی دارالترتیل میں آ گئے ۔ دارالترتیل کے قیام کے بعد پہلے ہی برس قراۃ سبعہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی اور تقسیم اسناد کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا ۔ جس میں بڑے بڑے اکابر شریک ہوئے اور اس طرح مرکزی دارالترتیل مختص بالقراءات مدرسہ کے طور پر علمی حلقوں میں معروف ہو گیا ۔

قاری عبدالمالکؒ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری عبدالماجد ذاکر کو آپ کا نائب مقرر کیا گیا ۔ جبکہ مدرسہ کے مہتمم ومنتظم آپ کے بڑے بیٹے قاری محمد شاکر انور مقرر ہوئے ۔ کچھ عرصہ بعد صدر مدرس قاری عبدالماجد ذاکر ہجرت کر کے سعودی عرب جا کر آباد ہو گئے ۔

اور مدرسہ کے مہتمم قاری محمد شاکر انور نے بھی مستقل طور پر کراچی سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد علم تجوید کے اہم مرکز پر خزاں چھا گئی۔ تاہم کسی نہ کسی طور تدریسی عمل جاری رہا۔ آج کل مدرسہ کے صدر مدرس و مہتمم قاری عبدالماجد ذاکر کے شاگرد قاری عطاء اللہ ہیں۔

۱۹۸۶ء میں بعض وجوہات کے پیش نظر مدرسہ کا نام مرکزی دارالترتیل کی بجائے مدرسہ دارالقرآن والترتیل رکھ دیا گیا ہے۔ اسی نئے نام سے مدرسہ کی رجسٹریشن ہو چکی ہے۔ مدرسہ میں اس وقت حفظ تجوید۔ قراءت سبعہ اور قراءت عشرہ کی تدریس کا اہتمام ہے۔ ان تمام شعبوں میں ہر سال اوسطاً پندرہ سولہ طلبہ فارغ ہوتے ہیں۔ ابتدائی صرف و نحو اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس وقت مدرسہ کے تمام شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی تعداد دوسو کے قریب ہے۔ اور پانچ اساتذہ خدمت علم میں مصروف ہیں طالبات کے لئے مستقل شعبہ بنات بھی موجود ہے۔

المدرسۃ العالیۃ تجوید القرآن لاہور

المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن کا قیام اپریل ۱۹۵۸ء کو عمل میں آیا۔ یہ مدرسہ جامع مسجد لسوڑے والی بنگلہ ایوب شاہ اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور میں واقع ہے۔ اس کے بانی چودھری علی احمد تھے۔ ابتداء میں یہاں قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کا انتظام تھا۔ کچھ عرصہ بعد حفظ قرآن کا بندوبست بھی کر دیا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں باقاعدہ درجہ تجوید کا آغاز بھی ہو گیا ابتداء کار میں تجوید صرف روایت حفص تک ہی پڑھائی جاتی تھی تاہم درجہ تجوید کے قیام کے پندرہ برس بعد یعنی ۱۹۸۵ء میں باقاعدہ سبعہ عشرہ کی تدریس شروع کر دی گئی۔ اس طرح ترقی کی منازل طے کرتا ہوا یہ مدرسہ علم تجوید و قراءات کی اہم ترین درسگاہ بن چکا ہے۔ اور پاکستان کے ان معدودے چند مدارس میں سے ایک ہے جن کا اطلاق مدارس مختص بالقراءات کے طور پر ہوتا ہے۔

المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن کا نظم و نسق انجمن محمدیہ اہل حدیث لاہور کے سپرد ہے جو باقاعدہ رجسٹرڈ ادارہ ہے۔ علم تجوید و قراءات کے حوالے سے مدرسہ میں پڑھائے جانے والے نصاب اور متعلقہ کتب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا سال۔ روایت حفص

کتب۔ جمال القرآن۔ تحبیر التجوید۔ تیسیر التجوید

دوسرا سال۔ روایت حفص

کتب۔ فوائد مکیہ۔ زینت المصحف۔ المقدمۃ الجزریہ۔

قراءات سبعہ

پہلا سال ۔ ابلاغ النفع ۔ تیسیر النفع ۔

دوسرا سال ۔ حرز الامانی ووجہ التھانی ۔ قصیدہ رائیہ ۔

قراءات عشرہ

الدرۃ المضیئہ ۔

تجوید وقراءت کے مذکورہ نصاب کے علاوہ کچھ کتب عربی زبان وادب سے متعلق بھی پڑھائی جاتی ہیں ۔ تاہم یہ کتب ابتدائی نوعیت کی ہیں تاکہ طلباء میں تجوید وقراءت کی کتب کو پڑھنے اور سمجھنے کی اہلیت واستعداد پیدا ہو سکے ۔

المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا مفصل تذکرہ حسب ذیل ہے

سال	روایت حفص	سبعہ	عشرہ	میزان
۱۹۷۲	۵	-	-	۵
۱۹۷۳	۶	-	-	۶
۱۹۷۴	۵	-	-	۵
۱۹۷۵	۷	-	-	۷
۱۹۷۶	۶	-	-	۶
۱۹۷۷	۱	-	-	۱
۱۹۷۸	۱۰	-	-	۱۰
۱۹۷۹	۵	-	-	۵

سال	روایت حفص	سبعہ	عشرہ	میزان
۱۹۸۵	۳۳	-	-	۳۳
۱۹۸۶	۱۹	۱	۱	۲۱
۱۹۸۷	۲۹	-	-	۲۹
۱۹۸۸	۴۲	-	۱	۴۳
۱۹۸۹	۳۶	۵	-	۴۱
۱۹۹۰	۵۶	۲	-	۵۸
۱۹۹۱	۵۲	۲	۲	۵۶
۱۹۹۲	۴۷	۵	۴	۵۶
۱۹۹۳	۵۳	۵	۳	۶۱
۱۹۹۴	۵۲	۳	۵	۶۰
۱۹۹۵	۵۲	۳	۵	۶۰
۱۹۹۶	۳۹	۶	۴	۴۹
کل تعداد	۵۵۵	۳۲	۲۵	۶۱۲

نوٹ ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۸۴ء سلسلہ تعلیم بعض وجوہات کی بناء پر منقطع رہا۔
البتہ حفظ وناظرہ کی تدریس برابر جاری رہی۔
جملہ بالا معلومات مدرسہ کے رجسٹر سے بتوسط ناظم مدرسہ حاصل کی گئیں۔

مدرسہ عالیہ دارالقراء لاہور

مدرسہ عالیہ دارالقراء کا قیام ۷ شوال مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۶۲ء کو عمل میں آیا[1]
اس کے بانی استاد القراء حضرت قاری محمد شریفؒ تھے۔ یہ مدرسہ لاہور کی انتہائی جدید آبادی ماڈل ٹاؤن کے بی بلاک میں قائم ہے۔ مدرسہ کی اپنی وسیع عمارت ہے۔
قاری محمد شریفؒ پہلے مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار رنگ محل میں علم تجوید و قراءت کے استاد تھے۔ وہاں سے علیحدگی کے بعد آپ نے مدرسہ عالیہ دارالقراء کی داغ بیل ڈالی۔ یہ مدرسہ مختص بالقراءت ہے جس میں حفظ تجوید اور قراءت کے علاوہ کسی اور فن کی تعلیم کا اہتمام نہیں ہے۔ قاری محمد شریفؒ کی حیات تک یہاں عشرہ قراءات تک تعلیم دی جاتی تھی آپ کے انتقال کے بعد عشرہ کی تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب روایت حفص اور سبعہ قراءات تک تعلیم دی جاتی ہے۔
مدرسہ کے نصاب میں درج ذیل کتب شامل ہیں۔ جمال القرآن۔ معلم التجوید۔ توضیحات مرضیہ شرح فوائد مکیہ۔ مقدمہ جزری۔ علم الصرف۔ علم النحو۔ تعلیم الاسلام۔ زاد الطالبین اور ترجمہ قرآن دس پارے۔
ہر سال فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد اوسطاً بیس ہے۔ فضلاء کی تعداد کا ریکارڈ یکجا نہیں ہے۔ تعلیم قراءت و تجوید کے حوالے سے مدرسہ عالیہ دارالقراء کا شمار اہم ترین مدارس میں ہوتا ہے۔ بیشتر تشنگان علم قراءت اسی مدرسہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

---

(۱) محمد تقی الاسلام، سوانح حضرۃ القاری محمد شریفؒ ۹۴

مدرسہ تجوید القرآن، لاہور

یہ مدرسہ علم تجوید کا پرانا اور اہم مدرسہ ہے۔ پاکستان کے اجلہ قرآء یا تو اس مدرسہ کے فیض یافتہ ہیں یا اس مدرسہ میں بطور مدرس فیض بانٹتے رہے ہیں۔ مدرسہ تجوید القرآن اپنی ذاتی عمارت ۵ موتی بازار کوچہ کندی گراں رنگ محل میں واقع ہے۔ اس کے بانی استاد القراء قاری فضل کریمؒ تھے۔ مرحوم نے سب سے پہلے مسجد چینیاں والی بازار سریانوالا میں علم تجوید کی درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ پھر انہوں نے مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے مسجد نور موتی بازار کوچہ کندیگراں میں تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے باعث ایک مخیر شخص عبدالحیٔ نے اپنے مکان کا بالائی حصہ مسجد کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ توسیع بھی ناکافی ہو گئی تو مسجد کے قریب ایک حویلی مدرسہ کیلئے خریدی گئی۔ جہاں اب مدرسہ تجوید القرآن قائم ہے(۱)

موجودہ مدرسہ کی بنیاد ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو رکھی گئی(۲) قاری فضل کریمؒ نے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے دیوبندی۔ اہل حدیث اور بریلوی مکتب فکر کے علماء کو مدعو کیا جن میں مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا محمد داؤد غزنویؒ اور مولانا ابوالحسناتؒ شامل تھے۔ لیکن ان تینوں اکابر نے علم تجوید و قراءت کے عالم ہونے کی نسبت سے قاری عبدالمالکؒ کو اپنی طرف سے مدرسہ کی بنیادی اینٹ رکھنے کی درخواست کی(۳)

---

(۱) فیوض الرحمٰن، سوانح حضرت قاری فضل کریم، ۳۷

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۳) ۱۱۴-۱۱۵ ایضاً

مدرسہ تجوید القرآن شروع ہی سے مختص بالقراءت ہے۔ جہاں روایت حفص سے لیکر قراءت سبعہ عشرہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ نظام خالی ہے اور سابقہ تمام ریکارڈ نہایت درست اور قرینے سے محفوظ کیا گیا۔ ہر سال حفص اور سبعہ عشرہ میں فارغ ہونے والے طلباء کی تفصیل یہ ہے

سال	فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد		
	روایت حفص میں	سبعہ میں	عشرہ میں
۱۹۵۶ء	۲۲	۴	۳
۱۹۵۷ء	۶	✗	✗
۱۹۵۸ء	۷	✗	✗
۱۹۵۹ء	۱۳	✗	✗
۱۹۶۰ء	۸	۲	✗
۱۹۶۱ء	۱۶	✗	✗
۱۹۶۲ء	۱۷	✗	✗
۱۹۶۳ء	۳۵	۳	✗
۱۹۶۴ء	۱۱	۴	✗
۱۹۶۵ء	۱۹	۱۷	۶
۱۹۶۶ء	۲۸	✗	✗
۱۹۶۷ء	۲۵	✗	✗
۱۹۶۸ء	۱۷	✗	✗

	حنفی	سبعہ	عشرہ
۱۹۶۹ء	۲۳	—	—
۱۹۷۰ء	۲۶	—	—
۱۹۷۱ء	۲۰	۴	—
۱۹۷۲ء	۱۷	۱	۱
۱۹۷۳ء	۱۷	۶	۶
۱۹۷۴ء	۱۹	۵	—
۱۹۷۵ء	۳۰	۱	—
۱۹۷۶ء	۲۸	—	—
۱۹۷۷ء	۳۴	۲	۲
۱۹۷۸ء	۲۲	۲	—
۱۹۷۹ء	۲۵	—	—
۱۹۸۰ء	۲۶	۵	—
۱۹۸۱ء	۱۷	—	—
۱۹۸۲ء	۱۷	—	—
۱۹۸۳ء	۱۸	—	—
۱۹۸۴ء	۲۰	—	—
۱۹۸۵ء	۱۷	—	—
۱۹۸۶ء	۱۹	—	۳

	حفص	سبعہ	عشرہ	
سنہ ۱۹۸۷ء	۱۶	۴	۴	
سنہ ۱۹۸۸ء	۲۰	—	۱	
سنہ ۱۹۸۹ء	۱۷	—	—	
سنہ ۱۹۹۰ء	۲۱	—	—	
سنہ ۱۹۹۱ء	۲۷	—	—	
سنہ ۱۹۹۲ء	۲۴	—	—	
سنہ ۱۹۹۳ء	۱۹	—	—	
سنہ ۱۹۹۴ء	۱۴	—	—	
سنہ ۱۹۹۵ء	۱۷	—	—	
سنہ ۱۹۹۶ء	۵۱	۱	—	(۱)

رجسٹرڈ مدرسہ ، فارغین حفص سبعہ وعشرہ مدرسہ تجوید القرآن
کوچہ کندگیراں موتی بازار رنگ محل لاہور

جامعہ فاروقیہ تجوید القرآن بہاولپور

جامعہ فاروقیہ تجوید القرآن بہاولپور کا قیام مارچ ۱۹۶۱ء کو عمل میں آیا۔ اس کے بانی سید عبدالرشید شاہ تھے ان کے انتقال کے بعد سید عبدالحمید شاہ مہتمم بنے ابتداءً اس ادارہ میں حفظ و ناظرہ کا بندوبست تھا تاہم ۱۹۶۴ء میں باقاعدہ درجہ تجوید قائم کر دیا گیا۔ جس کے نگران و سربراہ قاری سید عبدالقادر شاہ ہاشمی ہیں جو قاری عبدالمالکؒ کے اجلہ شاگردوں میں سے ہیں۔ شعبہ تجوید میں سبعہ قراءت تک تدریس کا اہتمام ہے اس لحاظ سے یہ جامعہ مختص بالقراءت ہے۔ لیکن یہ اختصاص قاری سید عبدالقادر ہاشمی کی ذات کے ساتھ ہی متعلق ہے۔ ۱۹۹۳ء تک جامعہ فاروقیہ سے ۹۸۹ طلباء روایت حفص کی تکمیل کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ لیکن اس تعداد میں بہاولنگر کے مدرسہ جامع العلوم کے طلباء بھی شامل ہیں۔ کیونکہ قاری صاحب موصوف اس سے پہلے بہاولنگر میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنے جملہ شاگردوں کا ریکارڈ نہایت عمدہ سلیقہ سے منضبط کر رکھا جس میں قاری عبدالمالکؒ کے ہاتھ کی لکھی امتحانی رپورٹ بھی شامل ہے جب آپ امتحان لینے کی غرض سے بہاولنگر تشریف لائے تھے۔ اس کی حیثیت ایک تاریخی دستاویز کی سی ہے۔ جو ایک تبرک سے کم نہیں ہے۔ قاری صاحب موصوف سے سبعہ قراءات میں تکمیل کرنے والے طلباء کی تعداد ۲۱۱ ہے۔

آپ کے شاگرد ملک کے مختلف شہروں علاقوں کے علاوہ غیر ممالک امریکہ کینیڈا اور سعودی عرب میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

نوٹ۔ یہ تمام معلومات بالمشافہ حاصل کی گئیں۔

جامعہ خیر المدارس، ملتان

جامعہ خیر المدارس کا شمار پاکستان کے اہم ترین دینی اداروں میں ہوتا ہے اس کا آغاز قیام پاکستان سے سترہ برس قبل مولانا خیر محمدؒ نے جالندھر شہر مشرقی پنجاب کی مسجد عالمگیر سے کیا۔ سرپرست مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے۔ تشکیل پاکستان کے بعد مولانا خیر محمدؒ ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور آٹھ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ملتان میں اس جامعہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد ۲۶ اگست ۱۹۹۲ء کو رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل عبداللہ عمر نصیف نے رکھا۔ آج کل جامعہ کے مہتمم مولانا خیر محمدؒ کے پوتے مولانا محمد حنیف ہیں۔ جامعہ کا نظم ونسق ایک رجسٹرڈ مجلس شوریٰ کے تحت ہے۔ جو ملک کے جید بارہ علماء پر مشتمل ہے۔

جامعہ میں حسب ذیل چھ شعبہ جات میں دینی وعلمی کام ہو رہا ہے۔

۱۔ شعبہ درس نظامی۔ ۲۔ شعبہ حفظ وتجوید وقراءت۔ ۳۔ دارالافتاء۔ ۴۔ کتب خانہ

۵۔ شعبہ تعلیم النساء۔ ۶۔ شعبہ نشر واشاعت

۱۔ شعبہ درس نظامی۔

یہ شعبہ جامعہ کا اساسی شعبہ ہے جس میں حافظ قران یا ناظرہ خوان یا پرائمری پاس طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد سند الفراغ اور شہادت العالمیہ دی جاتی ہے۔ اس شعبہ سے اب تک ۲۰۸۴ طلباء فارغ ہو چکے ہیں[۱]

۱۔ محمد حنیف جالندھری۔ مختصر تعارف وخدمات جامعہ خیر المدارس ۱۴۱۵-۱۶ھ۔ ۴

شعبہ حفظ تجوید و قراءت

جامعہ کا یہ شعبہ انتہائی اہم اور اساسی شعبہ ہے جو اندرون و بیرون ملک اپنی انفرادیت اور جامعیت کی بناء پر بہت زیادہ مقبول و معروف ہے استاد الاساتذہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی" جوانی سے لیکر زندگی کے آخری لمحہ تک اسی شعبہ میں علم تجوید و قراءات کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ کا انتقال ۲۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو ہوا آپ کو جامعہ ہی کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔ ان کے انتقال کے بعد قاری عبید اللہ اور قاری محمد اسحٰق اس شعبہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس شعبہ میں قراءات سبعہ عشرہ مکمل پڑھائی جاتی ہیں ۱۴۱۵-۱۶ھ تک اس شعبہ سے ۴۰۵ طلباء قراءات عشرہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔[1]

جامعہ خیر المدارس کا شعبہ تجوید و قراءت پاکستان میں پانی پتی انداز تلاوت کا مرکز ہے پانی پتی طرز پر پڑھنے والے جملہ حفاظ و قراء بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی جامعہ کے خوشہ چین ہیں آج کل مسجد نبوی مدینہ منورہ میں حفظ قران اور علم تجوید و قرات پر مامور تین اساتذہ قاری محمد عبداللہ۔ قاری احمد اللہ اور قاری عبدالحنان جامعہ خیر المدارس ہی کے فیض یافتہ ہیں علاوہ ازیں ایشیا۔ یورپ اور افریقی ممالک کے بیشتر شہروں میں شعبہ تجوید جامعہ خیر المدارس کے سند یافتہ حضرات علم تجوید کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ دار الافتاء سے لوگوں کی طرف سے پوچھے گئے مسائل کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں بتلایا جاتا ہے۔ ان مسائل کا مجموعہ خیر الفتاوی کے نام سے شائع کیا گیا ہے جسکی تین جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ اس شعبہ میں فاضل علماء کو فتویٰ نویسی اور تحقیق کے اصولوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس وقت اس شعبہ میں اٹھائیس

۱۔ محمد حنیف۔ مختصر تعارف جامعہ خیر المدارس۔ ۵

طلبہ فتویٰ نویسی کے علم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔[۱]

جامعہ کے کتب خانہ کا شمار دینی مدارس کی ممتاز علمی لائبریریوں میں ہوتا ہے کتب خانہ میں اس وقت بیس ہزار کتابیں ہیں۔ جو مختلف دینی علوم کے موضوعات سے متعلق ہیں۔ ان کتب میں بیشتر بنیادی ماخذ ہیں۔[۲]

تعلیم النساء کا شعبہ ۱۳۷۶ھ میں قائم ہوا۔ یہاں عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اور درس نظامی درجہ عالیہ۔ عالیہ۔ ثانویہ خاصہ اور ثانویہ عامہ کی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ یہاں سے تعلیم حاصل کرنے والی طالبات کا امتحان باقاعدہ وفاق المدارس العربیہ کے تحت ہوتا ہے۔ طالبات حفظ اور تجوید کا علم بھی حاصل کرتی ہیں

جامعہ کا شعبہ نشر و اشاعت عام لوگوں میں دینی رجحان بیدار کرنے میں سرگرم عمل ہے۔ گزشتہ بارہ برس سے جامعہ کا ماہنامہ "الخیر" اسی شعبہ کے تحت پابندی سے شائع ہو رہا ہے جس میں علمی و تحقیقی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔[۳]

ان تمام مذکورہ شعبہ جات میں شعبہ تجوید و قراءت کا منفرد مقام ہے جو شاید کسی دوسرے مدرسے کو حاصل نہیں۔ جامعہ کے تخصص کو بیان کرتے ہوئے امام القراءت قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنی رح نے درست فرمایا ہے۔

۱۔ محمد حنیف، مختصر تعارف و خدمات جامعہ خیر المدارس سال ۱۴۱۵-۱۶ - ۵

۲۔ " " " " " " " " " " " " " " - ۵

۳ " " " " " " " " " " " " " " - ۶

"خیرالمدارس دو خصوصیتوں میں نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اول یہ کہ اس میں طلبہ کو علوم میں ماہر بنانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ سر سے پیر تک اخلاص و عمل کا پیکر اور نمونہ بنانے کے لئے بھی پوری جانفشانی سے محنت کی جاتی ہے جو دوسرے مدارس میں کمیاب ہے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مہتمم صاحب موصوف نے قرآن و حدیث کے معانی اس کی تفسیر اور حدیث و فقہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کلام الٰہی کے الفاظ کو صحیح کرانے ان کے حفظ کرانے اور تجوید و قراءت کی تعلیم کو بھی مدرسہ کا اہم ترین مقصد بنا رکھا ہے"[1]

۱۔ محمد حنیف، مختصر تعارف جامعہ خیرالمدارس سال ۱۶-۱۴۱۵ھ - ۲

جامعہ دارالقرآن، فیصل آباد

یہ جامعہ کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد کے عقب میں سلم ٹاؤن آفیسرز بلاک میں واقع ہے۔ ابتداء میں جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے یہ ادارہ باغ والی مسجد ماڈل ٹاؤن سی میں قائم کیا گیا تھا۔ جس کے سرپرست مولانا قاری فتح محمدؒ اور قاری رحیم بخشؒ تھے۔ ۱۹۹۳ء میں سلم ٹاؤن یعنی موجودہ جگہ پر ایک وسیع قطعہ اراضی حاصل کر کے جامعہ دارالقرآن کے نام سے اس ادارہ کا آغاز ہوا۔ جامعہ کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں

شعبہ حفظ۔ شعبہ تجوید و قراآت عشرہ۔ شعبہ کتب درس نظامی۔

یہ تینوں شعبہ جات بطریق احسن چل رہے ہیں تاہم شعبہ حفظ و تجوید اس ادارے کے بنیادی شعبہ جات ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں دارالعلوم میں طلباء کی کل تعداد ایک ہزار اور طالبات کی تعداد پانچسو تھی جن میں سے نوسو طلباء و طالبات کا تعلق ملک کے مختلف شہروں سے تھا۔ اساتذہ کی تعداد پینتالیس ہے۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۶ء تک نوسو پچاس طلباء و طالبات تعلیم مکمل کر کے فارغ ہوئے۔ شعبہ کتب میں طلباء و طالبات کے لئے علیحدہ علیحدہ تدریس کا انتظام ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شعبہ کتب میں داخلہ عام نہیں بلکہ جامعہ کے شعبہ حفظ سے فارغ طلباء و طالبات ہی شعبہ کتب میں داخلہ کے مجاز ہیں۔

۱۹۹۶ء میں اٹھانوے طلباء اور بیس طالبات شعبہ حفظ سے اور تیرہ طلباء شعبہ قراآت عشرہ سے اور چھ طالبات دورہ حدیث سے فارغ ہوئیں

تمام معلومات جامعہ کے مہتمم سے براہ راست بالمشافہ حاصل کی گئیں۔

دارالعلوم اسلامیہ، لاہور

جون ۱۹۴۸ء کو سخاوت علی مرحوم نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے دست راست حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حکم سے پرانی انارکلی لاہور کی ایک عمارت کے چند کمروں میں اس دینی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اس کے سرپرست تھے اور مولانا محمد مسلم دیوبندی کو صدر مدرس قرار پائے جبکہ مولانا متین الخطیب مولانا محبوب الٰہی اور مولانا قاری عبدالعزیز شوقی رحمہم اللہ نے بطور مدرس خدمات سرانجام دینا شروع کیں۔ کچھ ہی عرصہ بعد ناظم دارالعلوم حافظ سخاوت انتقال کر گئے تو انتظامی ذمہ داری قاری سراج احمد کے سپرد کر دی گئیں۔ ان کی مساعی سے ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم میں شعبہ تجوید و قراءت قائم ہوا[1]۔ قاری صاحب موصوف کی خواہش تھی کہ دارالعلوم کو مرکز علم تجوید بنا دیا جائے اور اس کی شناخت پاکستان میں مختص بالقرات مدرسہ کے طور پر ہو۔ آپ اس کے لئے کوشاں رہے۔ چنانچہ ۱۹۵۲ء میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ دارالعلوم کو علم تجوید و قرات کی ترویج و اشاعت کیلئے مخصوص کر دیا جائے۔[2] اس مقصد کیلئے رئیس المجودین استاذ الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ کی خدمات بطور صدر مدرس حاصل کی گئیں۔ قاری صاحب موصوف اس وقت دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدریسی فرائض

۱۔ روئیداد دارالعلوم اسلامیہ ۶۵-۱۹۶۴ء ۶

۲۔ 〃 〃 〃 〃 〃

سرانجام دے رہے تھے اور صدر شعبۂ تجوید تھے۔ قاری عبدالمالکؒ کے دارالعلوم اسلامیہ کے ساتھ منسلک ہو جانے کے ساتھ ہی شعبہ تجوید کو دارالعلوم کا اساسی شعبہ قرار دے دیا گیا اور باقی تمام درجات اس کے تابع قرار پائے۔ عربی و فارسی کی تعلیم بھی اسی قدر باقی رکھی گئی جو کتب تجوید کے لئے معین و مددگار ثابت ہو سکے۔ اس وقت تک پورے ملک میں ایسی درسگاہ نہ تھی جو اس فن عزیز کی خدمات انجام دے رہی ہو۔[1] ستمبر ۱۹۵۲ء سے لیکر نومبر ۱۹۵۸ء تک قاری عبدالمالکؒ دارالعلوم اسلامیہ کے صدر شعبہ تجوید و صدر مدرس رہے۔ آپ کے بعد قاری محمد عبدالعزیز شوقی اس منصب پر متمکن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد قاری افتخار احمد عثمانیؒ نے خدمات سرانجام دیں آج کل اسی دارالعلوم کے فیض یافتہ قاری احمد میاں تھانوی اور قاری عبدالرحمٰن ڈیروی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

دارالعلوم کا نظام تعلیم و تربیت حسب ذیل شعبہ جات پر مشتمل ہے

شعبہ تعلیم القرآن:

اس شعبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک ناظرہ قران کا حصہ دوسرے حفظ قرآن حفظ و ناظرہ کے طلباء کو شروع ہی سے اس بات کی پابندی کرائی جاتی ہے کہ وہ قران مجید کو تجوید کے قواعد اور مخارج کی رعایت رکھتے ہوئے درست پڑھ سکیں۔

شعبہ تجوید (روایت حفص)

اس شعبہ میں تجوید کے ساتھ ابتدائی فارسی املا، انشا، حساب اور صرف و نحو و لغت

۱۔ روئیداد دارالعلوم اسلامیہ ۱۹۶۴-۶۵ء ص

کی تعلیم کیلئے تین سالہ نصاب ہے

شعبہ قرآت عشرہ :

اس کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے ۔ ۱۔ قرات سبعہ ۔ ۲۔ قرات ثلثہ

قراءات سبعہ :

روایت حفص کے فارغ طلباء جو ثانویہ عامہ کے السنۃ الاولیٰ کی تکمیل کر چکے ہوں اس شعبہ میں داخل ہو کر پہلے سال میں شاطبیہ کے اصول حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس العربیہ کے ثانویہ عامہ کا امتحان دیتے ہیں ۔ دوسرے اور تیسرے سال میں وفاق المدارس العربیہ کے ثانویہ خاصہ کی تکمیل کے ساتھ شاطبیہ کی تکمیل مع اجراء السبع اور علم الرسم میں الرائیہ کی تکمیل کرتے ہیں ۔ قراءات سبعہ کی تعلیم میں اس بات کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے کہ طالب علم دیگر علوم قرآن یعنی توجیہ القراءات علم الوقف علم عدد الآیات وغیرہ سے بھی واقفیت حاصل کرلے ۔

قراءات ثلثہ :

چوتھے سال میں وفاق المدارس کے الشہادۃ العالیہ کے نصاب کی تعلیم کے ساتھ قراءات ثلثہ متممہ للعشر کی تعلیم کیلئے الدرۃ المضیئہ پڑھائی جاتی ہے اور اجراء کرایا جاتا ہے ۔

درس نظامی :

درس نظامی کی تعلیم وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق دی جاتی ہے ۔ دارالعلوم الاسلامیہ کا الحاق وفاق المدارس کے ساتھ ہے اور الشہادۃ العالیہ تک وفاق کے امتحانات میں طلبہ شرکت کرتے ہیں ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ تمام طلبہ خواہ کسی بھی درجہ میں تعلیم حاصل

کرتے ہوں ان کیلئے تجوید کی تعلیم لازمی ہے۔

شعبہ تخصص :

درس نظامی کے فاضل طلباء کیلئے اعلیٰ تعلیم کی خاطر تحقیق و ریسرچ کا الگ شعبہ ہے جس میں تصنیف و تالیف کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔ اور طالب علم پر لازم ہے کہ وہ کسی دیئے گئے موضوع پر کم و بیش پانچسو صفحات پر مشتمل تحقیقی مقالہ لکھے۔ اس شعبہ میں تخصص کے موضوعات حسب ذیل ہیں

۱۔ التخصص فی التفسیر واصولہ۔ ۲۔ التخصص فی الحدیث واصولہ

۳۔ التخصص فی القراءات وعلوم القرآن ۴۔ التخصص فی الفقہ واصولہ

۵۔ التخصص فی الادیان والمذاہب والفرق ۶۔ التخصص فی الاقتصاد الاسلامی۔

نوٹ :۔ اس شعبہ کا آغاز ۱۴۰۸ھ سے ہوا ہے لیکن تا حال اس شعبہ کا علمی و تحقیقی کام منظر پر نہیں آیا۔ اس کے علاوہ دارالعلوم میں شعبہ تربیت اخلاق بھی قائم ہے۔ جس میں طلباء کی تربیت خانقاہی انداز پر کی جاتی ہے۔ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات سنائے جاتے ہیں اور مختلف مجالس میں اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ نیز قریب الفراغت طلباء کو بزرگوں کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے۔

شعبہ دارالافتاء

اس شعبہ میں جدید مسائل کا حل فقہ حنفی کی روشنی میں تلاش کیا جاتا ہے۔ تحقیق مسائل کے حل کیلئے عظیم کتب خانہ قائم ہے جس میں کم و بیش دس ہزار کتب موجود ہیں یہ شعبہ کے سربراہ مفتی جمیل احمد تھانوی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ شعبہ خزاں رسیدہ ہے

دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب اور دورانیہ کی تفصیل اس طرح ہے۔

السنۃ الاولیٰ للتجوید (اعدادیہ)

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
فارسی	تیسیر المبتدی۔ آسان قاعدہ رہبر تارسی۔ کریما	تیسیر المبتدی مکمل۔	رہبر تارسی آسان قاعدہ	کریما مکمل
ترتیل مع خلاصۃ التجوید	قرآن کریم	پارہ عم آخری ربع	پارہ عم ربع ثالث	پارہ عم نصف اوّل
حدر	قرآن کریم	پارہ اوّل مکمل	پارہ دوم مکمل	پارہ سوم مکمل

السنۃ الثانیہ للتجوید (اعدادیہ)

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
نحو	علم النحو	آغاز کتاب سے صفحہ ۲۷ تک۔	صفحہ ۲۷ سے آخر تک	عوامل النحو مکمل
ادب	روضۃ الادب	سبق ۱ سے ۱۲ تک	صفحہ ۱۳ تک	صفحہ ۵۵ تک
صرف	علم الصرف اولین	علم الصرف پہلا حصہ مکمل	علم الصرف دوسرا حصہ مکمل	
فقہ	تعلیم الاسلام	حصہ اوّل و دوم	حصہ سوم	حصہ چہارم
تجوید	جمال القرآن	لمعہ نمبر ۱ سے ۵ تک	لمعہ نمبر ۶ سے ۱۱ تک	آخر کتاب تک
ترتیل	قرآن الکریم	انتیسواں پارہ ربع اوّل	انتیسواں پارہ نصف تک	انتیسواں پارہ مکمل
حدر	قرآن الکریم	پہلے تین پارے	چھ پارے	دسویں پارہ تک

السنۃ الثالثۃ للتجوید

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
تجوید	فوائد مکیہ و جزری	فوائد مکیہ مکمل	جزری نصف اوّل معہ شرح و حفظ ابیات	جزری نصف آخر معہ شرح و حفظ ابیات
ترتیل	قرآن کریم	اٹھائیسواں پارہ ربع اوّل	پارہ ۲۸ ربع ثانی	پارہ ۲۸ مکمل
حدر	قرآن کریم	پہلے پندرہ پارے مکمل	پارہ ۱۵ تا ۲۵	پارہ ۲۵ تا آخر قرآن
فقہ	نور الایضاح	صفحہ ۲ تا ۷	صفحہ ۷۲ تا ۱۳۷	۱۳۷ تا آخر۔
اللغۃ العربیہ	الطریقۃ العصریہ طریقہ جدیدہ	طریقہ عصریہ صفحہ ۱۵ تک	صفحہ ۵ ۷ تک	آخر تک طریقہ جدیدہ اوّل
نحو	نحو میسر شرح مائۃ عامل	نحو میسر مکمل	شرح مائۃ عامل نوع الخامس	نوع الخامس سے آخر تک
تفسیر و حدیث	جوامع الکلم مفتاح القرآن تاریخ اسلام	جوامع الکلم مفتاح القرآن جز اوّل جز ثانی	تاریخ اسلام حصہ سیرت	مفید الطالبین مکمل
صرف	میزان الصرف و علم الصرف	میزان الصرف مکمل علم الصرف نصف	مکمل صرف میسر نصف	صرف میسر مکمل

الثانویہ العامہ (السنۃ الثانیہ)

ترجمہ و تفسیر و تجوید	پارہ ۳۰	سورۃ النبا تا سورۃ الفجر	فجر تا الناس	اعادہ فوائد مکیہ
حدیث و اللغۃ العربیہ		زاد الطالبین مکمل	القراءۃ الراشدہ	معلم الانشاء
فقہ	قدوری	باب بیع الفاسد تک	کتاب اللعان تک	کتاب الغرائض تک
صرف		علم الصیغہ صفحہ ۶۸ تک	صفحہ ۶۸ سے آخر تک	خاصیات ابواب مکمل
نحو	ہدایۃ النحو	صفحہ ۵ ۴ تک	صفحہ ۵ ۴ تا ۸۱	آخر کتاب
منطق		تیسیر المنطق مکمل	ایساغوجی مکمل	حرمات بلغۃ التحریر
قراءات	الشاطبیہ اصولاً	حفظ ابیات ۲۰۰	۲۰۱ تا ۳۴۰	۳۴۱ تا ۵ ۴۴

الثانویۃ الخاصہ السنۃ الاولیٰ

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
القراءات	الشاطبیہ	شرح ابیات اصول من الاوّل الی الاماله	باب الاماله سے فرش البقرہ تک	فرش البقرہ
القراءات	اجراء الشاطبیہ	سورۃ البقرہ	سورۃ البقرہ	سورۃ البقرہ والنساء

ان کے علاوہ تفسیر حدیث فقہ ۔ اصول فقہ نحو ۔ منطق ۔ اللغۃ العربیہ والانشاء یں درس نظامی کی کتب کنز الدقائق ۔ اصول الشاشی ۔ کافیہ ۔ شرح تہذیب ۔ لغۃ العرب اور معلم الانشاء شامل نصاب ہیں ۔

الثانویۃ الخاصہ السنۃ الثانیہ

مضمون	کتب	پہلی سہ ماہی	دوسری سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
القراءات	الشاطبیہ	اجراء سورۃ النساء	سورۃ المائدہ	سورۃ الانعام
الرسم القرآن	الرائیہ	فرش	اصول	اصول

ان کے علاوہ ترجمہ تفسیر حدیث ۔ فقہ ۔ اصول فقہ ۔ نحو ۔ منطق اور اللغۃ العربیہ والانشاء کے مضامین ہیں درس نظامی کی کتب شرح وقایہ ۔ نور الانوار ۔ شرح جامی ۔ قطبی مقامات حریری ۔ معلم الانشاء جزء ثالث پڑھائی جاتی ہیں ۔

الثانیہ الخاصہ کے بعد الشہادۃ العالیہ کا نصاب ہے ۔ جس یں القراءات الثلثہ

کی تدریس ہوتی ہے۔ جس میں الدرۃ المضیۃ اصولاً و فرشتاً پڑھائی جاتی ہے اور سال کی آخری سہ ماہی میں اجراء کرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ حدیث میں آثار السنن مکمل فقہ میں ھدایہ جلد اول مکمل۔ اصول فقہ میں نور الانوار۔ حسامی۔ بلاغت میں مختصر المعانی۔ دروس البلاغہ منطق میں سلم العلوم۔ اللغۃ العربیہ میں دیوان المتنبی اور فرائض میں سراجی مکمل پڑھائی جاتی ہیں۔

اس لحاظ سے دارالعلوم ایسا منفرد ادارہ ہے کہ جہاں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے والا ہر طالب علم اجباری طور پر قراءات سبعہ و عشرہ کی بھی تکمیل کر لیتا ہے۔

دارالعلوم کی روئیداد کے مطابق دارالعلوم سے استفادہ کرنے والے طلباء کی تعداد اس طرح ہے۔

۱۹۴۸ء سے ۱۹۴۹ء کی تخمینی تعداد	۲۰۰
۱۹۵۰ء تا ۱۹۶۵ء کی تعداد	۲۷۹۰
کل تعداد	۲۹۹۰ (۱)

نوٹ۔ ۱۹۶۵ء کے بعد فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا علم نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس کے بعد شائع ہونے والی روئیدادوں میں بعد کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔

دارالعلوم اسلامیہ اس لحاظ سے منفرد اور یکتا ادارہ ہے کہ پاکستان کے بیشتر

۱۔ روئیداد دارالعلوم اسلامیہ لاہور ۱۹۶۵-۶۶ء۔ ۱۸

معروف اور نامور اکابر قراء اسی کے فیض یافتہ ہیں۔ پاکستان میں مصری انداز تلاوت کو فروغ بخشنے والا یہی ادارہ ہے جو مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ ملک میں قائم ہونے والے بیشتر مدارس حفظ و قراءت کے بانیان بلاواسطہ اسی دارالعلوم کے پڑھے ہوئے حفرات ہیں۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ۔ آپ کا انتقال ۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء کو اسلام آباد میں ہوا آپ اس وقت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے صدر شعبہ علم التجوید تھے۔

۲۔ قاری محمد شریفؒ آپ مرکزی دارالقراء ماڈل ٹاؤن لاہور کے بانی اور صدر مدرس تھے

۳۔ قاری سید حسن شاہؒ پاکستان کے معروف قاری تھے آپ کا انتقال ۱۹۹۷ء کے اوائل میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

۴۔ قاری محمد ذاکر آج کل سعودی عرب میں علم تجوید کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں

۵۔ قاری غلام النبی ایرانیؒ کوئٹہ کا سب سے بڑا مدرسہ تجوید آپ ہی کا قائم کردہ ہے

۶۔ قاری عبدالقادر جامعہ فاروقیہ بہاولپور کے صدر شعبہ تجوید ہیں۔

۷۔ قاری عبدالرحمٰن تونسویؒ۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں استاد قراءت رہے ۱۹۹۶ء میں مدینہ منورہ ہی میں انتقال ہوا۔

مرکزی مدرسہ دارالتجوید والقراءت لاہور

یہ مدرسہ چوک شاہ عالم گیٹ لاہور میں واقع ہے۔ اس کی بنیاد قاری محمد اسماعیل کھندوی نے رکھی۔ مدرسہ کی روئیداد بابت ۱۹۹۱ء میں لکھا ہے کہ "آج سے تقریباً چھتیس ۳۶ سال قبل مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقراءت شاہ عالم گیٹ میں قائم ہوا۔" (۱) اس لحاظ سے مدرسہ کا سال تاسیس ۱۹۵۵ء بنتا ہے۔ دارالتجوید والقراءت کا انتظام وانصرام انجمن حمایت القرآن لاہور کے تحت ہے جو باقاعدہ ایک رجسٹرڈ انجمن ہے۔ روئیداد کے مطابق ۱۹۹۱ء میں اس انجمن نے اپنے قیام کے اکتالیس برس پورے کئے تھے۔ (۲) اس کا مطلب ہے کہ انجمن حمایت القرآن کی بنیاد ۱۹۵۰ء میں رکھی گئی۔ مدرسہ کے مدارج تعلیم حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علوم قرآنیہ (شعبہ تجوید وقراءت۔ شعبہ حفظ وناظرہ)

۲۔ فنون اسلامیہ

۳۔ تعلیم بالغاں

۴۔ پرائمری سطح تعلیم۔ (۳)

شعبہ تجوید وقراءت ابتداء ہی سے قائم ہے۔ روایت حفص اور قراءت سبعہ وعشرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ تعلیم کا دورانیہ دس سال پر محیط ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

---

(۱) سالانہ روئیداد مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقراءت برائے سال ۱۹۹۱-۵

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۰

(۳) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۶

سال اوّل

قرآن مجید ناظرہ۔ نماز جنازہ۔ نماز عیدین۔ شش کلمات۔ تعلیم الاسلام حصہ اوّل

سال دوم

قرآن مجید۔ حفظ سات سپارے۔ مشق وحدر ایک سپارہ قواعد التجوید تعلیم الاسلام حصہ دوم سوم

سال سوم

قرآن مجید حفظ اٹھارہ سپارے۔ مشق وحدر پانچ سپارے قواعد التجوید تعلیم الاسلام چہارم

سال چہارم

حفظ مکمل۔ مشق وحدر دس سپارے قواعد التجوید صرف ونحو

سال پنجم

روایت حفص۔ جمال القرآن۔ ضیاء القراءت۔ فوائد مکیہ مشق وحدر مکمل ترجمۃ القرآن صرف ونحو

سال ششم

روایت حفص۔ ہدایت المستفید تحفۃ الاطفال مشق وحدر مکرر پندرہ پارے

ترجمۃ القرآن ریاض الصالحین

سال ہفتم

تکمیل روایت حفص۔ مقدمۃ الجزریہ۔ مشق وحدر مکمل مکرر۔ ترجمۃ القرآن مکمل

ریاض الصالحین۔ علم الفقہ

سال ہشتم

قراءت سبعہ متواترہ۔ التیسیر للدانی۔ اصول الشاطبیہ العقلیہ فی الرسم۔

ریاض الصالحین۔ علم الفقہ

سال نہم

قراءت سبعہ متواترہ ۔ التیسیر للدانی ۔ فروش الشاطبیہ مع الاجراء ۔ ترجمۃ القرآن مع التفسیر ۔ ریاض الصالحین ۔ علم الفقہ

سال دہم

قراءت عشرہ الدرۃ المضیئہ ۔ طیبۃ النشر مع الاجراء ۔ ترجمۃ القرآن مع التفسیر مکمل ریاض الصالحین مکمل ۔ علم الفقہ

۱۹۹۵ء ۔ ۱۹۹۶ء کے فارغین

تعلیمی برس ۱۹۹۵ - ۱۹۹۶ کے دوران مدرسہ سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد حسب ذیل ہے

درجہ ناظرہ ۔ طلبہ = ۱۵ ۔ طالبات = ۷

درجہ حفظ ۔ ۱۳

درجہ تجوید و قراءت ۔ روایت حفص = ۱۵

درجہ ناظرہ میں طلبہ کی کل تعداد = ۸۲

درجہ ناظرہ میں طالبات کی کل تعداد = ۲۷

درجہ حفظ میں طلبہ کی کل تعداد = ۱۲۰

سبعہ میں طلبہ کی کل تعداد = ۴

اساتذہ کی کل تعداد = ۹ ۔ جن میں تجوید و قراءت کے تین ۔ حفظ کے چار جبکہ ناظرہ میں دو اساتذہ ہیں (۱)

---

(۱) تمام تعداد مہتمم مدرسہ نے مہیا کیں ۔ سابقہ برسوں کی تعداد مہیا نہیں کی گئی ۔

جامعہ صدیقیہ بہاولپور

جامعہ صدیقیہ نورمحل روڈ بہاولپور میں واقع ہے۔ اس کی بنیاد ۲۸ جون ۱۹۷۷ء کو رکھی گئی۔ افتتاح مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے اپنی دعا سے فرمایا۔ اس کے بانی مولانا بشیر احمد رحمۃ اللہ تھے آج کل جامعہ کے مہتمم قاری غلام یٰسین صدیقی ہیں۔ جبکہ سرپرست مولانا محمد احمد صاحب ہیں۔

جامعہ کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ اس شعبہ کی تین ذیلی شاخیں ہیں

i جامعہ صدیقیہ نورمحل روڈ بہاولپور۔ ii مدرسہ اشاعت العلوم قطعہ عمارہ موڑ احمدپور روڈ مدرسہ صدیقیہ للبنات۔ اس مدرسہ میں لڑکیوں کے قیام کیلئے ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

۲۔ شعبہ تجوید و قراءت

اس شعبہ میں قراءات سبعہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ شعبہ کا افتتاح قاری گل حسن صدر سپاہ صحابہ مدینہ منورہ نے کیا۔ تدریس علم تجوید و قراءت قاری منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں جو قرآت عشرہ کے ماہر ہیں اس شعبہ کا قیام ۱۹۸۵ء میں عمل میں آیا

۳۔ شعبہ درس نظامی

اس شعبہ میں وفاق المدارس العربیہ کا مقرر کردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

۴۔ شعبہ فاضل عربی

محکمہ تعلیم پنجاب کے منظور شدہ نصاب برائے فاضل عربی کی تدریس ہوتی ہے اور باقاعدہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ بہاولپور کے تحت طلباء امتحان دیتے ہیں

۵۔ شعبہ علوم جدید

اس شعبہ میں مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ کرایا جاتا ہے تاکہ طلباء عصری تقاضوں کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ اس کے علاوہ مڈل میٹرک اور ایف اے کے امتحانات کی تیاری بھی اسی شعبہ کے تحت کرائی جاتی ہے۔

مذکورہ شعبہ جات کے علاوہ۔ شعبۂ افتاء۔ شعبہ تربیت آئمہ مساجد۔ شعبہ نشر و اشاعت اور شعبہ تبلیغ اسلام بھی قائم ہیں۔ تاہم پانچ مذکور الصدر شعبہ جات ہی زیادہ فعال ہیں۔

جامعہ کے سالانہ اخراجات تین لاکھ سے متجاوز ہیں۔

شعبہ قراءت سے فارغ ہونے والے نامور طلباء حسب ذیل ہیں

۱۔ قاری مقبول الٰہی۔ روایت حفص کی تکمیل کی۔ ال پاکستان مقابلۂ قراءت میں اول آئے۔

۲۔ قاری مستنصر۔ روایت حفص کی تکمیل کی آل پاکستان مقابلۂ قراءت میں دوم قرار دیئے گئے

۳۔ قاری محمد ادریس۔ سبعہ کے طالبعلم ہیں تین بار پنجاب کے مقابلہ قراءت میں اول رہے

اس وقت تک تقریباً دو سو پچاس طلباء روایت حفص پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں۔ جو اندرون اور بیرون ملک خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ محمدیہ اسلام آباد

یہ مدرسہ جامع مسجد امدادیہ ایف ۶/۴ اسلام آباد میں واقع ہے۔ اس کے مدیر منتظم مولانا ظہور احمد علوی ہیں۔ مدرسہ کا قیام یکم نومبر ۱۹۸۸ء کو عمل میں آیا۔ مولانا محمد عبد اللہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد سرپرست مقرر ہوئے۔

ابتداء میں صرف درجہ حفظ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے درجات بھی قائم ہوئے۔ مدرسہ میں اس چار شعبہ جات قائم ہیں۔

۱۔ شعبہ تجوید و قراءت ۲۔ شعبہ حفظ قرآن

۳۔ شعبہ ترجمہ قرآن ۴۔ شعبہ ناظرہ قرآن

شعبہ تجوید و قراءت کا قیام ۱۹۹۲ء کو عمل میں آیا۔ اس کے سربراہ مولانا قاری تاج افسر ہیں۔ جو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر بھی ہیں۔ شعبہ تجوید و قراءت میں روایت حفص کے علاوہ سبعہ قراءات تک تدریس ہوتی ہے۔ دوسرے استاد قاری عبد القیوم بھیروی ہیں جو طلباء کو مشق کراتے ہیں۔ انہوں نے تعلیم التجوید کے نام سے ایک کتابچہ بھی لکھا۔ جو قلمی ہے۔ طبع نہیں ہوا۔ اس ادارہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور درس نظامی کی کتب کی تدریس بھی جاری کر دی گئی ہے۔ تجوید میں جمال القرآن۔ فوائد مکیہ۔ تیسیر التجوید شامل نصاب ہیں ۱۹۹۲ء میں سات طلباء روایت حفص پڑھ کر فارغ ہوئے۔ اس کے بعد ہر سال تقریباً اتنے ہی طلباء درجہ تجوید سے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ مدرسہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اگر اساتذہ اور مدیر کی توجہ برقرار رہی تو ممکن ہے تجوید کے اچھے مدارس میں شامل ہو جائے۔

مدرسہ فتح العلوم چنیوٹ

چنیوٹ ضلع جھنگ کی تحصیل ہے اور قدیم آبادی ہے۔ ریلوے روڈ پر واقع محلہ فتح آباد میں مدرسہ فتح العلوم قائم ہے۔ اس مدرسہ کا قیام یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ بمطابق ۵ جون ۱۹۶۲ء کو عمل میں آیا۔ اسکی بنیاد قاری عبدالرحیم مرحوم نے رکھی جبکہ اس کے سرپرست امام القراء قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنیؒ تھے۔ موصوف سال میں ایک دو مرتبہ مدرسہ میں بغرض معائنہ و امتحان تشریف لاتے تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تب بھی بذریعہ خط و کتابت یہ سرپرستی جاری رہی[1] آج کل مدرسہ کے مہتمم قاری دین محمد صاحب ہیں۔ آپ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فارغ التحصیل اور علم تجوید و قرات میں استاد القراء قاری رحیم بخشؒ کے شاگرد ہیں۔

مدرسہ میں حسب ذیل شعبہ جات ہیں

درجہ تحفیظ القرآن۔ درجہ ناظرہ۔ اردو تعلیم مڈل جماعت تک۔ درجہ درس نظامی کتب موقوف علیہ تک۔ طالبات کیلئے شعبہ جات کی تقسیم اس طرح ہے۔ اس شعبہ کا نام شعبہ تعلیم النساء ہے اس میں درجہ حفظ۔ درجہ ناظرہ۔ پرائمری تک سکول کی تعلیم۔ درجہ دستکاری کڑھائی سلائی وغیرہ سکھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دینیات کا چار سالہ نصاب برائے طالبات وفاق المدارس العربیہ پاکستان پڑھایا جاتا ہے۔

جا مدرسہ میں درجہ تجوید و قراءت بھی باقاعدہ موجود ہے اور سبعہ قرات تعلیم دی جاتی

۱۔ سالانہ روئیداد مدرسہ فتح العلوم ۹۱-۱۹۹۰ء ۱۶

ہے۔ درجہ تجوید وقراءت کا قیام مدرسہ کی تاسیس کے ایک سال بعد ۱۳۸۳ھ کو عمل میں آگیا تھا شعبہ تجوید وقراءت میں جمال القرآن فوائد مکیہ۔ جزری۔ تسہیل القواعد وغیرہ کتب شامل نصاب ہیں۔ سبعہ قراءت کا شوق رکھنے والا طالب علم سبعہ قراءت اختیاری طور پر پڑھ سکتا ہے اس شعبہ میں قاری دین محمد اور قاری عبدالحمید حامد بطور استاد خدمات سرانجام دے رہے ہیں مدرسہ سے فارغ ہوکر مختلف مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دینے والے چند طلباء کے نام یہ ہیں قاری محمد صدیق مہتمم مدرسہ تجوید القرآن احمد آباد گلستان کالونی فیصل آباد۔ قاری محمد یاسین مہتمم جامعہ فاروقیہ منڈی شیخاں چنیوٹ۔ قاری محمد اشرف مہتمم مدرسہ قاسم العلوم نیکوکارہ چنیوٹ۔ قاری محمد سرور صدر مدرس جامعہ مدنیہ سلانوالی سرگودھا۔ قاری شوکت اللہ حقانی مہتمم جامعہ رحمانیہ پنڈ دادنخاں جہلم۔ قاری محمد اشرف صدر مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ۔ قاری محمد اکرم مدرسہ اشرف العلوم قاری محمد یوسف مدرس دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ۔ قاری محمد اسلم خطیب آرمی کوئٹہ۔ قاری افتخار احمد خطیب آرمی گوجرانوالہ۔ ان کے علاوہ اس مدرسہ کے فارغ حفزات سرحد۔ سوات۔ بلوچستان سندھ کے مختلف اضلاع۔ آزاد کشمیر اور مدینہ منورہ میں بھی قرانی تعلیم میں مصروف عمل ہیں۔

۱۹۹۱ء تک مدرسہ سے فارغ ہونے والے طلباء وطالبات کی تفصیل حسب ذیل ہے

درجہ	حفظ	ناظرہ	درس نظامی	دستکاری	تجوید وسبعہ قراءات	اردو	میزان
طلباء	۵۲۵	۵۲۹	۵۴	×	۶۵	۲۶۵	۱۴۶۸
طالبات	۵۷	۸۴۰	۹۷	۲۷۰	۱۰	۲۱۷	۱۴۹۱
میزان	۶۰۲	۱۳۷۹	۱۵۱	۲۷۰	۷۵	۴۸۲	۲۹۶۹

(۱)

۱۔ انتیسویں سالانہ روئیداد مدرسہ نفع العلوم ۱۹۹۰-۹۱ء ۹

مدرسہ فتح العلوم پانی پتی انداز تلاوت رکھنے والوں کا مرکز ہے۔ یہاں حفظ و ناظرہ قران کی تدریس کے حوالے سے بہت اچھا کام ہو رہا ہے جبکہ سبعہ قراءت کی تدریس قدرے بہتر ہے۔ علم تجوید و قرادت کے فروغ کے بارے میں مہتمم صاحب نے تجاویز دیتے ہوئے فرمایا۔

" قران کریم تجوید کے ساتھ پڑھنے کو فروغ دیا جائے کیونکہ قران کریم با تجوید پڑھنا ضروری ہے مگر ہمارے بہت سے قرانی مدارس اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ عربی مدارس کے مہتمم حضرات کو ہدایات دی جائیں کہ قران مجید پڑھانے کیلئے ان قراء کو مقرر کیا جائے جو با تجوید قران کریم پڑھانے میں مہارت رکھتے ہوں اور ہر قاری کو کم از کم جمال القرآن ضرور پڑھنا چاہیے اس سے قران مجید صحیح پڑھنے میں بہت مدد ملتی ہے اور اسی طرح جن اسکول و کالج میں قراء قران کریم پڑھاتے ہیں انہیں بھی با تجوید قرآن مجید پڑھانے کی تاکید کریں بلکہ اسکول و کالج میں قران کریم پڑھانے کیلئے مستند قراء کو ترجیح دی جائے۔ اکثر قرانی مدارس میں نورانی قاعدہ کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ یہ بنیادی چیز ہے اس لئے نورانی قاعدہ تجوید کے ساتھ پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔"

انٹرنیشنل پاکستان قراءت اکیڈمی

مرکز ۲۵۔بی/۱ سٹیلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

قاری خوشی محمد الازہری پاکستان کے معروف قاری ہیں جن کی تلاوت پاکستان ٹیلی وژن اور ریڈیو پاکستان سے عموماً نشر ہوتی ہے۔ انہوں نے قرانی علوم کی خدمت کیلئے ۱۹۸۳ء میں قرانی تعلیمات ٹرسٹ کی بنیاد رکھی جس کی ٹرسٹیز کی تعداد سات ہے۔ قاری خوشی محمد خود اس کے چیئرمین اور مینجنگ ٹرسٹی ہیں۔ انٹرنیشنل پاکستان قراءت اکیڈمی اسی ٹرسٹ کے تحت قائم کیا گیا ادارہ ہے۔ جو راولپنڈی سیٹلائٹ ٹاؤن میں واقع ہے۔

ادارہ کے مقاصد حسب ذیل ہیں

ہر تعصب سے پاک رہتے ہوئے صرف اور صرف قرانی تعلیمات کو عام کرنا۔

بالخصوص تجوید و قرات کی صورت میں خدمت کرنا

پاکستان آرمی اور دیگر ملکی اداروں۔ ائمہ کرام خطباء کرام اور اساتذہ کرام کو بلا تفریق مسلک خدمت قران کیلئے آمادہ کرنا۔ اور مختلف مکاتیب فکر کے باہمی امتیازات کو مٹا کر انہیں قرانی حوالہ سے جمع کرنا۔

مسلمانان عالم کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کیلئے عربی زبان رابطے کا کام دیتی ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر عربی زبان کی تدریس کا انتظام کرنا

نادار طلبہ کے علاوہ بے کس اور بے سہارا خواتین کی مالی اعانت تاکہ وہ معاشرے میں عزت کی زندگی گذار سکیں

نصاب

اکیڈمی میں پڑھائے جانے والے نصاب خود مرتب کردہ ہیں جنہیں کورس کا نام دیا گیا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

ایک سالہ کورس

یہ کورس دینی مدارس کے طلبہ اور میٹرک پاس طلبہ کیلئے ہے۔ اس میں داخلہ کیلئے حافظ قران کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسے فارغ التحصیل قراء کرام کو دینی مدارس پرائمری مڈل و ہائی سکولوں میں بطور معلم تعینات کیا جاتا ہے جو وہاں طلبہ کو قران کی تعلیم دیتے ہیں۔

سہ ماہی کورس

یہ کورس ائمہ مساجد اور عامۃ الناس دونوں طبقوں کے لئے ہے۔ جس میں تجوید کے بنیادی قواعد اور قراءت سکھائی جاتی ہے۔ اکیڈمی کا اپنا ۱۹۰ اسباق پر مشتمل کورس پڑھایا جاتا ہے۔ جب کہ چہل حدیث اور تیسواں پارہ حفظ لازمی ہے۔ اس کورس میں خواتین کے لئے علیحدہ انتظام ہے۔

خصوصی کورس

سالانہ تعطیلات میں سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ (مرد و خواتین) کے لئے بھی خصوصی قراءت کورس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بیرونی ممالک سے وقتاً فوقتاً آنے والے شائقین فن کے لئے بھی کورسز کا اہتمام ہے۔ بہترین کارکردگی کی بنیاد پر کورس میں شریک طلباء کیلئے تربیت کی مدت بڑھا دی جاتی ہے۔

مستقبل کے منصوبے

اکیڈمی کی عمارت کو چار منزلہ کیا جا رہا ہے۔ اس نئی عمارت میں تجوید و قراءت درس نظامی اور دوسرے دینی کورسز کے علاوہ ایک عظیم الشان اور جامع منصوبہ دس سالہ نظام تعلیم ہے۔ جہاں اوّل جماعت سے میٹرک تک بچہ بیک وقت حافظ قران۔ انگریزی اور عربی زبان پر عبور رکھتا ہو۔

ایک اور اہم منصوبہ یہ ہے کہ نئی عمارت میں میٹرک سے ایم اے تک علوم القران کورس کا اجراء کیا جائے۔ اس کے ساتھ ایم ایس سی اور ایم اے اسلامیات کے کورس بھی شروع کیے جائینگے علاوہ ازیں جدید سائنسی علوم اور جدید کمپیوٹر کورس بھی کرائے جائیں گے۔

خواتین کے لئے الگ اکیڈمی کے قیام کا منصوبہ بھی ہے جس میں تجوید و قراءت علوم قرآن و حدیث اور عربی زبان نیز انڈسٹریل ہوم کے کورسز شامل ہوں گے۔

تجوید و قراءت کے بنیادی مسائل پر اسباق کی آڈیو/ویڈیو کیسٹ بلا منافع تیار کر کے طالب علموں کو فراہم کی جائینگی نیز ان اسباق کو سمجھنے کیلئے آسان اور سادہ زبان میں راہنما کتابیں بھی شائع کی جائینگی جس کے لئے پرنٹنگ پریس کا اہتمام بھی منصوبہ میں شامل ہے اور طلباء کو کتابت کا فن سکھانے کا اہتمام بھی منصوبے کا حصہ ہے۔ فروغ تجوید و قراءت کیلئے ایک مستقل آڈیو ویڈیو سینٹر بھی قائم کیا جائیگا۔

ادارہ کی شاخیں پاکستان کے تمام بڑے شہروں اور برادر اسلامی ممالک میں کھولی جائیں گی۔ اور برطانیہ۔ امریکہ اور کینیڈا میں ایسے ہی ادارے قائم کئے جائیں گے۔

نوٹ:۔ مستقبل کے عظیم منصوبے ایک خوش آئند امر ہے تاہم اس وقت

تک اس ادارے کی حیثیت ابتدائی مدرسہ تجوید سے زیادہ نہیں ہے جہاں پر طلبا تجوید کے قواعد و ضوابط کے مطابق قران پاک ناظرہ پڑھتے اور حفظ کرتے ہیں البتہ چند خوش گلو و خوش آواز طلباء کو قران مجید کے کچھ حصوں کی مشق کرا کے جلسوں اور محفلوں نیز مقابلہ ہائے حسن قرات میں حصہ لینے کے قابل بنا دیا جاتا ہے۔ یہ مشق روایت حفص کے مطابق کرائی جاتی ہے سبعہ عشرہ کی تدریس کا ابھی یہاں اہتمام نہیں اور مستقبل کے منصوبوں میں بھی اس کی گنجائش نہیں

ادارہ سے فارغ بعض طلباء نے اندرون ملک و بیرون ملک مقابلہ ہائے حسن قراءت میں شرکت کی اور انعامات حاصل کیئے۔

قومی قراءت بورڈ نے ریڈیو کی نشریات میں تلاوت کیلئے اس ادارے کے بعض قراء کو منتخب کیا۔ نیز ۱۹۹۰ء میں اسی ادارے کے استاد کی آواز میں اذان ریکارڈ کی گئی جو روزانہ عشاء کے وقت پاکستان ٹیلی وژن سے ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق اب تک ادارے سے 4300 سے زائد مرد و زن علم تجوید کی مشق سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ لاہور

جامعہ اشرفیہ لاہور کا شمار پاکستان کے چند قدیم اور چوٹی کے مدارس میں ہوتا ہے۔ یہ جامعہ لاہور کی معروف سڑک فیروز پور روڈ پر نہر کے کنارے نہایت پر فضا مقام پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ ساڑھے پندرہ ایکڑ یعنی ایک سو تجیس کنال کے قریب ہے۔ درمیان میں وسیع کشادہ خوبصورت مسجد ہے جس کے گرد درسگاہیں اور اساتذہ کی رہائشیں اور دفاتر تعمیر کئے گئے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے بانی برصغیر پاک و ہند کے معروف عالم دین مولانا مفتی محمد حسنؒ تھے ان کی نسبت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ساتھ تھی۔ مفتی محمد حسنؒ امرتسر (بھارت) کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے تشکیل پاکستان سے چالیس سال قبل امرتسر ہی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام مدرسہ نعمانیہ تھا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ بھی ہجرت کرکے پاکستان تشریف لے آئے۔ اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور لاہور ہی میں آپ نے ۸۔ ذیقعد سنہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء کو جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کا نام بھی اپنے شیخ مولانا محمد اشرف علیؒ کی نسبت سے جامعہ اشرفیہ رکھا۔ ابتداء میں یہ مدرسہ انارکلی بازار سے متصل محلہ نیلا گنبد کی ایک متروکہ وقف عمارت میں قائم کیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد موجودہ عمارت میں منتقل ہوگیا۔ تاہم سابقہ عمارت میں بھی جامعہ اشرفیہ کی ایک ذیلی شاخ قائم ہے۔ جہاں عربی کتب کی تدریس درجہ خامسہ تک ہوتی ہے۔ سینکڑوں طلباء اس جگہ زیر تعلیم ہیں اور درجہ حفظ کے تین شعبے بھی ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ جامعہ کے اغراض

ومقاصد حسب ذیل ہیں

۱۔ تمام مسلمانوں میں علوم دینیہ، قرآن، حدیث، عقائد فقہ اور اس کے متعلقہ علوم کی ترویج واشاعت۔

۲۔ ضروریات دین اور تقاضائے وقت کے پیش نظر قرآن حدیث عقائد اور فقہ کی مکمل اور محققانہ تعلیم کا انتظام جس سے ماہرین علوم دینیہ اور محقق علماء پیدا ہو سکیں

۳۔ علوم دینیہ کی تعلیم وتکمیل کے پہلو بہ پہلو ایسے خاص علماء کا تیار کرنا جو مختلف شعبوں (تبلیغ افتاء تصنیف وتالیف) میں مہارت تامہ اور اچھی صلاحیتوں کے حامل ہوں۔

۴۔ دارالافتاء کا قیام جہاں سے عام مسلمانوں کو صحیح احکام اسلام معلوم کرنے کی سہولت ہو

۵۔ دارالتبلیغ کا قیام جس کے ذریعے عام مسلمانوں میں دینی شعور کو بیدار کیا جاسکے اور ان کی انفرادی واجتماعی زندگی کی صحیح اسلامی احکام کی روشنی میں اصلاح کی جاسکے۔

۶۔ جملہ طلباء جو جامعہ اشرفیہ سے وابستہ ہوں ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینا۔

۷۔ تعلیمات اسلامی کی اشاعت اور مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل کیلئے ضروری اقدامات

۸۔ مذکورہ بالا مقاصد کے علاوہ جامعہ اشرفیہ کے مفاد کے زیر نظر ہر قسم کا اقدام۔

جامعہ اشرفیہ کے اصول وضوابط کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ

جامعہ اشرفیہ کی مالی ضروریات کی کفالت کا مدار عام مسلمانوں کی توجہ اور اعانت پر ہوگا جامعہ اشرفیہ مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تکمیل کیلئے صرف وہی ذرائع اختیار کرے گا جو از روئے شریعت اسلامی مستحسن اور ایک دینی ادارہ کے وقار کے شایان شان ہوں۔

مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کی خاطر نصاب تعلیم اور اس کے درجات کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو حفظ قران کو چھوڑ کر دس سال پر محیط ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے

	نام درجہ	مدت تعلیم	سند	حیثیت
۱۔	درجہ حفظ		شہادت تحفیظ القران الکریم	مساوی پرائمری
۲۔	درجہ متوسط	۱ سال	شہادۃ المتوسطہ	مساوی مڈل
۳۔	درجہ ثانویہ عامہ	۲ سال	شہادۃ الثانویہ العامہ	مساوی میٹرک
۴۔	درجہ ثانویہ خاصہ	۲ سال	شہادۃ الثانویہ الخاصہ	مساوی ایف اے
۵۔	درجہ عالیہ	۲ سال	شہادۃ العالیہ	مساوی بی۔اے
۶۔	درجہ عالمیہ	۲ سال	شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ	مساوی ایم اے
۷	درجہ تجوید	۱ سال	شہادۃ التجوید (۱)	

نوٹ :۔ جامعہ کے تعارف نامہ میں درجہ تجوید کیلئے ایک سال کی مدت تعلیم کا ذکر ہے تاہم روئیداد کے مطابق یہ علیحدہ درجہ نہیں ہے بلکہ تعلیم تجوید کو درجہ متوسط اور درجہ ثانویہ عامہ میں بطور ایک پرچہ کے شامل کیا گیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے

متوسطہ ۔ مشق قران مجید و تجوید پہلا پرچہ کل نمبر ۱۰۰ ۔ حدر از پارہ ۲۱ تا آخر تجوید اظہار اخفاء وغیرہ باقی مضامین میں دینیات سیرت و عربی ۔ فارسی ۔ اردو لکھائی ۔ واقفیت عامہ اور حساب داخل نصاب ہیں۔ پرچہ تجوید کے علاوہ باقی مذکورہ مضامین کے پانچ پرچے ہیں ہر پرچہ سو نمبروں پر مشتمل ہے۔

درجہ ثانویہ عامہ ۔ پہلا پرچہ ۔ تفسیر و تجوید کل نمبر ۱۰۰ ۔

سال اوّل مفتاح القرآن جزء ۱ ۔ ۲ ۔ (مولانا محفوظ الرحمٰن نامیؒ) جمال القرآن (حضرت تھانویؒ)

مشق قراءۃ پارہ عمّ (ربع آخر)

دیگر مضامین میں حدیث و سیرت ۔ صرف ۔ تمرین ۔ نحو ۔ اللغۃ العربیہ والانشاء شامل نصاب ہیں ۔ تفسیر و تجوید کے علاوہ پانچ پرچے ہیں ہر پرچہ سو نمبروں پر مشتمل ہے ۔

درجہ ثانویہ عامہ

سال دوم پہلا پرچہ تفسیر و تجوید کل نمبر ۱۰۰

ترجمہ پارہ عمّ مختصر تفسیر ۔ فوائد مکیہ (قاری عبدالرحمٰن مکیؒ) مشق پارہ عمّ ربع ثالث

دیگر مضامین میں حدیث ۔ اللغۃ العربیہ والانشاء ۔ فقہ ۔ صرف نحو ۔ منطق شامل نصاب ہیں ۔

تجوید درجہ ثانویہ عامہ تک ہی پڑھائی جاتی ہے ۔ اس کے بعد درجہ ثانویہ خاصہ ۔ درجہ عالیہ اور درجہ عالمیہ میں درس نظامی کی دیگر تمام کتب اور مضامین شامل ہیں ۔ اس لحاظ سے جامعہ اشرفیہ میں علم تجوید کی تعلیم صرف روایت حفص تک دی جاتی ہے ۔

جامعہ کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۹۳ء تک جامعہ سے فارغ ہونے والے فضلاء کی تفصیل یہ ہے

فارغ التحصیل علماء کرام	تقریباً چار ہزار
فارغ التحصیل قراء حضرات	تقریباً ایک ہزار
فارغ التحصیل حفاظ کرام	تقریباً دو ہزار

فی الوقت جامعہ اور اس کے ذیلی اداروں میں دو ہزار سے زائد طلبا و طالبات مختلف شعبوں میں زیر تعلیم ہیں

نوٹ ۔ یہ جملہ معلومات جامعہ کی روئیداد بعنوان تعارف جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۳ء سے ماخوذ ہیں

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

اس مدرسہ کا قیام ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو عمل میں آیا۔ اس کے بانی شیخ القرآن محمد فیض احمد اویسی ہیں۔ وہی اس کے مہتمم ہیں۔ انہوں نے فیصل آباد کے مولانا سردار احمد سے دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد بہاولپور میں اس درسگاہ کی بنیاد رکھی

جامعہ اویسیہ میں تدریسی شعبہ جات حسب ذیل ہیں

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ ۲۔ شعبہ تجوید و قراءت۔ ۳۔ شعبہ درس نظامی۔ ۴۔ شعبہ عربی فاضل۔

ان شعبہ جات کے علاوہ خوش نویسی اور ریاضی کے مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

شعبہ تجوید میں صرف روایت حفص تک تدریس ہوتی ہے۔ اس شعبہ کے سربراہ قاری عبدالستار مہروی ہیں جو خود بھی روایت حفص تک پڑھے ہوئے ہیں۔ قاری غلام رسول کے شاگرد ہیں۔

جامعہ سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا صحیح علم حاصل نہ ہو سکا۔ مدرسہ کی طرف سے شائع شدہ روئیداد سے صرف ایک برس میں موجود طلباء کی مجموعی تعداد دو سو چھ ہے کا پتہ چلتا ہے مدرسہ کے نظم و نسق نیز ضبط ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبہ تجوید و قراءت کا قیام اور تعلیم و تدریس برائے نام سے زیادہ نہیں۔

جامعہ ترتیل القرآن راولپنڈی

راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے متصل محلہ گوالمنڈی معروف ہے اسکی مرکزی جامع مسجد میں جامعہ ترتیل القران کے نام سے یہ مدرسہ قائم ہے۔ اس کے بانی مولانا قاری عبدالمالک نقشبندی ہیں۔ مدرسہ کی ابتداء ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ قاری عبدالمالک مذکور اس سے قبل اٹھارہ برس راولپنڈی کی معروف درسگاہ جامعہ فرقانیہ مدنیہ میں شعبہ تجوید و قراءت کے سربراہ اور صدر مدرس کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ ترتیل القران کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ۔ ۲۔ شعبہ تجوید و قراءت۔ ۳۔ شعبہ کتب درس نظامی۔ ۴۔ شعبہ پرائمری تعلیم

جامعہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تدریس ہوتی ہے۔

شعبہ تجوید و قراءت کے اساتذہ میں قاری عبدالمالک نقشبندی بانی جامعہ ھذا کے علاوہ قاری سید محمد اکبر شاہ شامل ہیں۔ جن کا شمار چوٹی کے قراء میں ہوتا ہے۔ آپ بائیس برس تک حرم کعبہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ حرم کے شیوخ السید شیخ صالح بن حمید امام و خطیب الحرم و عضو مجلس شوریٰ نیز امام الحرم الشیخ محمد ایوب آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ افریقہ اور عرب ممالک کے کثیر شیوخ نے بھی آپ سے کسب فیض کیا۔ جامعہ ترتیل القران میں حرف روایت حفص پڑھائی جاتی ہے۔ اس وقت تک فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد ہزاروں تک ہے

جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

جامعہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی شہر کے مشہور اور بارونق علاقہ کوہاٹی بازار میں واقع ہے اس دینی علمی مرکز کا قیام مولانا عبدالحکیم ممبر قومی اسمبلی کے ہاتھوں عمل میں آیا آپ نے بعض اہل خیر اور متقی لوگوں کے تعاون سے ۶ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ بمطابق ۹ اپریل ۱۹۵۹ء کو اس کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ وہی اس کے پہلے مہتمم بنے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند مولانا عبدالمجید اس عہدہ پر فائز ہوئے تاحال وہی اس خدمت کو سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ فرقانیہ میں درس نظامی کی کتب موقوف علیہ تک پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی درجہ ناظرہ حفظ اور تجوید وقراءت کے شعبہ بھی قائم ہیں۔ درجہ تجوید وقراءت روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ شعبہ ۱۹۶۰ء میں قائم ہوا۔ پہلے استاد قاری عبدالغفور اجمل تھے کچھ عرصہ بعد وہ جرمنی چلے گئے تو قاری تقی الاسلام کا تقرر اس شعبہ میں ہوا۔ ۱۹۶۷ء میں قاری عبدالمالک نقشبندی نے اس شعبہ میں پڑھانا شروع کیا اور سترہ سال اس علم کی خدمت کی۔ ۱۹۸۴ء سے شعبہ تجوید وقراءت کی ذمہ داری قاری محمد یوسف ہزاروی کے سپرد ہے قاری صاحب موصوف جامعۃ الازہر کے مبعوث قاری ابراہیم بن مراد عبداللہ کے شاگرد رہے ہیں وہ طرابلس یونیورسٹی کے فاضل بھی ہیں۔

روایت حفص کی تدریس میں جمال القرآن۔ تیسیر التجوید اور فوائد مکیہ جزری وغیرہ شامل نصاب ہیں

روایت حفص کی تکمیل پر مدرسہ کی جانب سے خوبصورت سند جاری کی جاتی ہے
جامعہ فرقانیہ کی اضافی اور قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ ہر سال پابندی کے ساتھ کسی بیرونی ممتحن سے
فارغ ہونے والے طلباء کا امتحان دلایا جاتا ہے اور باقاعدہ ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ۱۹۸۱ء سے لیکر
۱۹۹۱ء تک ہر سال قاری اظہار احمد تھانوی رح امتحان لینے کیلئے تشریف لاتے رہے ہیں۔
اس دوران امتحان دینے والے اور کامیاب و ناکام ہونے والے طلباء کی تفصیل حسب ذیل ہے

سال	تعداد شریک طلباء	کامیاب	ناکام
۱۹۸۱	۸	۸	x
۱۹۸۲	۱۳	۱۳	x
۱۹۸۳	۱۸	۱۶	۲
۱۹۸۴	۸	۶	۲
۱۹۸۵	۱۴	۱۰	۴
۱۹۸۶	۹	۸	۱
۱۹۸۷	۱۴	۹	۵
۱۹۸۸	۱۷	۱۵	۲
۱۹۸۹	۶	۶	x
۱۹۹۰	۱۶	۱۶	x
۱۹۹۱	۱۰	۹	۱
میزان	۱۳۳	۱۱۶	۱۷

نوٹ:۔ یہ اعداد و شمار جامعہ کے رجسٹر امتحانات سے ماخوذ ہیں۔

جامعہ مدنیہ

کریم پارک راوی روڈ، لاہور

جامعہ مدنیہ کا آغاز ۱۹۵۵ء میں ہوا مولانا سید حامد میاںؒ اس کے بانی اور صدر مدرس تھے۔ شروع میں یہ جامعہ مسلم مسجد انارکلی اور مکی مسجد انارکلی میں قائم تھا۔ فروری ۱۹۶۶ء میں اپنی ذاتی عمارت واقع کریم پارک منتقل ہوگیا۔ ابتداءً اس میں مدارس دینیہ کے فارغ طلبہ کو انگریزی زبان سکھانے کا اہتمام کیا گیا تاکہ وہ تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ نصاب تین سالہ تھا جس میں صرف انگریزی بی۔ اے تک کی پڑھائی جاتی اس کے بعد طلباء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ایک حصہ کو اقتصادیات پڑھائی جاتی تاکہ وہ کمیونزم کے مقابلہ میں اسلامی اقتصادیات پر بحث کر سکیں اور دوسرے حصہ کو ایل ایل بی کی تعلیم دی جاتی تھی تاکہ وہ دنیا کے مروجہ قوانین اور اسلامی قوانین کا تقابل کر سکیں۔ لیکن یہ سلسلہ مستقل طور پر نہ چل سکا اور ۱۹۶۰ء میں جامعہ عام دینی مدارس کی شکل اختیار کر گیا۔

اس وقت یہاں مکمل درس نظامی کی تعلیم دورۂ حدیث تک دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ درجہ تجوید و قرات بھی قائم ہے جہاں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد کا کچھ علم نہ ہو سکا کہ ان کا ریکارڈ محفوظ نہیں۔

درجات حفظ و ناظرہ برائے طلباء و طالبات موجود ہیں جہاں کئی مدرس خدمت سرانجام دے رہے ہیں

دارالعلوم دینیہ رجسٹرڈ

۱۱۹۔ ملتان روڈ، لاہور

دارالعلوم دینیہ کا قیام برصغیر پاک و ہند کی مشہور و معروف انجمن "انجمن حمایت اسلام لاہور کے زیر اہتمام ۱۹۷۳ء میں عمل میں آیا۔ یہ انجمن تقریباً ایک صدی سے مسلمانوں میں اسلامی اقدار کے فروغ کیلئے کوشاں رہی ہے۔ اراکین انجمن حمایت اسلام نے ملکی حالات کے پیش نظر یہ محسوس کیا کہ دینی تعلیم کا انتظام بھی اس نہج پر شروع کیا جائے کہ آج کا مسلمان بھی زمانہ سلف کی طرح اسلامی نظریہ پر راسخ ہو جائے۔ اور اس کیلئے دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق دین قابل فہم اور قابل عمل بن سکے۔ اس غرض کیلئے دارالعلوم دینیہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کا نصاب تعلیم مذکورہ بالا خطوط پر مرتب کیا گیا۔ جو حسب ذیل تین حصوں پر منقسم ہے۔

۱۔ قاری عالم کلاس :۔ اس کا مقصد علماء کو علم تجوید سے بہرہ ور کرنا ہے

۲۔ قاری حافظ کلاس :۔ حافظ قران یا مڈل پاس طلباء کو علم تجوید کے ساتھ ساتھ حدیث اور فقہ کے علوم سے روشناس کرانا۔

۳۔ قاری مبلغ کلاس :۔ تبلیغی مقاصد کیلئے فاضل طلباء کو خصوصی تربیت دینا۔

دارالعلوم دینیہ میں درج ذیل شعبہ جات ہیں

۱۔ شعبۂ تجوید و قراءت بروایت حفص

۲۔ شعبۂ قراء برائے مکاتب ۔ مساجد۔ مدارس

۳۔ شعبۂ اساتذہ برائے درس قران مجید باترجمہ وتفسیر

شعبہ تجوید وقراءت کے چار درجات ہیں

۱۔ قاری حافظ کلاس ۔ قاری عالم کلاس ۔ قاریہ کلاس ۔ قاری مبلغ کلاس

ان درجات کیلئے نصاب کی تفصیل اس طرح ہے ۔

۱ نصاب سال اوّل قاری حافظ کلاس

کتب تجوید جمال القران ۔ تیسیر التجوید

حدر و مشق قواعد کی پابندی کے ساتھ حدر میں کم ازکم ایک بار قران مجید سنانا اور مشق کرنا ۔

ترجمہ قران مجید ۔ پہلے دس پارے مکمل (تقریری و تحریری)

حدیث نبوی ریاض الصالحین سے ۱۰۰ حدیثیں زبانی یاد کرنا

فقہ اسلام تعلیم الاسلام چاروں حصے ۔ مسائل بہشتی زیور

صرف و نحو کتاب الصرف ۔ کتاب النحو

تاریخ سیرۃ النبی

تحریر تختی پر سورۂ علق سے سورۃ الناس تک لکھنے کی مشق

۲ نصاب سال دوم قاری حافظ کلاس

کتب تجوید فوائد مکیہ و مقدمۃ الجزری

حدر و مشق قواعد کی پابندی کے ساتھ مزید ایک بار قران مجید سنانا اور مشق کرنا

ترجمہ قران مجید	آخری بیس پارے (تقریری و تحریری)
حدیث نبوی	ریاض الصالحین میں سے مزید ایک صد احادیث زبانی یاد کرنا۔
فقہ اسلام	نور الایضاح
تاریخ	سیرت النبیؐ۔ خلفائے راشدہ۔ حکایات صحابہؓ
صرف و نحو	شرح مائۃ عامل و ہدایۃ النحو
تحریر	تختی اور تختہ سیاہ پر سورۂ مدثر سے سورۃ الناس تک مشکل الفاظ خوشخط لکھنے کی مشق کرنا۔
کتب امدادی	فضائل کی کتب از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
۳۔	قاری عالم کلاس یہ نصاب ایک سال کا ہے
کتب تجوید و قرات	جمال القران۔ تیسیر التجوید۔ فوائد مکیہ۔ مقدمۃ الجزری
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ ایک بار قران مجید مکمل سنانا مشق کرنا
ترجمہ قران مجید مکمل	احکام و شان نزول کی روشنی میں
حدیث نبوی	ریاض الصالحین کا ترجمہ نیز سوا حادیث زبانی یاد کرنا
تفسیر	سورۃ البقرہ مکمل
حفظ قران مجید	سورہ یٰسین۔ سورہ محمد۔ فتح۔ الحجرات۔ الرحمٰن۔ الصف الجمعہ۔ المزمل۔ الملک اور آخری پارہ
تاریخ	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایات صحابہ خلفائے راشدہ

نصاب قاریہ کلاس سال اول

کتب تجوید	جمال القرآن
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ کم از کم ایک بار قران مجید سنانا اور مشق کرنا
ترجمہ قران مجید	ترجمہ مکمل پہلے دس پارے اور سورۂ بقرہ تفصیل کے ساتھ (تقریری تحریری)
حدیث نبوی	ریاض الصالحین کا ترجمہ نصف اور ۱۰۰ احادیث ازبر کرنا
فقہ اسلامی	تعلیم الاسلام مکمل ۔ مسائل بہشتی زیور نصف اوّل
صرف و نحو	کتاب الصرف و کتاب النحو
تاریخ اسلام	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مطالعہ	تربیت اخلاق کیلئے مناسب کتب کا مطالعہ
تحریری کام	تختہ سیاہ پر آخری دس سورہ کو خوش خط لکھنے کی مشق کرنا

نصاب سال دوم قاریہ کلاس

کتب تجوید	جمال القرآن
حدر و مشق	قواعد کی پابندی کے ساتھ مزید ایک بار قران مجید سنانا اور مشق کرنا
صرف و نحو	ہدایۃ النحو
ترجمہ قران مجید	ترجمہ بقایا بیس پارے سورۃ النساء اور حجرات تفسیر اور تفصیل کے ساتھ (تحریری و تقریری)

حدیث نبوی	ترجمہ ریاض الصالحین بقایا نصف اور مزید پچاس حدیث ازبر کرنا
فقہ اسلام	مسائل بہشتی زیور بقایا نصف ۔ بہشتی گوہر ۔ نورالایضاح
تاریخ	سیرت صحابیات ۔ سیرت خلفائے راشدین
ادعیہ ماثورہ	زندگی کے مختلف امور کے بارے میں ضروری دعائیں ۔
تحریری کام	تختۂ سیاہ پر عربی عبارت خوش خط لکھنے کی مشق کرانا ۔

دارالعلوم دنیہ میں سات اساتذہ مصروف عمل ہیں جن میں چار مرد اساتذہ اور تین خواتین شامل ہیں ۔ ہر کلاس کے ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے ۔

گوشوارہ مدارس پنجاب

نوعیت	تعداد
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	۴
مختص بالقراءات سبعہ	۱
مختص بالقراءات بروایت حفص	کوئی نہیں
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۴
سبعہ معہ دیگر علوم	۳
روایت حفص معہ دیگر علوم	۷
میزان	۱۹

صوبہ سرحد کے مدارس

تمام کوائف صوبہ سرحد کے متعلقہ مدارس میں جاکر براہ راست
حاصل کیے گئے۔

جامعۃ القراء۔ ہری پور

راولپنڈی سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر صوبہ سرحد کا پرانا اور معروف شہر ہری پور ہے جو ایبٹ آباد جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اسی سڑک پر شہر سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر جامعۃ القراء ہری پور کا بورڈ نصب ہے جو آبادی سے ہٹ کر ذرا ویرانے میں دکھائی دیتا ہے۔ اس بورڈ کے ساتھ ہی ایک چھوٹے سے چبوترے پر پتھر کی بنی ہوئی لوح اساس موجود ہے جس پر جلی حروف میں لکھا ہے کہ اس مدرسہ کا سنگ بنیاد حضرت مولانا خان محمد مدظلہ نے اپنے دست مبارک سے ۲۲ جون ۱۹۹۴ء کو رکھا۔

جامعۃ القراء کے بانی و مہتمم قاری تقی الاسلام صاحب ہیں جنہوں نے علم تجوید و قراءات کی تحصیل قاری محمد شریفؒ اور قاری عبدالمالکؒ سے کی۔

قاری تقی الاسلام صاحب نے تقریباً اکیس برس حجاز میں قیام کیا اس دوران وہ مکہ و مدینہ کی مختلف مساجد میں تعلیم قرآن پر مامور رہے۔ وہاں سے واپس لوٹنے پر انہوں نے جامعۃ القراء کی بنیاد رکھی قاری تقی الاسلام صاحب تصنیف ہیں۔ انہوں نے علم الوقوف پر ایک کتاب "معلم الاداء فی الوقف والابتداء" لکھی جو اردو زبان میں اس موضوع کی پہلی مفصل اور مبسوط کتاب ہے۔ جس کا تعارف ہم تحریری سرمایہ کے عنوان سے متعلقہ باب میں کرا چکے ہیں۔

جامعۃ القراء کل رقبہ چھ کنال پر محیط ہے۔ طلبہ کے قیام کیلئے دو بڑے ہال اور مسجد تعمیر کی گئی ہے بقیہ تعمیر کا کام ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ یہاں علم تجوید کے علاوہ دیگر دینی علوم کی تدریس بھی

ہوتی ہے۔ اس جامعہ کو قائم ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تاہم پہلے برس سات طلبہ نے روایت حفص میں تکمیل کی اور دوسرے برس پندرہ طلباء فارغ ہوئے۔ مہتمم صاحب کے مطابق اس تعداد میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافے کی قوی امید ہے جبکہ اگلے تعلیمی سال سے شعبہ حفظ کا اجرا بھی ہونے والا ہے۔

جامعۃ القراء اگرچہ ابھی اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے تاہم اس بات کی عین توقع ہے کہ اگر اس جامعہ کی مکمل دیکھ بھال جاری رہی تو یہ جامعہ علم تجوید کا اہم ادارہ ہوگا

مرکزی دارالقرّاء ۔ پشاور

مرکزی دارالقراء صوبہ سرحد کے دارالحکومت پشاور کے بارونق علاقے نمک منڈی کی جامع مسجد میں واقع ہے ۔ اس کے بانی اور مدیر و منتظم قاری فیاض الرحمٰن علوی ہیں جن کا شمار پاکستان کے معروف اور چوٹی کے قراء میں ہوتا ہے ۔ آپ قرات سبعہ وعشرہ کے فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ عالم دین بھی ہیں ۔ وفاق المدارس العربیہ کا اعلیٰ امتحان نمایاں کامیابی کے ساتھ پاس کرنے کے بعد آپ معروف درسگاہ الجامعۃ الازھر قاہرہ مصر میں بھی زیر تعلیم رہے ۔

مرکزی دارالقراء کا قیام ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء کو عمل میں آیا ۔ پہلے پہل یہ مدرسہ جامع مسجد دلاور خاں میں قائم ہوا ۔ چونکہ یہ جگہ گنجان آبادی میں تھی اس لئے دو برس بعد مدرسہ کو جامع مسجد نمک منڈی پشاور منتقل کر دیا گیا ۔ جو نسبتاً بہتر جگہ ہے ۔ مدرسہ کی عمارت تین منزلہ ہے جو چون کمروں اور دو بڑے ہال کمروں پر مشتمل ہے ۔ اس کے باوجود یہ عمارت مدرسہ کی ضروریات کیلئے ناکافی ہے ۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مدرسہ کیلئے آٹھ کنال اراضی مزید خریدی گئی ہے تاکہ مدرسہ کی تعمیر حسب ضرورت کی جا سکے ۔

مدرسہ کے سالانہ اخراجات تقریباً بیس لاکھ روپے ہیں ۔ جن میں اساتذہ کی تنخواہیں اور طلباء کے طعام و قیام کے جملہ مصارف شامل ہیں ۔ دارالقراء کا انتظام ایک مجلس شوریٰ چلاتی ہے ۔ جو علاقہ کے معززین تجار و علماء پر مشتمل ہے ۔

اگرچہ دارالقراء بنیادی طور پر حفظ ناظرہ اور تجوید و قراءت کی تعلیم کیلئے قائم کیا گیا ہے تاہم اس میں حسب ذیل دیگر شعبہ جات بھی کام کر رہے ہیں۔

۱۔ درس نظامی دورۂ حدیث تک ۲۔ شعبہ بنات۔ جو ناظرہ و حفظ قران مجید تجوید۔ درس نظامی دستکاری سکول اور پرائمری سکول پر مشتمل ہے۔ ۳۔ آئمہ و قراء کیلئے تربیتی کورس ۴۔ شعبہ نشر و اشاعت ۵۔ شعبہ وعظ و تبلیغ۔ ۶۔ شعبہ قرانی مکاتب۔ اس کے تحت مختلف مساجد میں تعلیم قرآن کا انتظام کیا جاتا ہے۔

دارالقراء میں پچاس سے زائد اساتذہ مختلف علوم کی تدریس پر مامور ہیں۔ علم تجوید و قراءت پڑھانے والے اساتذہ کی تعداد آٹھ ہے۔ قراءات سبعہ پڑھائی جاتی ہیں

دارالقراء سے ۱۹۹۲ء تک جن طلباء و طالبات نے کسب فیض کیا انکی تعداد ۱۴۰۱ ہے جبکہ ۱۹۹۳ء میں فارغ ہونے والے طلباء کی تفصیل اس طرح ہے۔

علماء ۲۲۔ قراء ۳۴۵۔ حفاظ ۱۶۷۔ عالمات ۳۸۔ حافظات ۱۸۔ قاریات ۴۰

اس لحاظ سے ۱۹۹۳ء تک ~~۱۴۴۰~~ ۱۹۳۱ طلباء و طالبات اس ادارہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جن میں پاکستان کے علاوہ دیگر برادر اسلامی ممالک کے طلباء بھی شامل ہیں۔

یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والے عالمی مسابقۂ قراءات میں حصہ لیتے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں قاری عبدالرزاق اوّل قرار دیے گئے، ۱۹۸۲ء میں قاری محمد سلیم نے اول انعام حاصل کیا۔ اسی طرح ۱۹۸۳ء۔ ۱۹۸۴ء ۱۹۸۶ء ۱۹۹۰ء ۱۹۹۲ء میں اسی ادارے کے طلباء نے چوتھا انعام حاصل کیا۔ صوبہ سرحد میں دارالقراء علم تجوید و قراءات کا بڑا مرکز ہے۔

نوٹ:۔ مدرسہ کی روئیداد کے علاوہ بیشتر معلومات صدر مدرس اور مہتمم مدرسہ سے براہ راست بالمشافہ گفتگو کے ذریعے حاصل ہوئیں۔

معہد القرآن الکریم لتحفیظ القرآن الکریم مع القراءۃ والتجوید والدراسات الاسلامیہ، حافظ آباد مانسہرہ

صوبہ سرحد کے ضلع مانسہرہ میں اس مدرسہ کا قیام ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا۔ آغاز ہی میں یہاں درجہ تجوید کا اجراء ہوگیا بلکہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدرسہ کا قیام مدرسہ تجوید ہی کے طور پر ہوا تھا۔ مدرسہ کے نام سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے تاہم ساتھ ہی درس نظامی کے دیگر علوم بھی یہاں پڑھائے جانے لگے اور اس طرح اس مدرسہ کی حیثیت مختص بالقراءت باقی نہ رہی۔

معہد القرآن الکریم کے مدیر قاری فضل ربی ہیں جن کا شمار ملک کے نامور معروف قراء میں ہوتا ہے۔ معہد میں روایت حفص تک تعلیم دی جاتی ہے البتہ اگر شوقین طلباء تقاضا کریں تو قراءات سبعہ وعشرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ اب تک تقریباً دو ہزار طلباء یہاں سے روایت حفص پڑھکر فارغ ہوچکے ہیں۔ اور اس وقت ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ بیرون ملک ٹیکساس امریکہ ریاض سعودی عرب ممباسہ کینیا افریقہ۔ انگلینڈ وغیرہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علم تجوید کا نصاب دو برس پر محیط ہے۔ پہلے برس میں جمال القرآن تیسیر التجوید پڑھائی جاتی ہیں۔ جبکہ اجتماعی طور پر مکمل قران مجید حدر میں پڑھایا جاتا ہے جن میں روایت حفص کا اجراء کرایا جاتا ہے اور اڑھائی پارے ترتیل سے پڑھائے جاتے ہیں دوسرے برس میں فوائد مکیہ مقدمۃ الجزریہ شامل نصاب ہیں۔ اور انفرادی طور پر مکمل قران مجید حدر میں پڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ پانچ پارے ترتیل کے ساتھ شامل ہیں۔

معہد کے نصب العین میں یہ بات تحریر ہے

"معہد القرآن الکریم مانسہرہ علوم دینیہ کی ایک مثالی درسگاہ ہے جس کا نصب العین اسلامی نظریہ حیات کے ارتقاء و ترویج کیلئے ایسے افراد تیار کرنا جو علمی لحاظ سے معاشرہ کے ہر طبقہ کے لئے فکری راہنمائی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ قران پاک کو تجوید و قرات کے اصولوں پر شائقین کو پڑھا سکیں اور عملی لحاظ سے ہر شعبۂ زندگی میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کے لئے معتمد کارکن ثابت ہوں"۔ (۱)

معہد میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں ملک کے چاروں صوبوں کے علاوہ فرانس ملائشیا۔ انگلینڈ ترکستان کے شائقین علم شامل ہیں۔ اس وقت طلباء کی تعداد ساڑھے تین صد ہے۔

معہد کے سالانہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً بارہ لاکھ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات و صدقات سے پورے ہوتے ہیں۔

گوشوارہ مدارس سرحد

نوعیت	تعداد مدارس
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءت بروایت حفص	۱
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	کوئی نہیں
سبعہ معہ دیگر علوم	۱
روایت حفص معہ دیگر علوم	۱
میزان	۳

صوبہ سندھ کے مدارس

تمام معلومات مدارس میں جاکر براہِ راست حاصل کی گئیں۔

دارالعلوم حسینیہ شہداد پور، ضلع سانگھڑ

دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کی بنیاد ۱۹۵۱ء میں رکھی گئی۔ اس طرح یہ مدرسہ ایسے مدارس میں شمار ہوتا ہے جن کا قیام تشکیل پاکستان کے بعد ابتدائی برسوں ہی میں عمل میں آیا۔ اس ادارہ کو قاری فتح محمد مہاجر مدنیؒ مولانا عبدالعزیزؒ قاری رحمت اللہ شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی سرپرستی حاصل رہی۔ ادارہ کا نام مولانا حسین احمد مدنی کی نسبت سے الحسینیہ رکھا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ مدرسہ شہداد پور کی مکہ مسجد سے متصل ایک کمرہ میں قائم کیا گیا تھا۔ جس میں قرآن مجید حفظ و ناظرہ کا بندوبست تھا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہاں قراءت سبعہ و عشرہ کا بندوبست بھی کر دیا گیا۔ اس وقت یہ ادارہ اپنی عمارت میں موجود ہے جس کا رقبہ پونے تین ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے۔

اگرچہ شروع میں دارالعلوم الحسینیہ حفظ و ناظرہ اور قراءت سبعہ و عشرہ ہی کا انتظام تھا تاہم اب یہاں پر درس نظامی کی کتب بھی درجہ موقوف علیہ تک پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود دارالعلوم الحسینیہ کی پہچان ستدھ میں مرکز حفظ و مرکز علم تجوید و قراءت کے حوالے ہی سے ہے۔ شعبہ تجوید و قراءت اور حفظ قرآن میں اٹھارہ اساتذہ خدمت قرآن پر مامور ہیں۔ دارالعلوم میں شعبہ تعلیم البنات بھی قائم ہے۔ جس میں صرف مقامی طالبات کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ اس شعبہ میں پانچ معلمات تدریس قرآن کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ دارالعلوم الحسینیہ کا

الحاق وفاق المدارس پاکستان کے ساتھ ہے۔ تدریس بھی وفاق کے وضع کردہ نصاب کے مطابق ہوتی ہے اور امتحان بھی وفاق ہی کے تحت ہوتا ہے۔ دارالعلوم میں پاکستان سے تعلق رکھنے والے طلباء کے علاوہ کثیر تعداد غیر ملکی طلباء کی بھی ہے۔ جن میں تیونس سری لنکا اردن انڈونیشیا۔ ملیشیا۔ سوڈان فرانس یوگنڈا۔ موزمبیق۔ جبوتی سینیگال۔ موریطانیہ۔ ترکی آسٹریلیا۔ فلپائن بلجیم یمن۔ عمان۔ متحدہ عرب امارات کے طلباء شامل ہیں۔

شعبہ تحفیظ القرآن و قرات عشرہ میں ۱۹۹۴-۹۵ء کے دوران طلباء کی تعداد سات سو بیس ۷۲۰ تھی۔ جبکہ پینسٹھ طلباء حفظ قران سے فارغ ہوئے اور قراءات کی تکمیل آٹھ طلباء نے کی۔

ماضی میں ملک اور بیرون ملک کے مشہور اور جید علماء نے دارالعلوم الحسینیہ کا معائنہ کیا اور اپنی اراء کا اظہار کیا۔ ان علماء میں مولانا مفتی محمودؒ سابق رکن قومی اسمبلی و قائد حزب اختلاف پاکستان۔ قاری رحیم بخشؒ پانی پتی مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مولانا محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند مولانا علی محمد مولانا جمشید علی۔ مولانا محمد تقی عثمانی جج شرعی عدالت پاکستان مولانا محمد یوسف لدھیانوی مولانا حق نوازؒ جھنگوی مولانا سمیع الحق رکن سینٹ پاکستان کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات نے دارالعلوم کے معیار تعلیم کو احسن قرار دیا خصوصاً درجہ تحفیظ و قرات کی مساعی اور کامیابیوں کو خوب سراہا۔

ماخوذ روئیداد بعنوان دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور کا تعارف و سالانہ گوشوارہ یکم رجب المرجب ۱۴۱۵ھ تا ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۱۱ نومبر ۱۹۹۵ء ناشر محمد یوسف مہتمم

جامعہ احتشامیہ۔ جیکب لائن کراچی

اس جامعہ کا قیام پندرہ مئی ۱۹۹۱ء کو عمل میں آیا۔ اس کے مہتمم مولانا تنویر الحق تھانوی ہیں جو پاکستان کے معروف عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں۔ جامعہ احتشامیہ مولانا موصوف ہی کے نام سے منسوب ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے سندھ کے قصبہ ٹنڈو الہ یار میں دارالعلوم اسلامیہ کے نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں شعبہ تجوید وقراءت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جس کے سرپرست اور صدر مدرس استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ تھے۔ قاری صاحب موصوف کو مولانا احتشام الحق تھانویؒ لکھنؤ سے بطور خاص ترغیب دے کر پاکستان لائے تھے جہاں وہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں علم تجوید وقراءت کی خدمت پر مامور تھے۔ ٹنڈو الہ یار میں قائم کیا دارالعلوم اسلامیہ بعض وجوہات کی بنا پر اپنی آب وتاب برقرار نہ رکھ سکا بلکہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد تقریباً ختم ہو کر ہی رہ گیا۔ جامعہ احتشامیہ دراصل دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار ہی کا تسلسل ہے جسے مولانا مرحوم کے فرزند مولانا تنویر الحق تھانوی چلا رہے ہیں۔ وہی اس کے مہتمم ہیں یہ جامعہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے مدفن اور جامع مسجد جیکب لائن کے درمیان موجود قطعہ ارض پر واقع ہے۔ یہاں شعبہ تجوید قائم ہے اور روایت حفص تک تعلیم دیجاتی ہے

ماخوذ جامعہ احتشامیہ سالانہ علمی وتبلیغی خدمات کا سرسری جائزہ مرتبہ محمد اشفاق ناظم تعلیمات

دارالعلوم کراچی

دارالعلوم کراچی کا شمار پاکستان کے ابتدائی اور اہم مدارس میں ہوتا ہے۔ اسکی بنیاد برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم مفتی اعظم محمد شفیعؒ نے ۱۱ شوال ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۶ جون ۱۹۵۱ء کو رکھی۔(۱) آغاز میں یہ ادارہ کراچی کے علاقہ نانک واڑہ کی ایک بوسیدہ عمارت میں قائم کیا گیا۔ یہ عمارت کسی زمانہ میں سکھوں کا سکول تھی جو اب خالی پڑی تھی لیکن یہ عمارت دارالعلوم کیلئے بہت ہی ناکافی تھی۔ اس لئے کورنگی کے علاقہ میں چھپن ایکڑ زمین حاصل کر کے اس پر مدرسہ کی ضرورت کے مطابق کمرے وغیرہ تعمیر کئے گئے اور دارالعلوم کو کورنگی منتقل کر دیا گیا۔ نانک واڑہ والی عمارت میں چند شعبے باقی رہ گئے(۲)

دارالعلوم کے تعلیمی شعبہ جات حسب ذیل ہیں

درس نظامی	تحفیظ و تجوید القرآن	تخصص فی الفقہ والافتاء
مکاتب تعلیم القرآن	مدرسۃ البنات	مدرسہ ابتدائیہ پرائمری سکول
تربیت ترجمہ قرآن مجید	درس ترجمہ قرآن مجید(۳)	

دارالعلوم کراچی کا شعبہ تحفیظ و تجوید القرآن سب سے قدیم شعبہ ہے۔ یہ شعبہ دارالعلوم کی تاسیس کے وقت ہی نانک واڑہ کی عمارت میں قائم کر دیا گیا تھا۔ جس کے نگران و صدر استاد الاساتذہ قاری فتح محمدؒ پانی پتی مہاجر مدنی تھے۔ اس دوران اس شعبہ نے

---

(۱) نذر احمد، جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، ۲۹۶

(۲) ماہنامہ البلاغ کراچی، مفتی محمد شفیع نمبر شعبان ۱۳۹۹ھ - ۲۳۷

(۳) " " " " " " " " " " ۵۰

علم تجوید وقراءات کی لازوال خدمت سرانجام دی۔ بے شمار طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا قراءات سبعہ وقراءات عشرہ پڑھیں (۱) قاری فتح محمدؒ ۱۹۷۲ء میں پاکستان سے ہجرت کرکے حرمین شریفین تشریف لے گئے (۲)۔ آپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے دارالعلوم کراچی کا شعبہ تجوید علم قراءت کی حد تک معطل ہوکر رہ گیا۔ اگرچہ حفظ وناظرہ کا سلسلہ بدستور جاری رہا تاہم قراءت سبعہ وعشرہ کی تعلیم وتدریس کا کام جاری نہ رہ سکا چند برس بعد یہ سلسلہ از سرنو شروع ہوا آج کل شعبہ تجوید وقراءت قائم ہے قاری عبدالملک اس شعبہ کے نگران و صدر ہیں تعلیم روایت حفص تک ہوتی ہے البتہ شائقین کیلئے سبعہ وعشرہ پڑھانے کا اہتمام بھی کردیا جاتا ہے۔

علم تجوید وقراءت کے حوالے سے دارالعلوم کراچی کی یہ خدمت بھی قابل ذکر ہے کہ قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا بیشتر تصنیفی وتالیفی کام قیام دارالعلوم کے زمانے ہی میں مکمل کیا (۳)

---

(۱) محمد طاہر رحیمی قاری، سوانح فتحیہ، ۱۲۱ (۲) ایضاً

(۳) ایضاً

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کا قیام ۱۹۵۶ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی شاہ محمد محمود الوری ہیں۔ جامعہ مجددیہ کی پوری عمارت آپ کے مرید خاص حاجی محبوب الٰہی (سندھ ٹیکسٹائل لمیٹڈ) نے اپنے ذاتی خرچ پر تعمیر کرائی۔ مدرسہ کا انتظام و انصرام رکن الاسلام ایجوکیشنل سوسائٹی کے سپرد ہے جو ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے۔

جامعہ مجددیہ میں تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کا مقرر کردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ البتہ بعض کتب میں معمولی تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ اس نصاب میں قراءت صرف پہلے دو برسوں میں شامل نصاب ہے۔ پہلے برس پارہ ۲۹۔ ۳۰ کی مشق اور دوسرے برس فوائد مکیہ پڑھائی جاتی ہے جبکہ پارہ ۲۷۔ ۲۸ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ گویا اس نصاب میں قرات کی تعلیم ابتدائی سطح تک ہے جامعہ مجددیہ میں نصاب تجوید و قراءت میں معمولی تغیر و تبدل کیا گیا ہے جو اس طرح ہے۔

سال اول۔

۱۔ علم تجوید۔ ۲۔ کتاب الصرف۔ ۳۔ کتاب النحو۔ ۴۔ ترجمہ قرآن سورۃ البقرہ۔ ۵۔ بہار شریعت حصہ اول ۶۔ رکن دین (نماز و روزہ) ۷۔ حدر۔ ایک قران پاک اور پھر اس کا اجراء ایک آدھ پارے میں

سال دوم۔

۱۔ فوائد مکیہ ۲۔ المقدمۃ الجزریہ (استعارکو زبانی یاد کرنا۔ ۳۔ شرح مائۃ عامل ۴۔ ہدایۃ النحو

۵۔ نورالایضاح ۶۔ ترجمہ قران پاک ۷۔ قصیدۂ بردہ شریف ۔ ۸۔ حدر ۔ تین قران پاک

شعبہ تجوید و قراءت کے علاوہ جامعہ مجددیہ میں حسب ذیل شعبہ جات موجود ہیں۔

شعبہ تفسیر ۔ شعبہ حدیث ۔ شعبہ فقہ ۔ شعبہ درس نظامیہ ۔ شعبہ السنۂ شرقیہ ۔ شعبہ تعلیم الخطاطی

شعبہ تخصص افتاء ۔ شعبہ تعلیم انگلیزیہ ۔ شعبہ تعلیم اللسان العربی ۔ شعبۂ حفظ و ناظرہ

ٹائپ اینڈ شارٹ ہینڈ انسٹی ٹیوٹ ۔ پرائمری سکول ۔

شعبہ تجوید سے فارغ طلباء مختلف مقابلۂ قراءت میں حصہ لیتے ہیں ۔ سنہ ۱۹۷۹ء میں ایک طالب علم مکۃ المکرمہ میں منعقد ہونے والے مقابلہ قراءت میں شرکت کی ۔

جامعہ سے علم تجوید میں فارغ ہونے والے طلباء کی صحیح تعداد کا علم نہیں ہو سکا ۔ البتہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ کے مطابق علم تجوید میں فارغ طلباء کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک ہے جامعہ مجددیہ کا شمار سندھ کے معروف مدارس میں ہوتا ۔ یہاں علم تجوید کی تعلیم ابتدائی روایت حفص میں دی جاتی ہے ۔ البتہ حدر اور مشق پر زیادہ زور دیا جاتا ہے ۔

دارالعلوم حنفیہ

سیکٹر ۱۱ ای اورنگی ٹاؤن، چورنگی نمبر ۵ کراچی

دارالعلوم حنفیہ مولانا فیض اللہ آزاد نے ۱۹۸۲ء میں قائم کیا اس کے قیام میں مفتی ولی حسن ٹونکی اور مفتی احمدالرحمٰن کا مشورہ بھی شامل تھا۔ دارالعلوم کی نگرانی انجمن جامع مسجد دارالعلوم حنفیہ کے سپرد ہے۔ ادارہ کا الحاق ابتدائی درجہ سے لیکر درجہ فوقانیہ تک وفاق المدارس پاکستان کے ساتھ ہے۔ دارالعلوم کے شعبہ جات حسب ذیل ہیں۔

درس نظامی۔ شعبہ حفظ قرآن مجید۔ شعبہ ناظرہ۔ شعبہ تربیت اخلاق۔ شعبہ تجوید وقراءت۔ شعبہ مدرسۃ البنات۔

درس نظامی میں درجہ فوقانیہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جسے دو دو برس پر تقسیم کرکے مڈل سے لیکر ایم اے کی ڈگری تک درج ذیل طریق پر منطبق کیا گیا ہے۔

۱۔ پہلے دو سال اعدادیہ (مساوی مڈل) ۲۔ دو سال ثانویہ عامہ (مساوی میٹرک) ۳۔ دو سال ثانویہ خاصہ (مساوی انٹرمیڈیٹ) ۴۔ دو سال عالیہ (مساوی بی اے) ۵۔ دو سال عالمیہ مساوی ایم اے اسلامیات یا عربی۔

شعبہ حفظ قرآن میں چھبیس بچوں کیلئے ایک استاد مقرر ہے۔ اس شعبہ میں دس اساتذہ خدمت قرآن میں مصروف عمل ہیں۔ حفظ قرآن کا تکمیلی شیڈول حسب ذیل ہے نورانی قاعدہ تین ماہ ناظرہ قرآن ایک سال۔ حفظ قرآن مکمل اڑھائی سے تین سال

اس شعبہ سے ۱۹۹۶ء تک تین سو بیس طلباء قرآن مجید حفظ کی تکمیل کر چکے ہیں۔

شعبہ تجوید و قراءت

اس شعبہ کے صدر قاری محمد شاکر انور صاحب ہیں۔ جو استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ کے فرزند ہیں۔ یہاں پر تعلیم روایت حفص تک ہی دی جاتی ہے البتہ انتظامیہ اس بات کا ارادہ رکھتی ہے کہ مستقبل قریب میں سبعہ عشرہ کی تدریس بھی شروع کی جائے۔ فارغ ہونے والے طلباء کو مدرسہ کی جانب سے تکمیلی سند دی جاتی ہے۔ اس شعبہ کا قیام و بقا قاری محمد شاکر انور صاحب کی ذات ہی سے وابستہ محسوس ہوتا ہے۔

شعبہ تربیت اخلاق میں خانقاہی انداز میں تربیت کی جاتی ہے۔ مجالس میں اصلاح اخلاق اور تزکیۂ نفس کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ نیز وقتاً فوقتاً صاحب نسبت بزرگوں اور خلفائے مجاز کے مواعظ کی مجالس بھی منعقد کی جاتی ہیں اور نقشبندی سلسلہ کا سالانہ اجتماع بھی ہوتا ہے۔ جس میں ذکر مراقبہ اور اصلاحی بیانات ہوتے ہیں۔ اس طرح اس ادارے میں تعلیم کتب کے ساتھ ساتھ مقصد تعلیم یعنی اصلاح اعمال اور تزکیہ نفس کی جانب بھی توجہ دی جاتی ہے۔

دارالعلوم میں دارالافتاء بھی قائم ہے۔

★ قاری محمد شاکر انور فروری ۱۹۹۷ء کو لاہور میں انتقال کر گئے

ماخوذ۔ از روئیداد بعنوان دارالعلوم حنفیہ مختصر جائزہ۔ جامعہ دارالعلوم حنفیہ
سیکٹر ۱۱ اے اورنگی ٹاؤن چورنگی نمبر ۵ کراچی پاکستان

مدرسہ انوار القرآن صدیقیہ کراچی

مدرسہ انوار القرآن صدیقیہ جامع مسجد قدسیہ ناظم آباد کراچی میں قائم ہے۔ اس کا قیام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء کو عمل میں آیا۔ مدرسہ میں حسب ذیل شعبہ جات موجود ہیں

۱۔ حفظ وناظرہ ۔۲۔ تجوید وقراءت ۳۔ درجہ کتب۔

حفظ وناظرہ اور تجوید وقراءت کے شعبے مدرسہ کے قیام کے ساتھ ہی شروع کر دیئے گئے تھے۔ کئی برسوں تک درجۂ تجوید وقراءت میں سبعہ عشرہ کی تدریس کا اہتمام تھا لیکن کچھ عرصہ سے صرف روایت حفص تک تعلیم کا نظم قائم ہے۔ سال اوّل میں دو کتب جمال القرآن اور تیسیر التجوید پڑھائی جاتی ہیں۔ ایک دن مشق کے لئے مخصوص ہے جبکہ دوسرے دن حدر سنا جاتا ہے۔ کتاب کا سبق روزانہ ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن اجرا کیلئے رکھا گیا ہے۔ دوسرے برس کے نصاب میں فوائد مکیہ اور مقدمۃ الجزری شامل نصاب ہے۔ پورا قرآن مجید حدر میں سنا جاتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دن مشق کیلئے اور ایک دن اجراء کیلئے مخصوص ہے۔

شعبہ تجوید وقراءت میں داخلہ کیلئے حافظ قرآن ہونا یا فاضل وفاق المدارس ہونا شرط ہے ۱۹۹۶ء میں اس شعبہ میں اکتالیس طلباء شریک درس ہیں۔ شعبہ کتب درس نظامی وفاق المدارس پاکستان سے منسلک ہے اور درجہ متوسطہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔

جملہ معلومات براہ راست مہتمم مدرسہ سے حاصل کی گئیں۔

گوشوارہ مدارس سندھ

نوعیت	تعداد مدارس
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءات سبعہ	کوئی نہیں
مختص بالقراءت بروایت حفص	۱
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱
سبعہ معہ دیگر علوم	کوئی نہیں
روایت حفص معہ دیگر علوم	۴
میزان	۶

مجموعی گوشوارہ مدارس قراءت پاکستان

نوعیت	تعداد مدارس				
	بلوچستان	پنجاب	سرحد	سندھ	میزان
مختص بالقراءات سبعہ وعشرہ	×	۴	×	×	۴
مختص بالقراءات سبعہ	×	۱	×	×	۱
مختص بالقراءات بروایت حفص	×	×	۱	۱	۲
سبعہ وعشرہ معہ دیگر علوم	۱	۴	×	۱	۶
سبعہ معہ دیگر علوم	×	۳	۱	×	۴
روایت حفص معہ دیگر علوم	۵	۷	۱	۴	۱۷
میزان	۶	۱۹	۳	۶	۳۴

آزاد کشمیر کے مدارس

آزاد کشمیر میں کسی جگہ بھی مختص بالقراءت کوئی مدرسہ نہیں ہے بلکہ وہاں پر ایسا مدرسہ بھی کوئی نہیں جہاں باقاعدہ شعبہ تجوید و قراءت قائم ہو۔ اور جس میں کم از کم روایت حفص ہی پڑھائی جاتی ہو۔ البتہ وہاں مدارس حفظ ضرور موجود ہیں۔ جنکا تذکرہ حکومت آزاد کشمیر کی طرف سے شائع شدہ فہرست مدارس میں کیا گیا ہے۔ تفصیل اس طرح ہے۔

تعداد مدارس

	طلباء	طالبات	میزان
مظفر آباد	۱۲۸	۱۶	۱۴۴
باغ	۱۵۵	۸	۱۶۳
پونچھ	۹۱	×	۹۱
میرپور	۶۱	۲	۶۳
کوٹلی	۵۶	×	۵۶
گلگت بلتستان	۱۴	۱	۱۵

نوٹ:۔ مذکورہ بالا تعداد دکوالف تجوید القرآن ٹرسٹ آزاد کشمیر مظفر آباد۔ فہرست مدارس تعلیم القرآن مسجد مکاتب ۱۹۸۹ معہ ضمیمہ ۱۹۹۰ سے ماخوذ ہیں۔

مشرقی پاکستان کے مدارس

تشکیل پاکستان کے وقت پاکستان کی علاقائی تقسیم اس طرح عمل میں آئی کہ پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں شامل ہوئے۔ اس طرح پاکستان دو حصوں پر معرض وجود میں آیا۔ بنگال کا علاقہ مشرقی پاکستان کہلایا جبکہ پنجاب سندھ، سرحد اور بلوچستان نیز شمالی علاقہ جات پر مشتمل خطے کو مغربی پاکستان کا نام دیا گیا۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کٹ کر علیحدہ ہوگیا اور بنگلہ دیش بن گیا۔ اس لحاظ سے اب مشرقی پاکستان۔ پاکستان کا حصہ نہیں بلکہ بنگلہ دیش کے نام سے علیحدہ ملک ہے۔

سابقہ مشرقی پاکستان یا موجودہ بنگلہ دیش کا اسلامی تشخص کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ کیونکہ یہاں کی اکثر آبادی مسلمان شہریوں پر مشتمل ہے۔ اسی حوالے سے اس علاقے میں دینی مدارس کی بھی کمی نہیں۔ علم تجوید کی خدمت کرنے والے مدارس کے کوائف جمع کرنے کیلئے وہاں کے مدارس کو خطوط تحریر کیے گئے۔ جن میں حسب ذیل معلومات مہیا کرنے کی استدعا کی گئی۔

۱۔ مدرسہ کا نام و پتہ

۲۔ تاریخ تاسیس

۳۔ آیا مدرسہ میں درجہ تجوید قائم ہے

۴۔ درجہ تجوید کا اجراء کب ہوا۔

۵۔ درجہ تجوید و قرارت میں تدریس کا انتظام کہاں تک ہے۔

سبعہ عشرہ ۔ صرف سبعہ ۔ صرف روایت حفص

۶۔ مدرسہ سے سبعہ عشرہ میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

۷۔ صرف سبعہ میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

۸۔ روایت حفص میں تکمیل کرنے والوں کی تعداد

ان خطوط کے علاوہ راقم نے ۱۹۹۴ء میں قیام حرمین شریفین کے دوران سابقہ مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے علماء سے ملاقاتیں کرنے کی کوشش بھی کی۔ تاکہ ان سے مشرقی پاکستان کے مدارس کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جاسکیں۔ ان تمام کوششوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق سابق مشرقی پاکستان کے اہم مدارس یہ ہیں۔

۱۔ جامعہ قرآنیہ شاہی مسجد لال باغ

۲۔ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

۳۔ اسلامیہ مدرسہ ڈھاکہ

۴۔ مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ

۵۔ مدرسۂ دارالعلوم فرید آباد

۶۔ مدرسہ قاسم العلوم کملا

۷۔ مدرسہ امدادالعلوم فرید آباد

۸۔ مدرسہ محمودیہ بریسال

۹۔ ادارۃ المعارف ڈھاکہ

۱۰۔ مدرسہ حسینیہ ڈھاکہ

۱۱۔ مدرسہ عربیہ خیریہ پٹیہ چاٹگام

۱۲۔ المدرسۃ تحفیظ القرآن ودارالایتام پاتوکھالی

۱۳۔ مدرسہ بیت الشرف چٹاگانگ

ان تمام مدارس میں درس نظامی کی کتب پڑھائی جاتی ہے ہیں اور ساتھ ہی تدریس القرآن ناظرہ وحفظ کا نظم ہے تاہم مختص بالقرات مدرسہ ان میں کوئی نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المدرسة التحفيظ القران و دار الايتام

باتوخالی، ماریچ بونیا، بتوا خالی، بنغلادیش

AL MADRASHATU TAHFIGUL QURAN & DARUL IYTAM

PATUKHALI, PO. MARICH BUNIA, PATUAKHALI, BANGLADESH.

Ref : ..... Date : .....

سعادۃ فضیلۃ الشیخ مولانا قاری محمد طاہر المؤقر ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

لبد التعیم الخاطر :

جناب مولانا صاحب ! آپکا خط ملا جسکے وجہ سے ہم بہتہی شکر گزار ہو۔ اللہ آپکو خیر و جزا دے دنیا و آخرہ میں ۔

دوسرے بات یہ ہے کہ آپ خط میں جو مانگے ہے وہ حسب ذیل

① مدرسہ کا نام : المدرسہ التحفیظ القرآن و دار الایتام ۔

② مدرسہ قائم ہونیکا تاریخ : ۱۹۷۰ء ۔

③ مدرسہ ہم خود ہی قائم کیا ، الحمد للہ ۔

④ علم و علم تجوید اہل السنہ والجماعۃ کے مطابق ہو رہا ہے ۔

⑤ تجوید کے کتاب : نزھۃ القاری ، قاری القرآن وغیرہ ۔

و روایت حفص تک

⑥ اسماء الاساتذہ ۔

① عبد الستار منصور علی ۔ ② ابو الحسین کامل ابن محمد

③ قاری حافظ شفیق الرحمٰن ④ قاری حافظ نور الحق ۔

⑤ عبد الحق مستر ۔

⑥ مولوی علی الدین ⑦ محمد یونس ۔

خادم المدرسہ ! مولوی

جزاکم اللہ خیرا احسن الجزاء ۔ وسلم عزیز الکلام وفائق الاحترام ۔

مدرسہ کے بنیاد شعادہ ہے ۔

سب سے پہلے خدمت پیش کیا ؟

مولانا عبد الستار منصور علی ۔

بنگلادیش ۔

باب ششم

تحریص و ترغیبات

قرّاء کی تنظیمیں

مجلسِ حُسنِ قراءت

قرائن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ تنظیمی سلسلہ میں سب سے پہلی کوشش ملتان میں ہوئی۔ وہاں کے معروف سماجی کارکن منشی عبدالرحمٰن خاں نے مجلس حسن قراءت کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم کے قیام کا سبب یہ ہوا کہ مختار مسعود ڈپٹی کمشنر ملتان نے تفریحی پروگرام مرتب کرنے کی غرض سے ۸۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو مختلف اداروں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی۔ اس میٹنگ میں انہوں نے منشی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"مدت سے قرآن سننے کو جی چاہتا تھا۔ اب کے اس (تفریحی) پروگرام میں قاریوں کا مقابلہ رکھو۔ منشی صاحب آپ مولانا خیر محمد صاحب کے مشورے سے اس کا اہتمام کریں" (۱)

چنانچہ منشی صاحب نے مسعود صاحب کی تجویز کو ایک تحریک کی شکل میں جاری رکھنے کیلئے ایک انجمن "مجلس حسن قراءت" کے نام سے تشکیل دی (۲)

اس مجلس کے اراکین اور اوّلین عہدیداران کا تو کسی طور پتہ نہیں چل سکا تاہم یہ بات واضح ہے کہ پاکستان میں تجوید و قراءت کے حوالے سے یہ پہلی تنظیم تھی پاکستان میں قائم ہونے والی دیگر تنظیمیں مجلس حسن قراءت کے بعد ہی وجود میں آئیں۔ منشی صاحب لکھتے ہیں۔

"میری تحریک حسن قراءت کی عالمگیر اہمیت اور مقبولیت نے اب قاری صاحبان کو بھی خواب غفلت سے جگایا اور انہیں جگہ جگہ اپنی تنظیمیں قائم کرنے کی ترغیب ہوئی کیونکہ میں تو نہ حافظ تھا نہ قاری اس لئے انہوں نے جائز طور پر یہ محسوس کیا کہ اس میدان کو ہمیں خود سر کرنا چاہیے" (۳)

---

(۱) عبدالرحمٰن منشی، کتاب زندگی، ۲۶۵ (۲) کتاب زندگی، ۲۶۵

(۳) " " " " ۲۷۵

مجلس حسن قراءت کے تحت ملتان میں خوب اچھی محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ جن کی وجہ سے ملک کے دوسرے شہروں میں بھی لوگوں کے ذہنوں میں قراءت کی محافل منعقد کرانے کا داعیہ بیدار ہوا۔ تاہم منشی عبدالرحمٰن خان کے انتقال کے بعد یہ تنظیم ختم ہو کر رہ گئی۔ اب "مجلس حسن قراءت" کا وجود ماسوائے منشی صاحب کی کتابوں کے کسی جگہ نہیں ہے۔

تنظیم القراء پاکستان

یہ تنظیم ۱۹۶۰ء میں لاہور میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے محرک قاری علی حسین صدیقی ندوی تھے جو مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کے قاری تھے۔ ان کے ایماء پر پنجاب یونیورسٹی لاہور شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم نے ایک اجلاس بلایا جس میں مختلف دینی جماعتوں کے اراکین شہر کے معروف آئمہ وخطیب حضرات کے علاوہ ترکی امریکہ اور کینیڈا سے تعلق رکھنے والے بعض مسلمان بھی شریک ہوئے یہ اجلاس لاہور کی تاریخی مسجد شاہ چراغ میں منعقد ہوا۔ علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم اس مسجد میں جمعہ کی نماز سے قبل وعظ فرماتے تھے۔

اس اجلاس میں باہم مشورے سے تنظیم القراء پاکستان تشکیل دی گئی۔ تنظیم کا صدر علامہ علاء الدین صدیقی" کو مقرر کیا گیا جبکہ قاری علی حسین صدیقی ندوی جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔[1] اس تنظیم کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ پاکستان کے تمام قراء کو متحد کر کے اشاعت قرآن کریم کی خدمت جلیلہ کیلئے

---

(۱) عبدالرحمٰن منشی، بہار رفتہ، ۱۴۷

تیار کیا جائے۔

۲۔ اس تحریک اور تنظیم کو باقاعدگی کے ساتھ چلایا جائے۔

۳۔ ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور مختلف شہروں اور قصبوں میں قراءت قرآن کی مجالس قائم کی جائیں۔

۴۔ تمام عالم اسلام میں منعقد ہونے والی مجالس قراءت میں اپنے ملک کے قاریوں کو شرکت کے مواقع مہیا کیئے جائیں۔ (۱)

یہ تنظیم اچھے جذبات اور اچھے ارادوں سے قائم ہوئی تھی۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر غیر مؤثر رہی۔ اس کی بڑی وجہ عہدیداران کی سرکاری مصروفیات تھیں جس کی بناء پر مبرد و حضرات تنظیمی امور پر خاطر خواہ توجہ مرکوز نہ کر سکتے تھے۔ جبکہ کسی بھی نوزائیدہ تنظیم کا قائم رکھنا اور اس کے کاموں میں تسلسل کا برقرار رکھنا خاصا وقت طلب اور جرآزما کام ہوتا ہے۔ یہ کام فرصت کا متقاضی ہے۔ نیز یہ کہ اس تنظیم کی خاطر خواہ تشہیر بھی نہ ہو سکی کہ عام لوگ اس میں شریک ہو کر تنظیم کے کام کو آگے بڑھا سکتے۔ بہرحال وجوہات خواہ کچھ بھی ہوں تنظیم القراء پاکستان بلند ارادوں اور بلند مقاصد کے باوجود غیر مؤثر ہو کر رہ گئی اور اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔ اور دونوں اکابر یعنی علامہ علاء الدین صدیقی مرحوم † صدر تنظیم القراء پاکستان اور قاری علی حسین صدیقی ندوی سیکرٹری جنرل تنظیم القراء پاکستان کے انتقال کے بعد یہ تنظیم ختم ہو گئی

---

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی ۲۷۵ ۔ ۲۷۶

مجلس خدام القرآن، لائل پور مغربی پاکستان

مجلس خدام القرآن لائلپور کا قیام ۱۹۶۶ء کو عمل میں آیا۔ اس مجلس کے قیام کے مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ لائلپور کے مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں اور طالب علموں میں قرآن پاک کی تعلیمات کا ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے ہائی سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کیلئے تجوید و قراءت اور قرآن پاک کی تعلیم کا اہتمام

۲۔ مظاہرہ ہائے حسن قراءت کا انعقاد۔

ا۔ دینی مدرسوں ہائی سکولوں اور کالجوں کے طلبہ کا مظاہرۂ قراءت

ب۔ پاکستان کے قراء حضرات کا مظاہرہ حسن قراءت۔

ج۔ بین الاقوامی مظاہرہ حسن قراءت۔

۳۔ مدرسۂ تجوید و قراءت کا قیام

۴۔ قرآن پاک کے موضوعات پر تحریری و تقریری مقابلوں مباحثوں اور مذاکروں کا اہتمام۔ (۱)

مجلس کے تحت شہر کے علمائے دین قراء حضرات و دیگر حضرات کے مشورہ سے مستفیض ہونے کیلئے تین مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مجلس منتظمہ۔ مجلس مشاورت اور مجلس معاونین مجلس منتظمہ عہدیداران و اراکین پر مشتمل تھی جبکہ مجلس مشاورت میں قراء حضرات علمائے کرام اور ماہرین تعلیم اور مجلس معاونین میں دین کی نسبت رکھنے والے اہل ثروت حضرات کو شامل کیا گیا۔

---

(۱) تعارف مجلس خدام القرآن لائلپور مغربی پاکستان۔ ص ۵

مجلس خدام القرآن نے اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کی غرض سے ۱۹۶۶ء میں مدرسہ مرکزی ترتیل القرآن قائم کیا جس میں علم تجوید و قراءت کی مفت تعلیم کا بندوبست کیا گیا۔

اس کے علاوہ رمضان المبارک کے دوران مجلس کے تحت اس مدرسہ میں دورۂ تجوید کا اہتمام کا بھی کیا جانے لگا۔ دورۂ تجوید ایک مختصر دورانیہ کا نصاب تجوید تھا جو بیس سے پچیس دنوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس نصاب کے ذریعہ عام لوگ مستفید ہوتے تھے۔

اس مجلس کے تحت مقامی مظاہرۂ ہائے حسن قراءت منعقد کرائے گئے اس کے علاوہ ۱۹۶۷ء میں جشن نزول قرآن کے سلسلے میں محفل قراءت منعقد ہوئی جس میں مقامی قراء کے علاوہ مصر کے تین معروف قراء نے شرکت کی۔ پھر ۱۹۶۸ء میں بین الاقوامی مظاہرۂ حسن قراءت منعقد کرایا گیا۔ جس میں پاکستان کے معروف قراء کے علاوہ۔ ایران ترکی۔ عراق۔ شام اردن اور مصر کے قاری حضرات نے شریک ہوئے لائلپور کی تاریخ میں یہ اجتماع اپنی نوعیت کا پہلا بے مثال اجتماع تھا۔ اس محفل میں مصر کے عالمی شہرت کے حامل قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد اور قاری خلیل حصری بھی شریک ہوئے۔ جو پہلی بار پاکستان تشریف لائے تھے۔

مجلس خدام القرآن کا آغاز بڑا بھرپور تھا۔ اور لائلپور (فیصل آباد) کی حد تک اس مجلس نے علم تجوید کا ذوق پیدا کرنے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ لیکن یہ مجلس اس تسلسل کو برقرار نہ رکھ سکی اور دو تین برس کے بعد اس کا وجود ہی ختم ہو کر رہ گیا۔

اتحاد القراء پاکستان

پاکستان کی تاریخ میں پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کا دن بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس روز ملک میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی ملک میں اسلامی نظام بالاتری قائم کرنے کیلئے مختلف اقدامات شروع کیے۔ انہوں نے حکم جاری کیا کہ دینی مدارس کے نصاب سے متعلق ایک کمیٹی قائم کی جائے اور وہ ایک مفصل رپورٹ تیار کرے جسمیں مدارس کے نصاب میں اصلاحی تجاویز مرتب کی جائیں۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاہور کے بعض قراء کرام نے ایک تنظیم اتحاد القراء پاکستان کے نام سے قائم کی جس کے مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ وہ تجوید و قراءت کا ایک نصاب مرتب کرکے حکومت کو ارسال کرے تاکہ علم تجوید و قراءت کو بھی باقاعدہ مدارس کے دینی نصاب میں شامل کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں قاری احمد میاں تھانوی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"ماہ و سن تو مجھے یاد نہیں صدر ضیاء الحق کا دور تھا۔ جب انہوں نے احکامات جاری کیئے اور دینی مدارس کے نصاب سے متعلق ایک کمیٹی قائم کی جس نے دینی مدارس کے بارے میں ایک رپورٹ بھی تیار کی۔ اس موقع پر احقر نے محسوس کیا کہ جب حکومت دینی مدارس کا مشترکہ نصاب مقرر کر رہی ہے تو تجوید و قراءت کے مدارس بھی مل کر اور قراء کی جماعتیں متفق ہوکر ایک نصاب تعلیم تجوید و قراءت پر مشتمل حکومت پاکستان کو ارسال کریں۔ چنانچہ میں حضرت

استادِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس تجویز کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ فوری طور پر ملک بھر سے تمام ہم خیال قراء کو لاہور میں جمع کرنے کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اس سلسلے میں احقر قاری عبدالرحمٰن ڈیروی صاحب قاری فاروق احمد صاحب اور قاری عبدالملک صاحب کے باہمی تعاون سے قراء کی ایک میٹنگ لاہور میں بلوائی جس کی تمام تر راہنمائی حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانویؒ قدم قدم پر فرماتے رہے۔ اور یوں آپکی سرپرستی میں ہم نے "اتحاد القراء" کے نام سے ایک قومی سطح کی تنظیم قائم کی جسمیں ملک بھر کے قراء کرام شریک ہوئے۔ اسی تنظیم نے آگے چل کر نصاب کمیٹی کو ایک مکمل نصاب تعلیم تجوید و قراءات ارسال کیا (۱)

اتحاد القراء پاکستان نے نصاب تعلیم کی ترسیل کے علاوہ کیا نمایاں کام سرانجام دیے اس بارے میں مصدقہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں البتہ اتحاد القراء کی چند شاخیں دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئیں لیکن اس کے باوجود یہ تنظیم فعال نہ رہی۔ اس کی ایک شاخ فیصل آباد میں بھی قائم ہوئی جس کے تحت کبھی کبھار محفل قراءت منعقد ہوتی ہے۔

(۱) عزیر احمد، منبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد، ۱۸۳ - ۱۸۴

اقرا

یہ قراء حضرات کی عالمی تنظیم ہے۔ جس کا پورا نام ہے

INTERNATIONAL QURAN RECITERS ASSOCIATION

اس پورے نام کے پہلے پہلے حروف کو جمع کرکے اس کا اختصار یہ IQRA اقرا بنایا گیا ہے۔ اس تنظیم کی داغ بیل مصر میں ڈالی گئی۔ جس کی ایک شاخ پاکستان میں بھی قائم ہوئی۔ پاکستان شاخ کے چیف آرگنائزر پاکستان کے معروف قاری زاہر قاسمی کو مقرر کیا گیا۔ جو اقرا کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ اس تنظیم کے مرکزی عہدیداران میں شیخ القراء محمود الحصری۔ شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد جیسے بین الاقوامی معرفت رکھنے والے قراء شامل تھے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی اس تنظیم کے حوالے سے پاکستانی مسلمانوں کے نام ۱۹۷۱ء میں ایک اپیل جاری کی۔ یہ اپیل عربی زبان میں ہے جس کا اردو ترجمہ ایک مطبوعہ پمفلٹ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا

"شیخ القراء شیخ محمود الحصری اور شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد اور دنیائے اسلام کے دوسرے ممتاز قاریوں کا پاکستانیوں کے نام پیغام

ایسے دور میں جبکہ لادینی تحریکات اپنے شباب پر ہیں جبکہ عالم اسلام مصائب کا شکار ہے جبکہ اسرائیل اور دوسری طاغوتی طاقتیں قرآن پاک میں تحریف کرکے کروڑوں کی تعداد میں شائع کراکر اس کو غلط کرنے کے درپے ہیں پاکستانی

مسلمانوں نے قرآن کریم کی خدمت و حفاظت جس خلوص و محبت اور عظمت کے ساتھ والہانہ انداز میں کی ہے اُسے تمام عالم اسلام کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ "اقرا" خدمت قرآن اور عالم اسلام میں اتحاد و رابطہ کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ ہے۔ ہمیں امید ہے اور ہماری آپ سے درخواست بھی ہے کہ آپ ہماری اس عالمی تنظیم "اقرا" کی دامے درمے قدمے سخنے زیادہ سے زیادہ مدد فرمائیں گے وما توفیقی الا باللہ"(۱)

پاکستان میں اس تنظیم نے اپنے کام کا آغاز ۱۹۶۸ء سے کیا جبکہ عالمی سطح پر پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں سب سے پہلی بین الاقوامی محفل قراءت کا انعقاد کیا گیا۔ پھر ہر سال اس نوعیت کی محافل قراءت "اقرا" کے تحت منعقد ہونے لگیں۔ جن شہروں میں یہ محافل منعقد ہوئیں ان میں کراچی لاہور۔ راولپنڈی۔ پشاور کوئٹہ۔ لائلپور (فیصل آباد) شامل ہیں(۲)

"اقرا" کے تحت پاکستان میں آخری محفل قراءت ۱۹۷۱ء میں منعقد ہوئی۔ جس میں مقامی قراء کے علاوہ دس اسلامی ممالک کے بیس قاریوں نے حصہ لیا۔ اس محفل کے بعد قاری زاہر قاسمی جو "اقرا" کے چیف آرگنائزر تھے اپنی بیماری کی وجہ سے اس تسلسل کو جاری نہ رکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد "اقرا" پاکستان کی حد تک ختم ہی ہو گئی۔ پھر بیس برس بعد فیصل آباد میں اقراء کی نشاۃ ثانیہ ۱۹۹۱ء میں ہوئی۔ جس کے صدر قاری محمد طاہر اور سیکرٹری جنرل ڈاکٹر صولت نواز مقرر ہوئے۔ "اقرا" کا ترجمان ماہنامہ "التجوید" جاری کیا گیا

---

(۱) زاہر قاسمی قاری۔ پمفلٹ قاریوں کی عالمی تنظیم۔۲

(۲) " " " " " " " " " "

بزمِ ندائے مسلم پاکستان

یہ بزم لاہور کے چند نوجوانوں نے قائم کی ہے جس کا دفتر بی I ٹاؤن شپ لاہور میں واقع ہے۔ اس بزم کے قیام کا سب سے بڑا اور واحد مقصد قرآن مجید کو تجویدی قواعد کے مطابق پڑھنے کی ترغیب وتشویق دلانا ہے۔ اس مقصد کیلئے بزم نے قرآن مجید کو بذریعہ ڈاک پڑھانے کا انتظام واہتمام کیا ہے۔ اور تجویدی قواعد پر مشتمل چار مختصر پمفلٹ شائع کئے ہیں۔ ان پمفلٹ کا عنوان "آیئے قرآن شریف پڑھیں" ہے۔ جن میں حروف و مخارج کی ادائیگی وغیرہ کو شکلوں اور خاکوں کی مدد سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تمام پمفلٹ شائقین کو بذریعہ ڈاک ارسال کیئے جاتے ہیں۔ کورس کی مدت تین ماہ مقرر کی گئی ہے اور یہ سلسلہ بیس اسباق اور پانچ امتحانی پرچوں پر مشتمل ہے جو چار قسطوں میں مکمل کرایا جاتا ہے۔ ہر پرچے میں اسی فیصد نمبر حاصل کرنا ضروری ہیں کورس کی تکمیل پر سند بھی دی جاتی ہے۔

بزم ندائے مسلم پاکستان اچھے جذبے قائم کی گئی ہے۔ بزم کے اراکین نے مقدور بھر اس بات کی کوشش کی ہے کہ عام لوگوں میں قرآن مجید کو تجوید کے مطابق تلاوت کرنے کا داعیہ پیدا ہو اور وہ علم تجوید سے شناسائی بھی حاصل کر سکیں۔ تاہم قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس بزم کو اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہی لوگوں میں تاحال اس کو قبول عام حاصل ہو سکا ہے۔

انجمن صوت القراء پاکستان

انجمن صوت القراء پاکستان ۱۹۶۸ء میں قائم ہوئی

اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے ۔ اس انجمن کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ ملک کے تعلیمی اداروں مساجد اور دیگر اجتماعات میں محافل قراءت منعقد کر کے طلباء اور عوام میں تعلیمات قرآنی کا شوق پیدا کرنا ۔ اور دینی شعور بیدار کرنا ۔

۲۔ اسلام کی سربلندی اور ارتقاء کیلئے طلبہ اور عوام کو متحد کر کے ان کے اخلاق کی اصلاح اور کردار کی تکمیل کرنا ہے

۳۔ اسلام اور فن تجوید و قراءت کی خاطر وقتاً فوقتاً لٹریچر شائع کرنا جس میں ایک ماہانہ یا سہ ماہی جریدے کا اجراء بھی شامل ہے ۔

۴۔ انجمن کے زیر انتظام خصوصاً تجوید و قراءت کے حوالے سے ایک لائبریری کا قیام عمل میں لانا اور اس میں سمعی بصری (آڈیو ویڈیو) ریکارڈنگ کی موجودگی کو یقینی بنانا ۔

۵ ۔ تعلیمی اداروں کے نصاب میں تجوید و قراءت کو بطور مضمون شامل کروانے اور قاری طلباء کو فن تجوید و قراءت کی بنیاد پر تعلیمی اداروں میں سہولتیں دلانے کی کوشش کرنا ۔

۶۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن پر قاری طلباء کو نمائندگی دلانے اور فن تجوید و قراءت سے متعلق اسباق نشر کروانے کے لئے جدوجہد کرنا

۷۔ دیگر اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی عالمی مقابلہ حسن قراءت اور بین الاقوامی محافل قراءت کے انعقاد کی سعی کرنا ۔ (۱)

اس انجمن کی حیثیت محض کاغذی ہے ۔ ارکان کی تعداد بھی چند افراد پر مشتمل ہے ۔ ۱۹۹۵ء میں

---

(۱) تعارف نامہ ، انجمن صوت القراء پاکستان ، ۳۔ ہ

محکمہ اوقاف حکومت پاکستان نے مصر۔ بنگلہ دیش اور چند دوسرے ممالک کے قراء کو دعوت دی۔ ان حضرات کے اعزاز میں پاکستان کے مختلف شہروں میں محافل قراءت منعقد کیں انجمن صوت القراء نے محکمہ سے ان محافل کے انعقاد میں تعاون کیا۔ اس سے زائد اس انجمن کی کوئی نمایاں کارکردگی سامنے نہیں آئی۔

جمعیت القرآن پاکستان

جمعیت القرآ پاکستان کے نام سے تین تنظیمیں قائم ہوئیں۔ دو لاہور میں اور ایک ملتان میں بنی۔ ملک میں جب محافل قراءت منعقد کرانے کا رواج ہوا تو ریڈیو پاکستان نے بھی محفل قراءت کو اپنے پروگراموں میں جگہ دی۔ اس طرح مختلف قراء کرام کو ریڈیو پاکستان کے تحت منعقد ہونے والی محافل قراءت میں شریک ہونے کے مواقع ملے۔ لاہور سٹیشن سے نشر ہونے والی محفل قراءت میں جو قاری حضرات شرکت کرتے تھے انہوں نے ریڈیو اور ٹیلی وژن پر تلاوت کرنے والے قراء حضرات پر مشتمل ایک تنظیم قائم کی۔ جس کا نام انہوں نے مرکزی جمعیت القراء رکھا۔[1]

قرائن اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ تنظیم قائم تو ہوئی لیکن اس تنظیم نے علم تجوید و قراءت کے فروغ کے سلسلے میں کوئی قابل قدر کام نہ کیا۔ اسکی حیثیت نشستند گفتند برخاستند سے آگے نہ بڑھ سکی۔

اسی نام سے دوسری تنظیم بھی لاہور ہی میں قائم ہوئی۔ جس کا قیام ۱۹۹۲ء کو عمل میں آیا۔ یہ جمعیت لاہور کے چند نوجوان قاری حضرات نے قائم کی ہے۔ جس کا بڑا اور واحد مقصد محافل قراءت کا انعقاد ہے تاکہ ان کے ذریعے لوگوں میں تجوید و قراءت کا ذوق اور رغبت پیدا ہو۔ جمعیت القرآء وقتاً فوقتاً محافل قراءت منعقد کراتی ہے اور سال میں ایک مرتبہ کل پاکستان سطح پر بڑی محفل قراءت منعقد کراتی ہے۔ جس میں پاکستان بھر سے نامور قراء شرکت کرتے ہیں۔

---

[1] عزیز احمد تھانوی، منبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد، ۱۸۳

جمعیت القراء پاکستان

جمعیت القراء پاکستان ہی کے نام سے تیسری تنظیم ملتان میں قائم ہوئی۔ یہ بات تو پہلے مذکور ہو چکی کہ سب سے پہلی تنظیم مجلس حسن قراءت کے نام سے ملتان میں قائم ہوئی۔ جس کے تحت ملتان میں بھرپور محافل قراءت منعقد کی گئیں۔ ان محافل کی کامیابی کو دیکھ کر بعض لوگوں نے جمعیت القرا کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔

منشی عبدالرحمٰن کے قول کے مطابق اس جمعیت کے قیام کا مدعا اور مقصد اشاعت و ترویج قراءت نہ تھا بلکہ کچھ دنیاوی اغراض سامنے تھیں کیونکہ سرکاری اقدامات کے تحت قاری حضرات کو سکولوں وغیرہ میں نوکریاں ملنے لگ گئی تھیں اس ضمن میں منشی عبدالرحمٰن خان لکھتے ہیں۔

"دین کی آڑ میں دنیا کمانے والے مفاد پرست اور خود غرض طبقہ نے اتحاد بین المسلمین کی اس شاندار تنظیم میں تفریق ڈالنے کیلئے مجلس حسن قراءت اور تنظیم القراء کے مقابلہ میں بریلویوں کی ایک الگ تنظیم جمعیت القراء پاکستان کی بناء ڈالی۔ اور حکام بالا کو یہ فریب دیکر کہ تحریک جائزہ حسن قراءت کے وہ بانی ہیں ملازمتیں حاصل کر لیں حالانکہ ان کا مجلس حسن قراءت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہ تھا"(۱)

---

(۱) عبدالرحمٰن خاں منشی، کتاب زندگی، ۲۷۸

تعلیم القرآن ٹرسٹ

پاکستان اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں قرانی تعلیم اور علم تجوید و قراءت کو عام کرنے میں تعلیم القرآن ٹرسٹ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی مرحوم تھے۔ ان کے والد ہندو ساہوکار تھے جو گوجرانوالہ کے موضع ترگڑی کے رہنے والے تھے۔ سودی کاروبار ان کا پیشہ تھا۔ اپنے علاقہ میں لالہ جواندامل کے نام سے ایک معروف شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں ہدایت کی دولت سے مالامال کیا امام غزالیؒ کی کتب کے مطالعہ سے ان پر اسلام کی حقانیت منکشف ہوئی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور جواندامل سے شیخ عبدالرحیم موسوم ہوئے۔ ان کے دل میں اللہ تعالےٰ نے قران کی خدمت کا داعیہ پیدا کیا۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے اپنے ذاتی خرچ پر لاہور کی ایک مسجد میں قرآنی تعلیم کا مکتب کھولا۔ یہی جذبہ ان کے بیٹے شیخ محمد یوسف سیٹھی کو ورثہ میں ملا۔ انہوں نے سنہ ۱۹۷۹ء میں تعلیم القرآن ٹرسٹ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا بنیادی مقصد ملک کے مختلف حصوں میں قرانی تعلیم کے مکاتب قائم کرنا تھا۔ ٹرسٹ کے تمام اخراجات وہ خود برداشت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنی آمدن کا پانچواں حصہ ٹرسٹ کو دیں۔

ٹرسٹ کسی بھی علاقے کے لوگوں کے عملی تعاون سے قرانی مکتب کھولتا ہے۔ اس سلسلے میں ٹرسٹ کا طریق کار یہ ہے کہ وہ مقامی لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے علاقے

میں قرآنی مکتب کھولنے کا بندوبست کریں۔ اس سلسلے میں ٹرسٹ بھرپور معاونت کرے گا اور پورے اخراجات کا ایک تہائی حصہ مالی امداد بھی دیگا۔ ٹرسٹ کی اس تحریک پر پاکستان کے تقریباً تمام بڑے چھوٹے شہروں میں قرآنی مکاتب قائم ہوگئے۔ جن میں مستند جید قراء کرام قرآن مجید کو تجوید و قراءات کے مطابق تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ تعلیم القرآن ٹرسٹ نے ایک ادارہ معہد القران الکریم کے نام سے مانسہرہ میں قائم کیا۔ جہاں مستند قاری حضرات کو تدریس القران کی تربیت دی جاتی تھی۔ گویا یہ ایک ایسا مرکز تھا جہاں قران کریم کی تعلیم کیلئے قاری اساتذہ تیار ہوتے تھے۔ (یہ مرکز اب بھی قائم ہے لیکن اب اس نے مستقل مدرسہ قراءات کی صورت اختیار کرلی ہے۔ تربیت اساتذہ والی کیفیت اب باقی نہیں رہی۔ اس مدرسہ کے کوائف و حالات باب چہارم میں سرحد کے مدارس کے ذیل میں مندرج ہیں۔ راقم)

تعلیم القرآن ٹرسٹ نے ۱۹۶۸ء میں اس بات کی بھی کوشش کی کہ مدارس و مساجد میں حفظ قرآن اور تجوید و قراءات کے مکاتب کے اجراء کے ساتھ سکولوں میں بھی اس کار خیر کا اجراء کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے سکولوں میں بھی مساجد کی طرح مستند قراء کو مقرر کیا جائے تاکہ سکول کے طلباء بھی تجوید کے مطابق قرآنی تعلیم سے بہرہ ور ہو سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی نے محکمہ تعلیم کے ارباب حل و عقد سے رابطہ قائم کیا جسکے نتیجے میں سیکرٹری تعلیمات حکومت مغربی پاکستان نے ایک حکمنامہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ صوبے کے تمام سرکاری و غیر سرکاری سکولوں میں مسلمان طلباء کیلئے قرآن مجید کی تدریس کی غرض سے قراء اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ اس منصوبے کے جملہ اخراجات تعلیم القرآن ٹرسٹ کے ذمہ ہونگے۔ اس سکیم کے تحت ملک کے بیشتر سکولوں میں

قاری اساتذہ کا تقرر عمل میں آیا۔

یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ تعلیم القرآن ٹرسٹ نے نہ صرف پاکستان میں قرآنی تعلیم کے مراکز قائم کیئے بلکہ ٹرسٹ کو مرکز اسلام سعودی عرب مکہ و مدینہ میں بھی ایسے مراکز کھولنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور اس طرح پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے کی عملی تعبیر سامنے آئی۔ سعودی عرب کے مختلف شہروں میں قرآنی تعلیم کے مراکز کا قیام رابطہ عالم اسلامی کے شیخ صالح قزاز کے توسط سے عمل میں آیا۔ اور پاکستان سے فاضل قراء کرام کو بطور اساتذہ ان مراکز میں بھیجنا طے پایا۔ اور یہ کہ ان اساتذہ کی تنخواہوں کا ایک تہائی حصہ ٹرسٹ ادا کرے گا۔ اس مقصد کیلئے حکومت پاکستان نے ساٹھ ہزار روپے سالانہ زر مبادلہ دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ سہولت ختم کر دی گئی۔ مکہ مکرمہ میں جماعۃ الخیریہ تحفیظ القرآن کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جسکی نگرانی تعلیم القرآن ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سیٹھی کے سپرد ہوئی جماعت الخیریہ تحفیظ القرآن کا آغاز شعبان ۱۳۸۲ھ کو عمل میں آیا۔ اس کا تذکرہ سعودی عرب سے شائع ہونے والے گزٹ میں ان الفاظ میں کیا گیا۔

" بدأت المسيرة المباركة للجماعة الخيرية لتحفيظ القرآن الكريم بمكة المكرمة في شهر شعبان سنة ۱۳۸۲ھ عندما وصل من باكستان فضيلة الشيخ محمد يوسف سيتي الباكستاني وطرح فكرة انشاء مدارس لتحفيظ القرآن الكريم في المملكة العربية السعودية اسوة بعمله الذي قام به في باكستان فلقيت هذه الفكرة ارتياحا واستحسانا لدى القائمين لشئون هذه

البلاد المبارکة .....

فتأسست فی شهر رمضان سنة ۱۳۸۲ھ جماعة تحفیظ القرآن الکریم بمکة المکرمه. وهی اوّل جماعة تأسست بالمملکة العربیة السعودیه وتعتبر نواةً لغیرها من الجماعات التی تأسست فی المدینة المنوره والریاض وجدة والطائف والباحة وبریده وغیرها من مناطق المملکة (۱)

جماعت خیریہ برائے حفظ القرآن مکہ مکرمہ کا بابرکت قیام شعبان ۱۳۸۲ھ کو عمل میں آیا جبکہ پاکستان سے ایک بزرگ شیخ محمد یوسف سلیمیؒ یہاں تشریف لائے اور انہوں نے پاکستان کی طرز پر سعودی عرب میں بھی حفظ قرآن کے مدارس قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ ان کی اس تجویز کو یہاں پر بنظر استحسان دیکھا گیا۔ اور یہاں کے مقدس شہروں میں ایسے مدارس قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ .....

چنانچہ ماہ رمضان ۱۳۸۲ھ کو مکہ مکرمہ میں جماعت تحفیظ القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ مملکت سعودی عرب میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی تنظیم تھی جس کا قیام ان تنظیموں سے بالکل جداگانہ تھا جو اس قبل مملکت کے مختلف شہروں یعنی مدینہ منورہ ریاض جدّہ طائف اور بریدہ وغیرہ میں قائم ہو چکی تھیں۔

اس تنظیم کے پہلے صدر شیخ محمد یوسف سلیمیؒ تھے جبکہ نائب صدر علوی بن عباس مالکی کو مقرر کیا گیا۔ اس کے اراکین میں جناب محمد صالح قزاز اور ڈاکٹر غلام مصطفےٰ محمد

---

(۱) روئیداد۔ وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد جماعت تحفیظ القرآن الکریم مکۃ المکرمہ ۷

ابراھیم ۔ جناب صالح باحارث اور جناب شیخ عبداللہ بن سعید شامل تھے ۔[۱]
شیخ محمد یوسف سیبھٹی کے انتقال کے بعد شیخ علوی بن عباس مالکی شیخ حسن بن محمد المشاط شیخ محمد صالح قزاز جماعت تحفیظ القرآن کے یکے بعد دیگرے صدر بنے ۔ ۱۴۰۹ھ میں شیخ محمد صالح قزاز کا انتقال ہوگیا تو جماعت کی صدارت شیخ محمد صالح باحارث کے سپرد ہوئی آج کل وہی جماعت کے سربراہ ہیں[۲]

پاکستان ۔ سعودی عرب میں نمایاں کامیابیوں کے بعد تعلیم القرآن ٹرسٹ نے سوڈان ۔ شام اور کویت میں بھی قرآنی تعلیم کے مراکز قائم کئے[۳] ٹرسٹ نے اس لحاظ سے قرآنی تعلیم کو عام کرنے کی ایسی خدمت سرانجام دی جس کے اثرات ہمیشہ باقی رہیں گے ۔ اگرچہ ٹرسٹ کے تحت قائم ہونے والے مراکز و مدارس میں زیادہ توجہ حفظ قرآن اور ناظرہ تعلیم کی طرف دی گئی تاہم اس کی وجہ سے بالواسطہ علم تجوید و قراءت کو فروغ حاصل ہوا ۔ کہ ان مراکز میں تدریس پر مامور اساتذہ سبعہ و عشرہ کے جید قاری ہیں اور تجوید کے مطابق ہی حفظ کراتے اور ناظرہ پڑھاتے ہیں افسوس کہ سیبھٹی صاحب کے انتقال کے بعد پاکستان میں ٹرسٹ کی وہ صورت حال برقرار نہ رہ سکی ۔ اگرچہ مراکز قائم ہیں تاہم ہر مرکز خود مختار ادارہ ہے ۔ سعودی عرب میں جماعت تحفیظ القرآن کا انتظام وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد کے سپرد ہے جس کے صرف مکہ مکرمہ میں ایک سو چودہ مدارس میں قران کی خدمت ہو رہی ہے[۴]

---

(۱) روئیداد ۔ وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد جماعت تحفیظ القرآن الکریم مکہ مکرمہ ۱۴۱۵ھ ۔ ۸

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۳) سیارہ ڈائجسٹ قران نمبر ۳/۵۰۴ (۴) روئیداد وزارۃ الشئون اسلامیہ ۱۴۱۵ھ ۔ ۸

تعلیم القرآن خط وکتابت سکول

یہ تنظیم ۱۹۷۴ء میں قائم ہوئی۔ اس تنظیم کے قیام کا خیال سب سے پہلے لاہور کے معروف استاد حافظ نذر احمد صاحب کے دل میں پیدا ہوا۔ جو کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر رہے۔ پھر انہوں نے لاہور میں شبلی کالج کے نام سے اپنا تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اس ادارے کے ایک طالب علم کے نام بائبل سوسائٹی کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جسمیں کچھ بائبل کے اسباق وغیرہ تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایسا ہی ایک خط حافظ نذر احمد صاحب کے نام بھی آیا جس میں انہیں عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ بس یہی خط تعلیم القرآن خط وکتابت سکول نامی تنظیم کے قیام کا باعث بنا حافظ صاحب نے عیسائی مشنریوں کی کوششوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنے چند اہل خیر ساتھیوں کے تعاون سے قرآنی تعلیم وتبلیغ کے کام کو شروع کیا۔

اگرچہ بنیادی طور پر یہ تنظیم عیسائی مشنریوں کی یلغار کو روکنے کیلئے قائم کی گئی تھی تاہم آہستہ آہستہ اس تنظیم کے تحت قرآن حکیم کی ناظرہ تلاوت اور تدریس حفظ کا انتظام بھی بطریق احسن ہونے لگا۔ تعلیم القرآن خط وکتابت سکول کا دائرہ عمل پورے پاکستان پر محیط ہے لیکن اس تنظیم کا زیادہ تر کام پاکستان کی جیلوں میں ہو رہا ہے۔ جہاں قیدیوں کو قرآن کریم کی ناظرہ وحفظ تعلیم دی جاتی ہے۔ ساری تعلیم خط وکتابت کے ذریعہ ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی ہر جیل میں قاری معلم بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی ناظرہ

اور حفظ تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر اسلامی تعلیمات کا انتظام و اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پانچ مختصر کورسز کی کتابیں بھی قیدی طلباء کو مہیا کی جاتی ہیں۔ مخصوص مدت میں ان مجوزہ کورسز کو مکمل کرنے والے قیدی طلباء کا باقاعدہ تحریری اور شفاہی امتحان لیا جاتا ہے۔ اس مقصد کیلئے ممتحن حضرات امتحانی نظم الاوقات کے مطابق جیل میں جا کر امتحان لیتے ہیں۔ کامیاب طلباء کیلئے حکومت کی طرف سے ان کی قید کی مدت میں تخفیف کردی جاتی ہے۔ (۱)

۱۹۷۴ء سے لیکر ۱۹۹۳ء تک بیس برسوں میں اس تنظیم کے تحت استفادہ کرنے والے طلباء کی تعداد ۳۹۴۲۲۳ ہوچکی تھی۔ اس تعداد میں مسلمان طالب علم بھی شامل ہیں اور غیر مسلم بھی۔ + یہ تعداد ان طلباء کی ہے جو عام ہیں اور پاکستان کے مختلف علاقوں قصبوں اور شہروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیلوں میں محبوس طلباء اس کے علاوہ ہیں۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کی جیلوں میں جن قیدی طلباء نے تعلیم القرآن خط و کتابت سکول سے استفادہ کیا ان کی تعداد ۸۱۱۱ ہے (۲)

تعلیم القرآن خط و کتابت سکول کے نظم کے تحت قرآن کریم ناظرہ پڑھنے والے اور حفظ کرنے والے قیدی طلباء کی تعداد وغیرہ سے متعلق گوشوارہ حسب ذیل ہے جس سے اس تنظیم کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

---

(۱) ہفت روزہ ندا / شمارہ ۳۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۸

(۲) ہمارے بیس سال (تعلیم القرآن خط و کتابت سکول پوسٹ بکس ۱۷۱۲ لاہور

گوشوارہ اعداد و شمار ۱۹۹۳ء جیل خانہ جات پنجاب قرآن کریم حفظ و ناظرہ

	مکمل حفظ کیا	ناظرہ مکمل کیا			
۱ سینٹرل جیل فیصل آباد	۲	۳۸۶	۱۵۔ ڈسٹرکٹ جیل قصور	-	۴۰
۲ " " میانوالی	۳	۲۵۳	۱۶۔ " " جہلم	-	۳۳
۳ " " بہاولپور	—	۱۸۸	۱۷۔ بورسٹل جیل بہاولپور	-	۲۶
۴ " " ملتان	—	۱۵۵	۱۸۔ ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ	-	۴۶
۵ " " ساہیوال	-	۱۱۲	۱۹۔ " " اٹک	-	۲۹
۶۔ " " لاہور	۱	۱۲۲	۲۰۔ " " ملتان		۲۵
۷۔ " " راولپنڈی	-	۹۹	۲۱۔ " " جھنگ		۴۲
۸۔ " " گوجرانوالہ	-	۸۰	۲۲۔ " " رحیم یار خاں		۲۱
۹ " " ڈیرہ غازیخاں	-	۴۲	۲۳۔ " " گجرات		۱۲
۱۰ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ		۱۵۳	۲۴۔ " " راجن پور		۷
۱۱ " " فیصل آباد	+	۱۰۶	۲۵۔ " " بہاولنگر	-	-
۱۲ " " شاہ پور	۱	۵۹			
۱۳ " " لاہور	-	۴۶			
۱۴۔ " " سرگودھا	-	۳۸			

گوشوارہ اعداد و شمار ۱۹۹۳ جیل خانہ جات پنجاب قرآن کریم حفظ ناظرہ

نوٹ:۔ یہ گوشوارہ صرف ایک برس کا ہے۔ اسی پر قیاس کر کے اس ادارے کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے

دینی جرائد و مجلّات

سہ ماہی "الاحسان"

سہ ماہی "الاحسان" کا آغاز ماہ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں ہوا۔ اس رسالہ کے سرپرست صوبہ سرحد کے معروف روحانی پیشوا بزرگ مولانا سید عبدالرؤف ہیں۔ جو دارالعرفان اوگی ضلع مانسہرہ کے بانی اور مہتمم بھی ہیں۔ اس لحاظ سے سہ ماہی "الاحسان" دارالعرفان اوگی کا ترجمان ہے اس جریدے کے اعزازی مدیر مولانا قاری محمد صدیق ہیں۔ اس میں دینی علمی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ تاہم بیشتر مضامین کا تعلق تصوف سے ہوتا ہے۔

علم تجوید و قراءت سے متعلق صرف ایک مضمون اب تک شائع ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
بین الاقوامی محفل قراءت (۱)	محمد محمود احمد	واقعاتی

(۱) سہ ماہی الاحسان - جنوری تا مارچ ۱۹۹۵ء

پندرہ روزہ الارشاد جدید

الارشاد جدید پندرہ روزہ جریدہ ہے جس کا آغاز مئی ۱۹۵۲ء کو کراچی سے ہوا۔ پہلے مدیر ملک عبدالخان ابوالنضل علوی تھے۔ مقام اشاعت بارنس اسٹریٹ نزد مھوتی مارکیٹ کراچی ۳ تھا۔ بعد میں الارشاد جدید آسن مل اوجھا روڈ کراچی سے شائع ہونے لگا۔ محمد سعید پریس والا اور عبدالوکیل خطیب بھی اس کے مدیر رہے۔ اس جریدے میں دینی سیاسی علمی اور تنقیدی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت سے متعلق شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
علم تجوید و قراءت (۱)	عبدالرشید عبیدالرحمٰن فاروقی	علمی
علم تجوید و قراءت (۲)	〃 〃 〃 〃	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۳)	〃 〃 〃 〃	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۴)	〃 〃 〃 〃	〃
علم تجوید و قراءت (۵)	〃 〃 〃 〃	〃

(۱) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی۔ اپریل ۱۹۶۲ء (۲) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی مئی ۱۹۶۲ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 جون ۱۹۶۲ء (۴) 〃 〃 〃 〃 جولائی ۱۹۶۲ء

(۵) 〃 〃 〃 〃 اگست ۱۹۶۲ء

علم تجوید و قراءت (۱)	عبدالرشید عبیدالرحمٰن فاروقی	علمی و فنی
علم تجوید و قراءت (۲)	〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۳)	〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۴)	〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۵)	〃 〃 〃	〃 〃
علم تجوید و قراءت (۶)	〃 〃 〃	〃 〃
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ (۷)	سید عبدالرؤف	تنقیدی
بعد تلاوت مستحب ہے صدق اللہ العظیم (۸)	مفتی جمیل احمد تھانوی	تنقیدی
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ بجواب صدق اللہ العظیم مستحب ہے از مفتی جمیل احمد (۹)	سید عبدالرؤف	تنقیدی
صدق اللہ العظیم علماء و قراء کیلئے لمحہ فکریہ بجواب صدق اللہ العظیم مستحب ہے از مفتی جمیل احمد (۱۰)	سید عبدالرؤف	تنقیدی

(۱) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی ستمبر ۱۹۶۴ء (۲) پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی اکتوبر ۱۹۶۴ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 نومبر ۱۹۶۴ء (۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۶۴ء

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 فروری ۱۹۶۵ء (۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اپریل ۱۹۶۵ء

(۷) 〃 〃 〃 〃 〃 ستمبر ۱۹۸۹ء (۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 جولائی ۱۹۹۰ء

(۹) 〃 〃 〃 〃 〃 اگست ۱۹۹۰ء (۱۰) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ستمبر ۱۹۹۰ء

ماہنامہ الارشاد

یہ ماہنامہ جامعہ مدنیہ کیمبل پور کا ترجمان ہے۔ اور دفتر جامعہ مدنیہ کیمبل پور سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے مدیر معروف عالم دین مولانا قاضی زاید الحسینی ہیں۔ ماہنامہ الارشاد کا آغاز ۱۹۷۱ء جنوری سے ہوا۔ دینی علمی اور اصلاحی ماہنامہ ہے تاہم علم تجوید و قراءت کے حوالے سے اسمیں کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ ارقم

ماہنامہ ارقم کا آغاز جنوری ۱۹۹۳ء میں ہوا۔ اس کے مدیر محمد تاثیر ہیں۔ یہ ماہنامہ دارارقم سوسائیٹی کا ترجمان ہے۔ ۷۵۔بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا سے شائع ہوتا ہے۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا

ہفت روزہ الاسلام

ہفت روزہ "الاسلام" کا آغاز ۷۔مارچ ۱۹۷۵ء سے ہوا۔ اس کے ایڈیٹر بشیر انصاری تھے۔ مقام اشاعت جامعہ محمدیہ چوک نیائیں گوجرانوالہ ۳۱ مئی ۱۹۸۵ء کو آخری شمارہ شائع ہوا۔ شاید اس کے بعد جاری نہ رہ سکا۔ علم تجوید پر کوئی مضمون ہفت روزہ "الاسلام" میں شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ اصلاحِ ملت: رمضان ۱۴۰۹ھ سے آغاز ہوا۔ مدیر چوہدری محمد اقبال جبکہ مقام اشاعت سادات مارکیٹ جیا موسیٰ شاہدرہ لاہور ہے۔ متنوع قسم کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

ماہنامہ انصار اللہ

ماہنامہ انصار اللہ کا آغاز ۱۹۶۰ء سے ہوا۔ قادیانی جماعت کا ترجمان ہے۔ اس کے ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی جبکہ مقام اشاعت دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ ضلع جھنگ۔ تجوید سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
تلاوت قرآن کریم (۱)	پروفیسر بشارت الرحمٰن	علم تجوید پر فنی نوعیت کا مضمون ہے

ماہنامہ انوار لاثانی

ماہنامہ انوار لاثانی کا آغاز مارچ ۱۹۸۷ء سے ہوا۔ یہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی کی یاد میں شروع ہوا۔ اس کے ادارۂ تحریر میں ایم آر روحانی اور پروفیسر محمد حسین آسی شامل ہیں۔ جبکہ مدیر حاجی بشیر احمد نقشبندی ہیں۔ بیشتر مضامین تصوف سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر علمی و اصلاحی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

---

(۱) ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جولائی ۱۹۶۳ء

ماہنامہ انوار العلوم

ماہنامہ انوار العلوم کا آغاز رجب المرجب ۱۳۷۱ھ سے ہوا۔ اس کے سرپرست مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اور نگران مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جبکہ ادارت کے فرائض محمد نجم الحسن تھانوی کے سپرد تھے۔[1] ماہنامہ انوار العلوم جامعہ اشرفیہ لاہور کے ترجمان کے طور پر شائع ہوتا تھا ۱۹۵۸ء کے بعد یہ ماہنامہ بند ہو گیا۔ اس میں علمی دینی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے تھے تاہم انوار العلوم کے فائلوں میں علم تجوید و قراءت سے متعلق کوئی مضمون دیکھنے میں نہیں آیا۔

ماہنامہ انوار مدینہ

ماہنامہ انوار مدینہ کا آغاز جولائی ۱۹۷۰ء کو ہوا اس کے پہلے اعزازی مدیر پروفیسر یوسف سلیم چشتی تھے جبکہ معاون مدیر کے طور پر حبیب الرحمٰن اشرفی کا نام مندرج ہے[2] ماہنامہ انوار العلوم جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور کا ترجمان ہے۔ آج کل سرپرست مولانا خان محمد جبکہ مدیر محمد عبداللہ ہیں۔ علمی دینی اور اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں

(۱) ماہنامہ انوار العلوم رجب ۱۳۷۱ھ

(۲) ماہنامہ انوار مدینہ جولائی ۱۹۷۰ء

ماہنامہ البلاغ

ماہنامہ البلاغ دارالعلوم کراچی کا ترجمان ہے ۔ البلاغ کے سرپرست مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تھے ۔ اس ماہنامہ کا آغاز محرم ۱۳۸۷ھ بمطابق اپریل ۱۹۶۷ء سے ہوا ۔ اس کے مدیر مولانا محمد تقی عثمانی ہیں ۔ مقام اشاعت دارالعلوم کراچی ۱۴ ہے ۔ دینی ۔ علمی اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں ۔ علم تجوید و قرارت کے حوالے سے جو مضامین طبع ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے ۔

مضمون کا عنوان	مضمون نگار	نوعیت
آہ مولانا قاری عبدالعزیز شوقی (۱)	حبیب الرحمٰن	سوانحی معلوماتی
الامام الشاطبی المقری (۲)	مولانا عاشق الٰہی	سوانحی علمی
امام شاطبی (۳)	〃 〃 〃	علمی
امام القراءت شیخ شمس الدین الجزری رح (۴)	〃 〃 〃	سوانحی علمی
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۵)	〃 〃 〃	علمی
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۶)	〃 〃 〃	〃
تاریخ حفاظت قرآن (۷)	تقی عثمانی	شاذ قراءات پر اہم مضمون علمی

(۱) ماہنامہ البلاغ فروری ۱۹۷۲ء (۲) ماہنامہ البلاغ نومبر ۱۹۷۳ء

(۳) 〃 〃 دسمبر ۱۹۷۳ء (۴) 〃 〃 مارچ ۱۹۷۴ء

(۵) 〃 〃 اپریل ۱۹۷۴ء (۶) 〃 〃 جولائی ۱۹۷۴ء

(۷) 〃 〃 اکتوبر ۱۹۷۴ء

قرآن کے سات حروف (۱)	محمد تقی عثمانی	علمی
قرآن کے سات حروف (۲)	〃 〃	〃
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ (۳)	محمد عمران اشرف عثمانی	علمی تاریخی

ماہنامہ بینات ماہنامہ بینات کا آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ سے ہوا۔ اس کے مرتب محمد عبدالرشید نعمانی تھے۔ پہلے شمارے پر بطور مدیر کسی کا نام مندرج نہیں۔ کچھ عرصہ بعد بطور سرپرست مولانا محمد یوسف بنوری اور مدیر مسئول محمد ادریس کے نام لکھے جانے لگے۔ آج کل مدیر مسئول احمد الرحمٰن ہیں۔ بینات مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا ترجمان ہے۔ اس میں بلند پایہ علمی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
امام القراء حضرت نافع مدنیؒ (۴)	قاری محمد حبیب اللہ خان	سوانحی
اعجاز قرآن پر ایک نظر (۵)	نور محمد بی۔اے	علمی (صوتی حسن)
علم تجوید (۶)	شیخ ابراہیم محمد نعیم	علمی و فنی

(۱) ماہنامہ البلاغ مئی ۱۹۷۶ (۲) ماہنامہ البلاغ جولائی ۱۹۷۶

(۳) ماہنامہ البلاغ اپریل ۱۹۸۹ (۴) ماہنامہ بینات شعبان ۱۳۸۳ھ

(۵) ماہنامہ بینات جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ (۶) ماہنامہ بینات محرم ۱۳۹۱ھ

ماہنامہ التجوید

ماہنامہ التجوید کا آغاز رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۱ء سے ہوا۔ مقام اشاعت ۸-۱۷-۱۲ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد ہے[1] اب تک اس کے بیالیس شمارے شائع ہو چکے ہیں★۔ جن میں ایک قاری اظہار احمد تھانوی نمبر بھی شامل ہے علم تجوید کے حوالے سے یہ جریدہ پاکستان میں شائع ہونے والے جرائد میں منفرد نوعیت کا حامل ہے۔ اس میں چھپنے والے مستقل عنوانات یہ ہیں۔

۱۔ درس تجوید۔ اس کے تحت علم تجوید کے اسباق قسط وار مسلسل شائع ہوتے ہیں

۲۔ سوال یہ ہے کہ۔ اس عنوان کے تحت علم تجوید سے متعلق لوگوں کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

۳۔ تذکرۂ قراء۔ اس عنوان کے تحت اکابر قراء کے حالات و کوائف شامل اشاعت کئے جاتے ہیں۔

۴۔ بابرکت محفلیں۔ اس عنوان کے تحت پاکستان کے مختلف شہروں میں منعقد ہونے والی محافل قراءت کی کارروائی شائع کی جاتی ہے۔

ان مستقل عنوانات کے علاوہ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے جو مضامین التجوید میں شائع ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

★ نوٹ:۔ یہ تعداد اکتوبر ۱۹۹۶ء تک ہے۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید فیصل آباد مارچ ۱۹۹۱ء

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
مجود اوّل واعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۱)	ندارد	علمی
تجوید اور لحن عربی (۲)	قاری اظہار احمد تھانوی	علمی
انٹرویو	قاری عبدالحئی زاہران (۳)	معلوماتی تعارفی
سوز قرات (۴)	پروفیسر الطاف فاطمہ	واقعاتی
ضرورت فن تجوید (۵)	مسز زاہد اشرف	علمی
سوز قرات (۶)	مریم جمیلہ	واقعاتی
تجوید القرآن (۷)	مولانا قاری محمد سالم	علمی
پہلی محفل (۸)	صدر ضیاء الحق	خطابی
مکہ مکرمہ میں بین الاسلامی مقابلہ تجوید و قرات (۹)		واقعاتی
حضرت تھانویؒ کی خدمت فن تجوید و قرات (۱۰)	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	علمی
شجرہ سبعہ قراءات (۱۱)	قاری محی الاسلام	تاریخی

(۱) ماہنامہ التجوید فیصل آباد مارچ ۱۹۹۱ء (۲) ماہنامہ التجوید فیصل آباد جون جولائی ۱۹۹۱ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۹۱ء (۴) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۹۱ء

(۵) 〃 〃 〃 〃 جنوری ۱۹۹۲ء (۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مارچ ۱۹۹۲ء

(۷) 〃 〃 〃 〃 مارچ ۱۹۹۲ (۸) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مارچ ۱۹۹۲ء

(۹) 〃 〃 〃 〃 مئی ۱۹۹۲ء (۱۰) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 اگست ۱۹۹۲ء

(۱۱) 〃 〃 〃 〃 ستمبر ۱۹۹۲ء

علم تجوید و قراءت (۱)	ڈاکٹر محمد یونس	علمی
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت فن تجوید و قراءت (۲)		علمی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا اثر (۳)	ندارد	تاریخی
بابائے تجوید و قراءت (۴)	〃	سوانحی
ملفوظات شاہ ابرار الحق (۵)	یار محمد رئیسانی	علمی نحارج سے متعلق
ملفوظات شاہ ابرار الحق (۶)	〃 〃 〃	〃 〃 〃
علم تجوید و قراءت (۷)	قاری عبد العزیز شوقی	علمی
حق القرآن (۸)	یار محمد رئیسانی	〃
پاکستانی قاری کی تجوید (۹)	حافظ احمد یار	واقعاتی
قراءت و تجوید کی ضرورت و اسباب (۱۰)	حافظ اختر اعظمی	علمی
دار العلوم دیوبند اور تجوید و قراءت (۱۱)	اظہار احمد تھانوی	معلوماتی
القراءات المشہورہ (۱۲) بزبان عربی	ندارد	علمی

(۱) ماہنامہ التجوید - ستمبر ۱۹۹۲ (۲) ماہنامہ التجوید - جنوری ۱۹۹۳ - (۳) ماہنامہ التجوید - مئی ۱۹۹۳
(۴) ماہنامہ التجوید - دسمبر ۱۹۹۳ (۵) ماہنامہ التجوید - فروری ۱۹۹۴ - (۶) ایضاً مئی ۱۹۹۴
(۷) ایضاً - مئی ۱۹۹۴ (۸) ایضاً - اگست ۱۹۹۴ (۹) ایضاً اگست ۱۹۹۴
(۱۰) ایضاً - اگست ۱۹۹۴ (۱۱) ایضاً - ستمبر اکتوبر ۱۹۹۴ (۱۲) ایضاً نومبر ۱۹۹۴

حق القرآن (۱)	یار محمد رئیسانی	فنی معلوماتی
علم تجوید کا تاریخی ارتقاء (۲)	احمد میاں تھانوی	تاریخی
〃 〃 〃 〃 〃 (۳)	〃 〃 〃	〃
سلاطین ہند اور علم قراءت (۴)	عزیز احمد تھانوی	تاریخی
ایک نادر علمی خزینہ ★		
کی حیات نو (۵)	محمد علی عثمانی	معلوماتی
د صوتیات میں قرانی		
تجوید کی اہمیت (۶)	ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان	علمی و فنی
صحت اسناد (۷)	تقی الاسلام قاری	تاریخی

★ محمد علی عثمانی قاری محی الاسلام پانی پتی کے فرزند ہیں۔ انہوں نے قاری صاحب کی علمی تصنیف شرح سبعہ قرادات پچاس برس بعد پہلی مرتبہ شائع کی یہ مضمون اسی حوالہ سے لکھا گیا۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید	دسمبر ۱۹۹۴	(۲) ماہنامہ التجوید	جنوری ۱۹۹۵
(۳) ایضاً	فروری ۱۹۹۵	(۴) ایضاً	اگست ۱۹۹۵
(۵) ایضاً	ستمبر ۱۹۹۵	(۶) ایضاً	ستمبر ۱۹۹۵
(۷) ایضاً	جولائی ۱۹۹۶		

ماہنامہ الخیر ملتان

ماہنامہ "الخیر" کا آغاز محرم الحرام ۱۴۰۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۸۳ء کو ہوا۔ یہ رسالہ جامعہ خیر المدارس ملتان کا ترجمان ہے۔ اس کے نگران اعلیٰ جامعہ کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری ہیں جبکہ مدیر مولانا محمد ازہر ہیں۔ شروع میں مجلس ادارت کے اراکین میں منشی عبدالرحمٰن خاں اور مفتی محمد انور کے نام بھی شامل تھے الخیر میں تجوید و قراءت کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

	عنوان	مضمون نگار
۱۔	قرآن پڑھو (۱)	شیخ علی

اس مضمون میں کچھ سوال و جواب ہیں جن میں سے بعض کا تعلق تجوید کے ساتھ ہے۔

۲۔	جزری وقت شیخ القراء (۲)	قاری محمد طاہر رحیمی

قاری رحیم بخش ؒ کے حالات و کوائف پر مبنی معلوماتی مضمون ہے۔

۳۔	شیخ القراء (۳)	حافظ محمد اکبر شاہ

قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنی ؒ کے حالات و کوائف پر مبنی مضمون ہے

(۱) ماہنامہ الخیر ملتان جنوری ۱۹۸۷ء

(۲) " " " مئی ۱۹۸۷ء

(۳) " " " دسمبر ۱۹۸۷ء

ماہنامہ بزم قرآن لاہور

ماہنامہ بزم قرآن بچوں کا رسالہ ہے۔ اس کا آغاز ۱۹۹۳ء سے ہوا۔ بزم قرآن کی لوح پر یہ عبارت مندرج ہوتی ہے" حفظ و تجوید کے مدارس کے طلباء کا علمی ادبی و اصلاحی مجلّہ" آغاز میں بزم قرآن سہ ماہی تھا مگر کچھ عرصہ بعد اسے ماہنامہ بنادیا گیا۔ پہلے یہ رسالہ بزم قرآن صوبہ پنجاب ذیلدار پارک اچھرہ لاہور کے اہتمام سے شائع ہوتا تھا لیکن اب حبیب پارک لاہور سے نکلتا ہے

تجوید و قراءت کے حوالہ سے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

	عنوان	مضمون نگار
۱	درس تجوید	قاری محمد سلیم
۲	قاری عبدالباسط عبدالصمد	وقار ملک
۳۔	درس تجوید	فدا محمد سرحدی
۴۔	درس تجوید	فدا محمد آفاقی

(۱) ماہنامہ بزم قرآن لاہور مئی ۱۹۹۴ء

(۲) 〃 〃 〃 〃 جون ۱۹۹۴ء

(۳) 〃 〃 〃 〃 جولائی ۱۹۹۴ء

(۴) 〃 〃 〃 〃 دسمبر ۱۹۹۴ء

ماہنامہ بینات کراچی

ماہنامہ بیّنات کا آغاز ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ یہ رسالہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کا ترجمان ہے۔ سرپرست مولانا محمد یوسف بنوری تھے اور پہلے مدیر محمد عبدالرشید نعمانی تھے۔ مولانا محمد یوسف بصائر وعبر کے عنوان سے اداریہ تحریر کرتے تھے آخری اداریہ نومبر ۱۹۷۷ء کے شمارے میں لکھا۔ پھر بصائر وعبر مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھنے لگے۔ آج کل مدیر مولانا احمدالرحمٰن ہیں۔

علم تجوید وقراءات کے حوالے سے بیّنات میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے

	عنوان	مضمون نگار	نوعیت
۱۔	امام القراء حضرت نافع مدنیؒ (۱)	قاری محمد حبیب اللہ خاں	صوائی
۲۔	اعجاز قرآن پر ایک نظر (۲)	نور محمد بی اے۔	علمی
	اس مضمون کا کچھ حصہ قرآن مجید کے صوتی حسن پر بھی ہے۔		
۳۔	علم تجوید (۳)	شیخ ابراہیم محمد غنیم مصری	فنی

(۱) ماہنامہ بیّنات کراچی شعبان ۱۳۸۳ھ

(۲) ماہنامہ بیّنات کراچی جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

(۳) ماہنامہ بیّنات کراچی محرم ۱۳۹۱ھ

ماہنامہ تدریس القرآن

ماہنامہ تدریس القرآن کا آغاز ۱۹۵۵ء کو ایبٹ آباد سے ہوا۔ پہلے شمارہ پر صوفی غلام حسین کا نام بطور نگران اور ایڈیٹر محمد افروز جدون لکھا ہوا ہے۔ مقام اشاعت تدریس القرآن بلڈنگ حویلیاں روڈ ایبٹ آباد مغربی پاکستان مندرج ہے۔ آخری رسالہ مارچ ۱۹۶۸ء کا دیکھا گیا اس کے بعد کے شمارے نہ مل سکے۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نظر سے نہیں گزرا۔

ماہنامہ تدریس القرآن

ماہنامہ تدریس القرآن کا آغاز فروری ۱۹۸۵ء کو کراچی سے ہوا۔ بطور نگران محمد رفیع اور بطور ایڈیٹر محمود احمد ناصر کے نام مندرج ہیں اور مقام اشاعت دفتر جمعیت تعلیم القرآن عالمگیر روڈ کراچی لکھا ہوا ہے۔ قرآنی تعلیم سے متعلق خصوصاً اور عام قرآنی و اسلامی معلومات پر مبنی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ علم تجوید و قراءت کے حوالے سے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
تلاوت قرآن کے آداب (۱)	ندارد	معلوماتی علمی
قرآن اور ہماری ذمہ داریاں (۲)	"	تجوید کے بارے میں مفید باتیں بھی علمی

(۱) ماہنامہ تدریس القرآن نومبر ۱۹۸۸

(۲) " " " نومبر ۱۹۸۸

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور

ترجمان الحدیث کا آغاز ۱۹۶۹ء کو لاہور سے ہوا اس کے مدیر اعلیٰ معروف عالم دین احسان الٰہی ظہیر تھے۔ ان کی حادثاتی موت کے بعد اس جریدے کی اشاعت میں تعطل پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے مدیر پروفیسر ساجد میر ہوئے اس کا مقام اشاعت ۷۵ م شادمان کالونی لاہور ہے۔ علم تجوید و قراءت پر صرف ایک مضمون شائع ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار		نوعیت
جمع و تالیف قرآن (۱)	مولانا محمد عبدہٗ	قراءت پر بھی معلومات ہیں	علمی

ماہنامہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

اس ماہنامے کا آغاز ۱۹۸۶ء کو ہوا۔ اس کے مدیر عبدالقیوم ضیاء ہیں۔ مقام اشاعت جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن فیصل آباد ہے علم تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

ماہنامہ تعلیم القرآن کا آغاز ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ سرپرست مولانا غلام اللہ خان اور مدیر ابوالجمیل سید معروف شاہ شیرازی تھے۔ مقام اشاعت مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ہے۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

---

(۱) ماہنامہ ترجمان الحدیث مارچ ۱۹۷۰ء

ترجمان القرآن

ماہنامہ ترجمان القرآن کا آغاز ۱۳۵۱ھ کو حیدر آباد دکن سے ہوا۔ اس کے پہلے مدیر مولانا ابو محمد مصلح تھے۔ دوسری جلد کی ابتداء محرم ۱۳۵۲ھ سے ہوئی اس جلد کے آغاز سے اس کے مدیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ہوئے۔ اس وقت سے یہ ماہنامہ جبری پابندیوں کے چند وقفوں کے سوا مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ ترجمان القرآن ۱۹۳۷ء تک حیدر آباد دکن سے شائع ہوتا رہا۔ ۱۹۳۸ء سے پٹھانکوٹ سے شائع ہوا۔ تشکیل پاکستان کے بعد ایک سال بند رہا پھر جون ۱۹۴۸ء سے لاہور سے نکلنا شروع ہوا۔ ابتدائی بارہ جلدوں تک صرف قمری مہینوں کے نام درج کئے جاتے تھے۔ جلد ۱۲ کے دوسرے شمارے سے رسالے پر عیسوی مہینے بھی درج کئے جانے لگے۔ (۱)

ترجمان القرآن میں علم تجوید و قراءات کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل اسطرح ہے

	عنوان	مضمون نگار	شمارہ نمبر
۱	قرآن مجید میں قراءتوں کا اختلاف	ابوالاعلیٰ مودودی	جلد ۵۲ جون ۱۹۵۹ء - صفحہ ۱۷۲
۲	حسن قراءت کی غیر ضروری اہمیت	عبدالمالک	اکتوبر ۱۹۹۶ء صفحہ ۷۱

یہ کسی قاری کے ایک استفسار کا مفصل جواب ہے جسمیں سبعہ قراءات کو فرض کفایہ بتایا گیا ہے تاہم قراءات اور تجوید کے مطابق تلاوت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ سوال کنندہ کے نزدیک حسن قراءت غیر ضروری سمجھی گئی تھی۔

(۱) نعیم الدین زبیری اشاریہ ترجمان القرآن ص ۵۰۰

سہ ماہی تفکر لاہور

سہ ماہی تفکر کا آغاز فروری ۱۹۸۹ء میں لاہور سے ہوا۔ مدیر مسئول سید شبیر بخاری اور مدیر سید ارشد بخاری ہیں۔ مقام اشاعت ۵۲۳ جہاں زیب بلاک مخدوم جہانیاں اکیڈمی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ہے۔ علم تجوید کے حوالے سے ایک مضمون شائع ہوا۔ تفصیل یہ ہے۔

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
قرآن مجید کی سالگرہ (۱)	اداریہ بعنوان شذرات	تنقیدی

ماہنامہ تعمیر انسانیت لاہور ماہنامہ تعمیر انسانیت کا آغاز اپریل ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ مدیر اعلیٰ قاضی محمد کفایت اللہ تھے۔ مقام اشاعت کپور تھلہ ہاؤس لیک روڈ پرانی انارکلی لاہور۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون نہیں۔

ماہنامہ الحبیب لاہور ماہنامہ الحبیب کا آغاز ۱۹۶۷ء میں ہوا۔ مدیر محمد شریف نوری مقام اشاعت ماہنامہ الحبیب گنج بخش روڈ لاہور۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

ماہنامہ خاتونِ پاکستان کراچی: ماہنامہ خاتون پاکستان کا آغاز فروری ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ مدیر شفیق بریلوی مقام اشاعت ۵۔ گارڈن کراچی پوسٹ بکس ۵۵۹۔ بڑے معیاری نمبر شائع کئے جن میں قرآن نمبر رسول نمبر جہاد نمبر اور غوث اعظم نمبر شامل ہیں۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں ہے۔

---

(۱) سہ ماہی تفکر لاہور فروری ۱۹۹۰ء

ماہنامہ جریدہ الاشرف

ماہنامہ جریدہ الاشرف مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یاد میں شروع کیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ سکھر کا ترجمان ہے۔ جس کے بانی مولانا محمد احمد تھانوی تھے۔ جریدہ الاشرف کا آغاز ۱۹۸۷ء میں ہوا۔ اس کے مدیر اعلیٰ محمد اسعد تھانوی ہیں علم تجوید کے حوالے سے شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ عنوان	مضمون نگار	نوعیت
۱۔ امام القراء	مولانا محمد مسعود شمیم (۱)	سوانحی
۲۔ مدرسہ صولتیہ اور ۳۔ خدمت قرآن	حافظ محمد یوسف ندیم (۲)	معلوماتی

(۱) ماہنامہ جریدہ الاشرف جولائی اگست 1991 ۹۳

(۲) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷۸

سہ ماہی خدام الاولیاء فیصل آباد

سہ ماہی رسالہ ہے بنیادی موضوع تصوف ہے اس کا آغاز ۱۹۸۰ء میں ہوا۔ بانی ایڈیٹر فقیر محمد ارشد پناہوی قادری سروری اسسٹنٹ ایڈیٹر فقیر مہتاب دین قادری ہیں۔ مقام اشاعت پناہ کے شریف فیصل آباد۔ آخری شمارہ جولائی ۱۹۸۹ء کا دیکھا بعد کے شمارے نہیں مل سکے۔ علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ الحسنات لاہور

ماہنامہ الحسنات کا آغاز ۱۹۷۰ء کو ہوا۔ مدیر اعزازی صابر قرنی۔ مقام اشاعت ۱۹۔سی منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا

ماہنامہ خواجگان لاہور

ماہنامہ خواجگان حاجی شیخ ظہیر علی جاوا مرحوم کی یاد میں جاری کیا گیا۔ ایڈیٹر علی اکبر جاوا معاون ایڈیٹر حامد علی جاوا۔ مقام اشاعت تنظیم غلامان ال عمران اندرون موچی گیٹ لاہور۔ اس کے صرف چار شمارے دستیاب ہوئے۔ ستمبر ۱۹۸۶۔ ستمبر ۱۹۹۰ اگست ۱۹۸۸ جنوری ۱۹۹۱ء۔ علم تجوید پر کوئی مضمون نہیں۔

ماہنامہ درویش لاہور

ماہنامہ درویش کا آغاز مئی ۱۹۸۹ء کو ہوا۔ یہ ماہنامہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کی یاد میں شروع کیا گیا۔ مدیر ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ہیں جبکہ سرپرست حضرت پاک دل محمد حسین شاہ نظامی۔ مقام اشاعت ۵۴ عبدالکریم روڈ لاہور۔ علم تجوید و قراءت پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامک سوغات کراچی

سوغات بلوچی زبان کا ماہنامہ ہے۔ اس کا آغاز ۱۹۷۷ء میں ہوا۔ ایڈیٹر مولوی خیر محمد ندوی ہیں جبکہ مجلس ادارت میں قاری مہراللہ بلوچ اور جمال عبدالناصر شامل ہیں۔ مقام اشاعت محراب خان عیسیٰ خان روڈ نوالین گلی نمبر ۵ لیاری کراچی ہے۔ دینی اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔ البتہ مئی ۱۹۸۸ کے شمارے میں قاری فتح محمد پانی پتی کے حوالے سے ایک مختصر مضمون موجود ہے

سہ ماہی الشریعہ گوجرانوالہ

سہ ماہی الشریعہ کا آغاز ماہنامہ کی حیثیت سے ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ لیکن ۱۹۹۵ء میں ماہنامے کی بجائے اسے سہ ماہی جریدہ بنا دیا گیا۔ اس کے سرپرست مولانا محمد سرفراز اور مدیر ابوعمار زاہد الراشدی ہیں۔ مقام اشاعت مرکزی جامع مسجد پوسٹ بکس نمبر ۳۳۱ گوجرانوالہ ہے۔ دینی، سیاسی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں علم تجوید کے حوالے سے کسی مضمون کا سراغ نہیں ملا۔

ماہنامہ صدائے اسلام پشاور

ماہنامہ صدائے اسلام جامعہ اشرفیہ پشاور کا ترجمان ہے۔ جو مولانا عبدالودود قریشی کی یاد میں شروع کیا گیا۔ جو جامعہ اشرفیہ کے بانی تھے۔ آج کل اس کے سرپرست مولانا محمد یوسف قریشی ہیں جو جامعہ کے مہتمم بھی ہیں۔ صدائے اسلام کے ایڈیٹر حافظ محمد طیب قریشی ہیں۔ یہ جریدہ جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ پشاور سے شائع ہوتا ہے اس کے مکمل فائل نہ مل سکے۔ جتنے شمارے دیکھے ان میں تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون شامل نہیں

ماہنامہ الصدیق ملتان

یہ ماہنامہ ۱۹۷۹ء سے شروع ہوا۔ مدیر مسئول شیخ حاجی عبدالکریم تھے۔ صدیقیہ پریس ملتان سے شائع ہو کر دفتر الصدیق متصل مدرسہ خیرالمدارس ملتان سے نکلتا تھا۔ اچھے دینی مضامین چھپتے تھے۔ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ میں مجلس قراءت کے عنوان سے اداریہ شائع کیا۔ اس کے علاوہ علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون نہیں ملا۔

ماہنامہ الصیانۃ لاہور

ماہنامہ الصیانہ مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا ترجمان ہے۔ یہ مجلس پاکستان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے معتقدین و متوسلین نے قائم کر رکھی ہے۔ جس کے مقاصد میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے افکار و نظریات کا فروغ و اشاعت شامل ہے۔ ماہنامہ الصیانۃ اصلاحی مضامین شائع کرتا ہے۔ لیکن تجوید و قراءت کے حوالے سے کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

ماہنامہ ضیائے حرم کے مدیر اعلیٰ پیر محمد کرم شاہ الازہری ہیں جو سجادہ نشین بھیرہ ہیں مدیر معاون ابوزاہد نظامی ہیں مقام اشاعت کا شانۂ نظامی رضوی اسٹریٹ نیلینگ روڈ لاہور مندرج ہے جبکہ منیجر کا پتہ ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ ضلع سرگودھا لکھا گیا ہے۔ ماہنامہ ضیائے حرم میں دینی۔ سیاسی۔ ملکی احوال کے علاوہ تصوف پر دینی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون ضیائے حرم میں شائع نہیں ہوا۔

طلوعِ اسلام

ماہنامہ طلوع اسلام ۱۹۳۵ء میں زیرادارت سید نذیر نیازی کی زیرادارت شروع ہوا۔ لیکن ایک ہی برس کے بعد ۱۹۳۶ء میں بعض وجوہات کی بناء پر اس کی اشاعت منقطع ہوگئی۔ ۱۹۳۸ء میں دوبارہ اجرا ہوا اور چودھری غلام احمد پرویز نے ادارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تاذیست وہی اس کے مدیر رہے

تجوید و قراءت کے حوالے سے طلوع اسلام میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	شمارہ حوالہ
جشن نزول قرآن	اداریہ	۵/۱۰ مئی ۱۹۵۷ء
اختلاف قراءات	تمنا عمادی	۱۱/۱۲ نومبر ۱۹۵۹ء
اختلاف قراءات	تمنا عمادی	۱/۱۳ جنوری ۱۹۶۰ء
اختلاف قراءات	بشیر احمد	۲/۱۳ فروری ۱۹۶۰ء
قرآن شریف کی تلاوت	اداریہ	۴/۱۷ اپریل ۱۹۶۲ء
جشن قران العظیم	صفدر سلیمی	۹/۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء
کراچی میں جشن نزول قرآن	اداریہ	۳/۲۱ فروری ۱۹۶۸ء
قادیانوں کے طائفے	〃	۹/۲۱ ستمبر ۱۹۶۸ء
جشن نزول قرآن	〃	۱۲/۲۳ دسمبر ۱۹۷۰ء
اختلاف قراءات	〃	جولائی ۱۹۷۲ء (۱)

(۱) خادم علی جاوید اشاریہ مجلہ طلوع اسلام

حفاظت قرآن سے متعلق شبہات	اداریہ	اکتوبر ۱۹۷۴ء
پاکستان میں قرآن حکیم کی تدریس	"	جنوری ۱۹۷۵ء۔
جشن نزول قرآن		اکتوبر ۱۹۷۵ء
جشن نزول قرآن		اکتوبر ۱۹۷۶ء
ایوان حکومت میں قرآن کی آواز		فروری ۱۹۷۷ء

مندرجہ بالا موضوعات میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کا براہ راست تجوید و قراءت کے ساتھ تعلق نہیں تاہم ان میں بالواسطہ اس حوالے سے ناقدانہ تذکرہ موجود ہے۔

اسی طرح ایک مضمون کا عنوان "حکم قراءت بزبان اردو در نماز" ہے۔ یہ مضمون ظفر احمد عثمانی کا لکھا ہوا ہے لیکن اس کا تعلق کسی طور بھی تجوید و قراءت کے ساتھ نہیں ہے۔

فکر و نظر اسلام آباد

فکر و نظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کا ترجمان ہے۔ اس ادارے کا قیام مارچ ۱۹۶۰ء میں پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ (۱) جولائی ۱۹۶۳ء میں ادارے کے تحت ماہنامہ فکر و نظر کا اجرا کیا گیا۔ فکر و نظر کا پہلا شمارہ جولائی اور اگست کیلئے اکٹھا شائع کیا گیا۔ یہ شمارہ مولانا عمر احمد عثمانی نے مرتب کیا تھا لیکن اس پر مدیر کی حیثیت سے کسی کا نام درج نہیں۔ (۲) تیسرے اور چوتھے شمارے میں سید قدرت اللہ فاطمی کا نام بطور مدیر شائع ہوا۔ (۳) دسمبر ۱۹۶۴ میں محمد سرور مدیر بنے (۴) ان کے بعد مختلف اوقات میں جن حضرات نے ادارت کے فرائض سرانجام دیئے ان میں شرف الدین اصلاحی مولانا عبدالقدوس ہاشمی مولانا عبدالرحمٰن طاہر سورتی کے نام شامل ہیں آج کل اس کے مدیر ڈاکٹر ساجد الرحمٰن ہیں۔ پہلے یہ جریدہ کراچی سے شائع ہوتا تھا۔ اپریل ۱۹۶۶ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے دفاتر کراچی سے راولپنڈی منتقل ہو گئے تو فکر و نظر کا صدر دفتر بھی راولپنڈی آگیا۔ اس دوران تقریباً تین برس یہ رسالہ لاہور سے طبع ہوتا رہا لیکن جنوری ۱۹۶۹ء سے خورشید پرنٹنگ پریس اسلام آباد سے چھپنے لگا۔ پھر جنوری ۱۹۷۲ء سے ادارہ نے اپنا پریس لگا لیا۔ (۵) اب پچھلے کئی برس سے فکر و نظر کو سرماہی کر دیا گیا ہے

---

(۱) احمد خاں۔ فکر و نظر کے پندرہ سال۔ ۲
(۲) " " " " " " " " " " ۹
(۳) " " " " " " " " " " ۹
(۴) " " " " " " " " " " ۱۰
(۵) " " " " " " " " " " ۱۶

فکرونظر میں تجوید و قراءت کے حوالے سے صرف تین مضامین شائع ہوئے۔

۱۔ پاکستان میں قرآن حکیم کی تدریس (۱)

۲۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (۲)

۳۔ نزول قرآن کی چودہ سو سالہ تقریبات (۳)

البتہ علم تجوید و قراءت کی حسب ذیل کتب پر مضامین شائع ہوئے۔

۱۔ ارشاد القراء والکاتبین الی معرفۃ رسم الکتاب المبین (۴)

۲۔ انواع الہمزہ فی وقف حمزہ وہشام (۵)

۳۔ تحقیق التعلیم فی الترقیق والتفخیم (۶)

۴۔ کتاب الاسئلہ والاجوبہ فی القراءۃ (۷)

۵۔ کتاب التمہید فی علم التجوید (۸)

۶۔ کتاب التیسیر فی القراءات السبعہ (۹)

۷ کتاب العنوان فی القراءات السبعہ (۱۰)

---

(۱) فکرونظر ۱۲/ ۲۶۷ — ۲۸۱ (۲) فکرونظر ۱۲/ ۲۵۷-۲۵۸

(۳) فکرونظر ۵/ ۶۴۲-۶۶۶ (۴) فکرونظر ۸/ ۹۵۹

(۵) فکرونظر ۷/ ۵۵۵ -۵۵۶ (۶) فکرونظر ۸/ ۳۱۱ — ۳۱۳

(۷) فکرونظر ۸/ ۷۴ - ۷۵ (۸) فکرونظر ۸/ ۳۹۲ - ۴۰۰

(۹) فکرونظر ۷/ ۶۲۵ - ۶۲۶ (۱۰) فکرونظر ۴/ ۳۹۵ - ۳۹۶

٨. نهاية البرره فى قراءة الائمه الثلاثة الزائده على العشره (١)

٩. تلخيص العبارات بلطيف الاشارات فى علم القراءات (٢)

١٠. الفريدة البارزيه فى حل القصيده الشاطبيه (٣)

١١ - نيل المرام فى وقف حمزه و هشام (٤)

١٢. تحرير الطرق والروايات (٥)

١٣. تهذيب النشر فى القراءات العشر وخزانة القراءات (٦)

١٤. فتح المجيد فى قراءة حمزه من القصيد (٧)

١٥. شرح الطيبه (٨)

١٦. تقريب النشر (٩)

---

(١) فكر ونظر ٧/ ٦٢٨

(٢) فكر ونظر ٧/ ٨٦٧

(٣) فكر ونظر ٧/ ٨٦٦ - ٨٦٧

(٤) فكر ونظر ٨/ ٧٥-٧٦

(٥) فكر ونظر ٨/ ٣٩٠ - ٣٩١

(٦) فكر ونظر ٨/ ٨٤٨ - ٨٥٠

(٧) فكر ونظر ٨/ ٤٧١ - ٤٧٢

(٨) فكر ونظر ٨/ ٢٣٥ - ٢٣٧

(٩) فكر ونظر ٩/ ١٥٤ - ١٥٧

مجلۃ العلماء لاہور

ماہنامہ العلماء کوئی باقاعدہ رسالہ نہیں بلکہ یہ ایک رسالہ نما کتابچہ ہے جو کبھی کبھار شائع ہوتا ہے۔ پہلا شمارہ فروری ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس کے مرتبین میں فرید احمد براچہ اور محمد سعید شامل ہیں۔ مجلۃ العلماء کے پہلے شمارے میں مولانا گلزار احمد مظاہری کا نام بطور نگران مندرج ہے۔ مقام اشاعت علماء اکیڈمی منصورہ ملتان روڈ لاہور علم تجوید پر کوئی مضمون شائع نہیں ہوا۔

ماہنامہ گلستانِ اسلام سرگودھا: ماہنامہ گلستان اسلام کا آغاز ۱۹۹۵ء میں سرگودھا سے ہوا۔ اس کے سرپرست علامہ سید محمد حسن نیلوی ہیں ایڈیٹر سید حسن واسطی اور سب ایڈیٹر سید ضیاء الحسن واسطی ہیں۔ اعلیٰ پائے کے علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مقام اشاعت ادارہ گلستان اسلام سنہری مسجد بلاک اے سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا ہے علم تجوید و قراءت سے متعلق مضمون کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
حفاظت قرآن مجید (۱)	علامہ سید محمد حسین نیلوی	علمی تاریخی

نوٹ۔ اس مضمون کا عنوان اگرچہ حفاظت قرآن مجید ہے۔ تاہم اس حوالے سے مختلف قراءات کے بارے میں مفید معلومات زیر بحث لائی گئی ہیں۔ نیز یہ مضمون دراصل تفسیر تسہیل التنزیل سے ماخوذ ہے جو گلستان اسلام میں بالاقساط شائع ہو رہی ہے۔

---

(۱) ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا نومبر دسمبر ۱۹۹۶

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ محدث کا آغاز شوال ۱۳۹۰ھ بمطابق ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء سے ہوا۔ مدیر حافظ عبدالرحمٰن مدنی ہیں مقام اشاعت مدرسہ رحمانیہ گارڈن ٹاؤن لاہور ہے۔ ماہنامہ محدث میں علمی تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید وقراءات کے حوالے سے کوئی مضمون نہیں چھپا۔

ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح لاہور

ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح جمعیۃ طلبہ عربیہ پاکستان کا ترجمان ہے۔ مدیر اعلیٰ حافظ خالد مسعود ہیں۔ مقام اشاعت ذیلدار پارک اچھرہ لاہور علم تجوید پر صرف ایک مضمون شائع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے

عنوان	مضمون نگار	نوعیت
علم تجوید وقراءت ایک تعارف (۱)	ڈاکٹر محمود احمد غازی	تاریخی

ماہنامہ میثاق لاہور

ماہنامہ میثاق کا آغاز ۱۹۵۹ء میں ہوا۔ آج کل اس کے مدیر مسئول ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ جبکہ مدیر شیخ جمیل الرحمٰن اور حافظ عاکف سعید ہیں۔ مقام اشاعت مرکزی تنظیم اسلامی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ہے۔ میثاق میں معیاری علمی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید سے متعلق کوئی مضمون طبع نہیں ہوا

(۱) ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح لاہور اکتوبر ۱۹۹۶

ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ماہنامہ نصرۃ العلوم کا آغاز ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ یہ ماہنامہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا ترجمان ہے۔ سرپرست شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز اور صوفی عبدالحمید سواتی ہیں جبکہ مدیر اعلیٰ محمد فیاض خاں سواتی اور مدیر مسئول عزیز الرحمٰن ہیں مقام اشاعت دفتر ماہنامہ نصرۃ العلوم محلہ فاروق گنج گوجرانوالہ ہے۔ اس ماہنامے میں اچھے دینی علمی و اصلاحی مضامین شائع ہوتے ہیں تاہم علم تجوید کے حوالے سے کوئی مضمون طبع نہیں ہوا

ان جرائد کے علاوہ ماہنامہ تدبر لاہور اور ماہنامہ حکمت قرآن کے فائل علم تجوید کے حوالے سے خاموش ہیں البتہ ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ کا تذکرہ اس جگہ ضروری ہے۔ یہ ماہنامہ اگرچہ ادبی جریدہ کے طور پر معروف ہے تاہم مزاجاً اس کا شمار دینی جرائد ہی میں ہوتا ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ نے ۱۹۶۹ء میں قرآن نمبر شائع کیا جسکی دو جلدیں تھیں اسکی تیسری جلد اپریل ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ تیسری جلد میں علم تجوید پر دو مضامین تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

۱	فن قراءت اور اسکی ضرورت (۱)	علامہ احسان الٰہی ظہیر	علمی
۱۱	تجوید سے متعلق چند اشارات (۲)	غلام سرور عبداللہ	فنی

اخبارات :۔ پاکستان میں قومی سطح پر شائع ہونے والے کسی بھی اخبار کے ایسے خاص ایڈیشن کا سراغ نہیں مل سکا جو علم تجوید و قراءت کے حوالے سے شائع ہوا ہو۔ البتہ روزنامہ جنگ کا کلچرل ونگ چند برس سے سال بسال میر خلیل الرحمٰن سوسائٹی کے تحت محفل قراءت کا انعقاد کراتا ہے جس کی کارروائی "جنگ" میں شائع کی جاتی ہے

---

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ "قران نمبر" اپریل ۱۹۷۰ء ۳/ ۲۹۹

(۲) " " " " " " " ۳/ ۳۸۹

محافل قراءت

علم تجوید کے فروغ میں محافل قراءت کا انعقاد انتہائی مؤثر ذریعہ ہے۔ پاکستان میں محافل قراءت کے انعقاد کا باقاعدہ رواج ساٹھ کے عشرہ کے اواخر میں شروع ہوا۔ اور پہلی باقاعدہ محفل قراءت ۷ نومبر ۱۹۵۹ء کو ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس سے قبل عوامی سطح پر کسی ایسی محفل قراءت کا سراغ نہیں ملتا جو باقاعدہ منظم شکل میں منعقد کی گئی ہو اس محفل قراءت میں ملتان کے مختلف مدارس کے قاری حضرات نے حصہ لیا۔ اس محفل کے انعقاد کا خیال سب سے پہلے ملتان میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر مختار مسعود کے دل میں پیدا ہوا۔ منشی عبدالرحمٰن کے مطابق

"موسم سرما کے تفریحی پروگرام مرتب کرنے کے لئے انہوں نے ۸۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو شام سات بجے شیش محل کلب ملتان میں مختلف اداروں کے سربراہوں کی میٹنگ بلائی ..... اس میٹنگ کے دوران دور سے نہایت میٹھی اور پیاری آواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر یہ آذان کی آواز تھی جو لطیفہ غیبی ثابت ہوئی۔ اس صدائے دلنواز اس سکوت کو توڑا اور صاحب صدر نے فرمایا اس اذان نے مجھے ایک دیرینہ خواہش یاد دلادی ہے مدت سے قرآن سننے کو جی چاہتا تھا اب کے اس پروگرام میں قاریوں کا مقابلہ رکھو۔ منشی صاحب آپ مولانا خیر محمد صاحب کے مشورہ سے اس کا اہتمام کریں" (۱)

---

(۱) عبدالرحمٰن خاں منشی، کتاب زندگی، ۲۶۴ - ۲۶۵

چنانچہ منشی عبدالرحمٰن خاں نے ڈپٹی کمشنر ملتان مسٹر مختار مسعود کی تجویز پر مجلس حسن قراءت قائم کر کے جائزہ حسن قراءت کی تحریک چلائی (۱) اور ان کی کوششوں سے ۷ نومبر ۱۹۵۹ء کو جناح ہال مسلم ہائی سکول ملتان میں پہلی محفل قراءت منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مختار مسعود ڈپٹی کمشنر ہی نے کی۔ (۲) عام لوگوں نے اس نورانی محفل میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس میں نہ صرف شہر سے بلکہ مضافات سے بھی اتنی کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی کہ وسیع ہال کے علاوہ بیرونی تمام پلاٹ اور برآمدے بھی لوگوں سے بھر گئے۔ پانچ گھنٹے تک محفل متواتر جاری رہی اور لوگ آخر تک انہماک سے سنتے رہے۔ لوگوں کے اسی ذوق کے پیش نظر محفل قراءت ہر سال منعقد کرانے کا خیال پیدا ہوا۔

چنانچہ اس سلسلہ کی دوسری محفل ۳۱ مارچ ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی جسکی صدارت میاں شفیع ڈپٹی ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ملتان نے کی

اس سلسلہ کی تیسری محفل ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو منعقد ہوئی جس کی صدارت ڈپٹی کمشنر ملتان مسٹر بی اے قریشی نے کی۔

چوتھی محفل ۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو ہونا قرار پائی یہ بھی طے پایا کہ اس محفل کی صدارت کے فرائض علامہ علاءالدین صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سرانجام دیں گے لیکن علامہ علاءالدین صدیقی بعض خاص حالات کے پیش نظر اس اجلاس میں شرکت کیلئے نہ آئے۔ اور اس محفل کی صدارت حاجی محمد سعید برگیڈیئر نے کی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علامہ علاءالدین صدیقی کے عدم شرکت کی وجہ یہ ہوئی کہ ملتان کے بعض

---

(۱) عبدالرحمٰن خاں منشی، بہار رفتہ، ۱۲۷ - (۲) ایضاً (۳) عبدالرحمٰن خاں منشی، کتاب زندگی، ۲۷۷

علماء نے مجلس قراءت کی مخالفت شروع کردی۔ یہ اختلاف احتجاج کی صورت اختیار کر گیا۔ جس کی وجہ سے یہ محفل قراءت آخری ثابت ہوئی [۱] اور ایک نیک اور اچھا کام رک گیا۔ لیکن ان محافل قراءت کا ایک مثبت اثر یہ ہوا کہ پاکستان کے مختلف شہروں میں قراءت کے حوالے سے انجمنیں قائم ہونے لگیں اور قراءت کی محافل منعقد کرنے کرانے کا رجحان پیدا ہوگیا۔ لاہور میں تنظیم القراء قائم ہوئی اور ۵ اگست ۱۹۶۱ء کو بی این آر آڈیٹوریم لاہور میں پروقار محفل قراءت منعقد ہوئی جس کی صدارت علامہ علاءالدین صدیقی صدر شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے کی جبکہ سٹیج سیکریٹری کے فرائض قاری محمد ظریف نے سرانجام دیئے۔ اس محفل میں قاری علی حسین صدیقی۔ قاری اظہار احمد تھانوی قاری عبدالماجد ذاکر قاری عبدالعزیز شوقی نے شرکت کی۔ اور ڈاکٹر بشارت علی نے فن تجوید پر مقالہ پڑھا۔ [۲]

اس کے اثرات شہروں کے توسط سے تعلیمی اداروں یعنی سکولوں کالجوں میں بھی پہنچے۔ اس سے پہلے کالجوں میں سالانہ اردو انگریزی مباحثے اور تقریری مقابلے منعقد ہوا کرتے تھے لیکن اب ان مباحثوں کے ساتھ محافل قراءات کا انعقاد بھی ہونے لگا۔ کالجوں میں سب سے پہلی آل پاکستان انٹر کالجیٹ محفل قراءت گورنمنٹ کالج لائلپور میں جنوری ۱۹۶۲ء میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مغربی پاکستان اسمبلی کے قاری علی حسین صدیقی ندوی نے کی۔ اس محفل میں مختلف کالجوں کے طلباء نے حصہ لیا۔ [۳] مقابلہ حسن قراءت میں اوّل دوم

---

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی، کتاب زندگی، ۲۷۷ (۲) روزنامہ نوائے وقت ۵ اگست ۱۹۶۱ء

(۳) معین الرحمٰن ڈاکٹر، نذر افتخار، ۱۰۲

اور سوم آنے والے طلباء کو انعامات دیے گئے۔ گورنمنٹ کالج لائلپور (فیصل آباد) نے اس مقصد کیلئے کرامت قراءت ٹرافی کا اجرا بھی کیا۔ اس وقت گورنمنٹ کالج کے پرنسپل سید کرامت حسین جعفری تھے یہ ٹرافی انہیں کے نام سے منسوب کی گئی۔ اس کے بعد یہ تحریک دوسرے کالجوں میں بھی پیدا ہوئی۔ اور آل پاکستان انٹر کالجیٹ مباحثہ جات کے ساتھ ساتھ آل پاکستان مقابلہ ہائے حسن قراءت بھی منعقد کرائے جانے لگے۔ اب باقاعدہ ہر کالج اور سکول میں مقابلہ ہائے حسن قراءت تقاریب کا باقاعدہ حصہ بن چکے ہیں اور ملک کے تمام تعلیمی بورڈ بھی اپنے ادبی وعلمی مقابلہ جات میں مقابلہ حسن قراءت کو اولیت دیتے ہیں۔

بین الاقوامی محافل قراءت

پاکستان میں بین الاقوامی سطح پر محافل قراءت کے انعقاد کا آغاز قاریوں کی عالمی تنظیم "اقرا" نے کیا۔ اور سب سے پہلی بین الاقوامی محفل قراءت ۱۹۶۸ء میں منعقد ہوئی۔ یہ محافل ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں منعقد ہوئیں۔ جن میں مصر سمیت دوسرے اسلامی ممالک کے قاریوں نے حصہ لیا۔ مصر کے معروف اور عالمی شہرت کے حامل قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد بھی اسی سال پہلی مرتبہ اقرا کے تحت پاکستان آئے۔ ان کے ہمراہ قاری خلیل حصری بھی تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور اقرا کی دعوت پر ہر سال بیرونی ممالک کے قراء پاکستان آنے لگے۔ اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں تلاوت قرآن کی محافل سجائی جانے لگیں اقرا کے تحت چوتھی اور آخری محفل قراءت ۱۹۷۱ء میں منعقد ہوئی۔ اس مرتبہ

دس مختلف اسلامی ممالک کے بیس نامور قاری حضرات پاکستان تشریف لائے۔ ان قراء کے اسمائے گرامی یہ ہیں

متحدہ عرب جمہوریہ۔ مصر۔ شیخ مصطفیٰ اسماعیل۔ شیخ عبدالباسط محمد عبدالصمد

سعودی عرب۔ شیخ محمد المیجنی۔ شیخ محمد جمیل آشتی

اردن۔ شیخ محمد فائز ابوشوشہ

شام۔ شیخ صلاح عقلا۔ شیخ محمد عربی القبانی

ایران۔ شیخ محمد جعفری۔ شیخ مرتضیٰ شجاعی

ترکی۔ شیخ اسماعیل دانس

ملیشیا۔ شیخ اسماعیل بن ہاشم

تھائی لینڈ۔ شیخ حاجی عبدالمناف

عراق۔ شیخ عادل عادلی

لبنان۔ شیخ صلاح الدین کبارہ (۱)

ان کے علاوہ پاکستان کے ممتاز قاری صاحبان نے بھی شرکت کی۔ یہ محافل جولائی ۱۹۷۱ء کے پہلے عشرہ میں پاکستان کے بڑے شہروں میں منعقد ہوئیں۔ (۲) پاکستان میں "اقرأ" کے چیف آرگنائزر قاری زاہر قاسمی تھے۔ ان کی علالت اور پھر وفات کے بعد "اقرأ" کے تحت محافل قراءت کا یہ سلسلہ منقطع ہو کر رہ گیا۔ البتہ مختلف اوقات خصوصاً ماہ

نوٹ:۔ اقرا کا مفصل تعارف "قراء کی تنظیمیں" کے تحت موزوں مقام پر ملاحظہ فرمایئے

---

(۱) پمفلٹ "قاریوں کی عالمی تنظیم اقرا کے زیر اہتمام چوتھی بین الاقوامی محفل قراءت" ماہ گرام (۲) ایضاً

رمضان میں مصر سے قاریوں کے وفود پاکستان میں آنے شروع ہو گئے۔ جن کا انتظام و انصرام حکومت پاکستان محکمہ اوقاف کے ذمہ تھا۔ جس میں مختلف شہروں کی قاریوں کی تنظیمیں بھی تعاون کرتی ہیں۔ اور کبھی کبھی مصر کے علاوہ دوسرے اسلامی ممالک کے قراء کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ کی چند اہم محافل قراءت کا تذکرہ ذیل میں پیش خدمت ہے

۱۹۹۲ء میں مصر سے الشیخ سید احمد شریف پاکستان آئے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان کے اعزاز میں مختلف شہروں میں محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ موصوف کے انداز قراءت پر تبصرہ کرتے ہوئے ماہنامہ التجوید نے لکھا کہ " اگرچہ اس سے قبل بھی مختلف مصری قراء کی آمد رہی اور ۱۹۶۸ء سے لے کر اب تک مصری قاری اپنی آواز میں قراءت کا جوت جگاتے رہے لیکن شیخ السید احمد شریف کا انداز منفرد تھا۔ ان کے انداز قراءت میں تلاوت شدہ آیات کے معنوی پہلو کا غلبہ محسوس و معلوم تھا اور ہر سامع انداز قراءت ہی سے آیات میں بیان کردہ مضمون سے واقفیت حاصل کرتا جاتا تھا۔" (۱)

نومبر ۱۹۹۲ء کو دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک لاہور میں عالمی سطح کی منفرد محفل قراءت منعقد ہوئی کہ اس محفل میں پہلی مرتبہ تاشقند ثمرقند جزرالقمر اور فلپائن کے قراء شریک ہوئے۔ جن میں شیخ شرف الدین میر محمود کاتب مسئول ادارۃ المسئول ماوراء النہر تاشقند قاری کامل حسن ابراہیم جامعہ الازہر قاری محمد امام جامعہ الازہر قاری شادی بیگ ازبکستان قاری علی بود فلپائن قاری محمد یحییٰ ملیشیا قاری محمد شریف جلیل انڈونیشیا قاری محمد ابراھیم جزرالقمر افریقہ شامل تھے (۲)

(۱) ماہنامہ التجوید مئی ۱۹۹۲ء (۲) ماہنامہ التجوید جنوری ۱۹۹۳ء

۱۹۹۴ء میں ۲۸ اکتوبر سے لے کر نومبر تک پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں محافل قراءت منعقد ہوئیں یہ محافل حکومت پاکستان کی وزارت مذہبی امور نے صوبائی محکمہ اوقاف کے تعاون سے منعقد کرائیں۔ جن مختلف اسلامی ممالک کے قراء نے حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں اوانگ حاجی محمد یوسف بن ابوبکر برونائی دارالسلام اوانگ حاجی ابراھیم بن حاجی اسماعیل برونائی دارالسلام توان حاجی عبدالرحیم بن احمد ملائیشیا۔ القاری احمد توفیق عبدالرحمٰن مالدیپ محمد کمال الحواری شام قاری عبدالفتح القریسی مراکش قاری مصطفیٰ اغربی مراکش شیخ خلیل طرابلسی لبنان۔ شیخ احمد احمد عثمان القراوی لیبیا۔ شیخ محمد فیض صالح ابوشوشا اردن قاری مجید حمید عراق قاری نجات محمود عراق قاری اے ایچ مہاجر انڈونیشیا۔ شیخ محمود حسین منصور مصر قاری مرتضیٰ راہنما ایران عبدالقادر سیتغلو ترکی محمد غلام مصطفیٰ بنگلہ دیش (۱)

اس سلسلہ کی آخری محفل قراءت ۳۰ اکتوبر سے لے کر ۱۰ نومبر ۱۹۹۵ء کے دوران منعقد ہوئیں۔ ان محافل کا انعقاد بھی حسب معمول وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے اہتمام اور صوبائی محکمہ اوقاف کے تعاون سے ہوا۔ یہ محافل ڈیرہ غازی خاں۔ بہاولپور۔ راولپنڈی سرگودھا۔ فیصل آباد اور لاہور میں منعقد ہوئیں۔ (۲) مختلف ممالک کے جن قراء نے ان محافل میں حصہ لیا ان میں راغب مصطفیٰ غلوش مصر۔ الحاج قاری محمد عبیداللہ بنگلہ دیش شیخ علاءالدین محمد علی القیسی عراق۔ قاری بن سوردی الحسن مراکش۔ احمد اکنسی ترکی۔ ڈاکٹر عمران روسیادی انڈونیشیا۔ قاری حاجی محمد بن حصری ملائیشیا

(۱) روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۴ء۔ (۲) بین الاقوامی محافل قرارت ۱۵

محمد گندوم نجاد طوسی ایران شامل ہیں ان کے علاوہ پاکستان کے معروف قراء بھی شریک ہوئے اس موقعہ پر صوبائی محکمہ اوقاف پنجاب نے ایک خوبصورت کتابچہ بھی شائع کیا جس میں مذکور الصدر تمام قراء حضرات سوانحی خاکے مع تصاویر شائع کئے۔ نیز علم تجوید کے حوالے سے دو علمی مضمون بھی شائع کئے۔ عنوان یہ ہیں ۱۔ فن تجوید و قراءت کی اہمیت۔ ۲۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں تجوید و قراءت۔ اسکے علاوہ صدر و وزیر اعظم کے پیغامات بھی شائع کئے۔

سرکاری سطح پر کل پاکستان محافل قراءت کا انعقاد باقاعدہ طور پر صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے دور سے شروع ہوا۔ ان کے حکم سے پہلی محفل قراءت ۱۳ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مرحوم صدر نے خود کی (۱) اس کے بعد یہ تقریب مستقل شکل اختیار کر گئی۔ اب ہر سال محکمہ اوقاف کے تحت پہلے ضلعی سطح پر پھر ڈویژنل سطح پر محافل منعقد ہوتی ہیں۔ ڈویژن کی سطح پر اوّل آنے والے حضرات صوبائی سطح پر منعقد ہونے والی محافل قراءت میں شریک ہوتے ہیں۔ پھر ہر صوبے سے پوزیشن حاصل کرنے والے حضرات ملکی سطح پر منعقد ہونے والی محفل قراءت میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ محفل ہر سال ماہ رمضان کے دوران اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہے۔

---

(۱) ماہنامہ التجوید مارچ ۱۹۹۲ء

سرکاری اقدامات :

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا نصاب اور علم تجوید و قراءت

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام مارچ ۱۹۸۵ء میں حکومت پاکستان کے ارڈی ننس ۱۹۸۵ × × × کے ذریعہ عمل میں آیا۔ یہ یونیورسٹی فیصل مسجد اسلام آباد کے پہلو میں قائم ہے۔ اس یونیورسٹی کی جاری کردہ ڈگریاں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے باقاعدہ منظور شدہ ہیں۔ اور پوری دنیا بشمول عرب ممالک تسلیم کی جاتی ہیں (۱)

یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اصول الدین کے نصاب میں دعوہ کے ساتھ علم قراءت کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ پراسپیکٹس میں اس حوالے سے یہ الفاظ درج کئے گئے ہیں

"The Faculty offers specialization in four Major areas 1. Aqeedah 2. Dawah and Qiraat 3. Tafseer. 4. Comparative Religion" (۲)

اسی طرح بی اے آنرز کے نصاب میں بھی علم قراءت کو شامل کیا گیا ہے پراسپیکٹس کے الفاظ یہ ہیں

"The B.A (Honors) degree is very comprihensive

---

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۷۱

(۲) " " " " " " ۴

The final product comes up with a thorough study of Quranic exegisis and approuch to Hadith as well as fiqh Tajweedu-ul-Quraan practical Qiraat and the act and the science of Dawah are emphasizied" (۱)

یونیورسٹی کے مختلف درجات میں شامل تجوید و قراءت کے نصاب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اصول الدین فیکلٹی بی۔اے آنرز پرانی سکیم

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ (۲)
UD-109	سائنس آف تجوید	۲

اصول الدین بی اے آنرز نئی اسکیم جو ستمبر ۱۹۹۳ء سے نافذ العمل ہے۔

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ
۲۰۱	تجوید آف قرآن	۲

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ۲۱

(۲) " " " " " " " ۲۱

اس کے علاوہ یونیورسٹی میں تین الگ الگ شعبے قائم کئے گئے ہیں

۱۔ شعبہ تفسیر وحدیث

۲۔ شعبہ عقیدہ اورادیان کا تقابلی مطالعہ

۳۔ شعبۃ الدعوہ اور تہذیب

ان شعبہ جات کے نصاب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ لازمی مضامین ۲۔ اختیاری مضامین

اختیاری مضامین میں سے طلباء کو دس کریڈٹ کے مضامین کا منتخب کرنا ضروری ہے تفسیر وحدیث کے شعبہ میں قراءت کو لازمی مضامین کے درجہ میں رکھا گیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

کورس کا نمبر	نام	دورانیہ کریڈٹ
۳۰۱ QLD	قراءت نمبر۱	۲
۳۰۲ QLD	قراءت نمبر۲	۲ (۱)

اس لحاظ سے پاکستان کے سرکاری تعلیمی اداروں میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی وہ پہلا ادارہ ہے جس کے نصاب میں واجبی حد تک علم تجوید وقراءت کو شامل نصاب کیا گیا ہے

---

(۱) پراسپیکٹس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان ۲۴

سرکاری حکم نامہ

ملک میں محافل قراءت کا آغاز ساٹھ کے عشرے کے اواخر میں ہوا۔ اور مختلف شہروں میں عوامی سطح پر قراءت کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ اس سلسلے میں ملتان میں بڑے زور شور سے کام ہوا۔ اور مجلس حسن قراءت کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اور اس کے تحت ۱۹۵۹ء ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۴ء میں بھرپور محافل قراءت منعقد ہوئیں۔ ملکی سطح پر اس ہمہ گیر تحریک کا اثر حکومتی سطح پر یہ ہوا کہ گورنر مغربی پاکستان نواب امیر محمد خان آف کالا باغ نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کے تحت صوبے کے تمام سکولوں میں مسلمان طلباء اور طالبات کے لئے تعلیم القرآن کو حسن قراءت کے ساتھ لازمی قرار دے دیا گیا۔ یہ حکم نامہ تو جاری ہو گیا لیکن اس پر تعلیمی اداروں میں خاطر خواہ عمل نہ ہوا۔ البتہ سردار محمد زمان خان ڈائریکٹر ملڑی لینڈز اینڈ کنٹونمنٹس نے اس حکم پر فوری عمل درآمد کرتے ہوئے اپنی ماتحت چھاؤنیوں میں مستند قراء کا تقرر شروع کر دیا۔ (۱)

اسی طرح تعلیم القرآن ٹرسٹ کے بانی شیخ محمد یوسف سلیمی مرحوم نے مختلف ارباب تعلیم سے رابطہ قائم کیا جس کے نتیجہ میں ڈائریکٹر ایجوکیشن پشاور نے اپنے زیر تعلیم میں قراء کے تقرر کا اصولی فیصلہ کر لیا لیکن یہ شرط عاید کی کہ ایسے تمام قاری صاحبان

---

(۱) عبدالرحمٰن خان منشی کتاب زندگی ۲۷۸

(۲) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ ۳/۲۷

کی تنخواہیں ٹرسٹ ادا کرے گا۔ ٹرسٹ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور پشاور ریجن کے سکولوں اور نارمل ٹریننگ سینٹروں میں قراء کا تقرر عمل میں آیا۔

سنہ ۱۹۷۰ء تک مغربی پاکستان کے ایک سو سکولوں میں قراء اساتذہ کا تقرر عمل میں آچکا تھا۔ جس کا تفصیلی گوشوارہ حسب ذیل ہے

اضلاع	تعداد سکول	اضلاع	تعداد سکول
بنوں	۵	لائلپور ☆	۲
پشاور	۸	لاہور	۱۵
ڈیرہ اسماعیل خاں	۸	مردان	۹
سیالکوٹ	۲	ہزارہ	۳۳
کوہاٹ	۲		
گوجرانوالہ	۱۰		

مغربی پاکستان کے مذکورہ اضلاع کے علاوہ آزاد کشمیر میں بھی چھ سکولوں میں قاری اساتذہ مقرر کئے گئے اور اس طرح سو اسکولوں میں دوسو تیرہ قاری استاد متعین ہوئے (۱)

سنہ ۱۹۷۰ء کے بعد کے اعداد و شمار کا علم ہمیں کسی طور نہ ہو سکا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسکیم شیخ محمد یوسف سلیمی کے انتقال کے بعد جاری نہ رہ سکی

☆ نوٹ:۔ لائلپور کا نام اب فیصل آباد ہے

(۱) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر اپریل ۱۹۷۰ ۳/ ۲۷

قومی خطاب اور تلاوت قرآن :

پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو پاکستان میں مارشل لاء نافذ ہوا۔ اور عنان حکومت چیف آف آرمی سٹاف جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے سنبھالی۔ مرحوم دین کے ساتھ بہت لگاؤ رکھنے والے باعمل انسان تھے۔ قرآن کریم کے ساتھ ان کو والہانہ عشق تھا۔ وہ ہر حکومتی اجلاس کی کارروائی کا آغاز قرآن حکیم کی تلاوت سے کراتے۔ اگرچہ یہ طریق پاکستان میں پہلے سے رائج تھا تاہم ان کے دور میں اس کا التزام زیادہ ہونے لگا۔ پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو انہوں نے بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ریڈیو اور ٹیلی وژن سے خطاب کیا اس خطاب سے قبل ایک قاری صاحب نے قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ پاکستان میں یہ روایت پہلے موجود نہ تھی۔ لیکن اب یہ ہر سربراہ کا معمول ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تلاوت :

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اپنے دور میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کیلئے تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر انہوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ پاکستان سے اپنے ہمراہ قاری شاکر قاسمی کو لے کر گئے۔ جنرل اسمبلی میں اپنی تقریر سے قبل قاری صاحب موصوف سے تلاوت کلام اللہ کرائی۔ قاری شاکر قاسمی نے اس موقعہ کی مناسبت سے الیوم اکملت لکم دینکم... الخ آیات کی تلاوت کی۔ اس طرح شہید صدر ضیاء الحق عالم اسلام کے وہ پہلے سربراہ ہیں جنہیں پوری دنیا کی قیادت کے سامنے اللہ کے کلام کی تلاوت کرانے اور اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

سرکاری وفد میں قاری کی شمولیت :

امریکی صدر ریگن کے زمانے میں مرحوم صدر ضیاء الحق سرکاری دورے پر امریکہ گئے۔ وفد کے ارکان کو منتخب کرنے کے سلسلے میں مرحوم صدر نے بطور خاص حکم دیا کہ ایک قاری کو بھی سرکاری وفد میں شامل کیا جائے۔ قاری کے انتخاب میں انہوں نے ذاتی طور پر دلچسپی لی۔ انہوں نے پورے ملک سے تین منتخب قراء کو اسلام آباد طلب کیا۔ ان تین قاری حضرات میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ پریذیڈنسی میں تینوں کا انٹرویو لیا۔ جس میں مختلف امور پر گفتگو کی۔ بعد میں انہیں معلوم ہوا کہ ایک امریکی نومسلم طلال نامی کراچی میں مقیم ہیں۔ دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ اور علم تجوید و قراءت بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ مرحوم چونکہ امریکہ جا رہے تھے۔ لہذا اس نسبت سے امریکی نژاد قاری طلال کو اپنے ہمراہ امریکہ لے گئے

پاکستانی قاری کو قراءت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے مصر بھجوانا :

سرکاری احکام کے تحت ۱۲ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی پہلی محفل حسن قراءت میں صدر مملکت محمد ضیاء الحق" نے یہ اعلان کیا کہ "قاری صاحب (خوشی محمد) کی ایک دیرینہ آرزو ہے ..... کہ انہیں موقع دیا جائے کہ وہ باہر کسی یونیورسٹی میں جا کر اپنی حسن قراءت کو اور زیادہ بنا سنوار سکیں ..... انہیں ان شاء اللہ عنقریب جامعۃ الازہر بھیجیں گے تاکہ وہ اپنے انداز قراءت کو بہتر بنا سکیں۔"(۱)

(۱) ماہنامہ التجوید ۱/ ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء ۵۴

سرکاری سطح پر مقابلہ تجوید و قراءت :

پاکستان میں سرکاری سطح پر مقابلۂ تجوید و قراءت کا آغاز شہید صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں ہوا۔ ان کے حکم سے پہلی محفل قراءت وزارت حج و اوقاف کے زیر اہتمام ۱۳ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ یاد رہے کہ انہوں نے عنان حکومت پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کو سنبھالی تھی۔ گویا اقتدار سنبھالنے کے دو ماہ بعد ہی اپنے ترجیحی کاموں میں تجوید و قراءت کے فروغ کی جانب توجہ کی۔ انہوں نے ملکی سطح پر مقابلہ ہائے حسن قراءت منعقد کرانے کا حکم دیا۔ اسلام آباد میں منعقد ہونے والی پہلی محفل میں وہ خود شریک ہوئے اس موقعہ پر انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں علم تجوید و قراءت کی اہمیت اور اس کے فروغ کے بارے میں فرمایا۔

"مومن کیلئے آیات قرآنی کا سماع علم کی قوت میں اضافہ کا موجب ہے۔ اس سے روح کو تسکین ملتی ہے اور نیکی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ آپکو معلوم ہوگا کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے رسول خدا کو نعوذ باللہ قتل کرنے جا رہے تھے تو قرآن مجید کی ہی چند آیات سنکر ایمان لائے تھے خود رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے دوسروں سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے حضورؐ کو خوش الحانی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا بہت پسند تھا۔ ترتیل اور وقار سے صحیح تلفظ اور صحیح مخرج کے ساتھ قرآن پڑھنا بجائے خود ثواب بھی ہے اور ہمارا فرض بھی.....

میری خواہش ہے کہ قراءت کی محفلیں وقفوں وقفوں سے ہوتی رہیں تاکہ قوم میں قرآنی تعلیمات کا اثر راسخ کیا جا سکے"(۱)

(۱) ماہنامہ التجوید ۱/ ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء ۵۳-۵۴

حفاظ قرآن کے لئے رعایت :

حکومت پاکستان نے ۲۹ جولائی ۱۹۹۱ء کو کیبنٹ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ چاروں صوبوں کی وزارت تعلیم کو ہدایت کی جائے کہ وہ تمام حفاظ قرآن طلباء کو بیس اضافی نمبروں کی رعایت دے۔ اور میرٹ میں ان نمبروں کو شامل کیا جائے۔ اور تمام تعلیمی اور پیشہ ورانہ تعلیمی اداروں کو داخلہ کے وقت اس ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ حکم نامہ افتخار احمد بھٹی کے دستخطوں سے جاری ہوا۔ اس حکم نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"I am directed to refer to case NO. 16/CM/91 and decision there upon by the Cabinet in their meeting held on 29th July, 1991 which inter-alia decided that the provincial Governments should be advised to implement the decision governing to award of 20 additional marks to Hafiz-e-Quran for admission to all educational and professional institutions at all level under their Contral.

2- It is requested that the educational institutions under your control may please be advised to take suitable action to implement the decision from the current academic year" (۱)

یہ خط چاروں صوبائی حکومتوں کی وزارت تعلیم کو بھیجا گیا۔ اور انہوں نے اپنے ماتحت تمام تعلیمی اداروں کو روانہ کیا۔

پنجاب حکومت نے یہ حکم نامہ اپنے گشتی مراسلہ

No. SO (PI) 11-43/86 dated 15.9.1992

کے تحت تعلیمی سربراہوں کو بھیجا۔ جن میں جملہ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کالجز ڈائریکٹر ٹیکنیکل ایجوکیشن۔ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن سکولز۔ ڈائریکٹر سپیشل ایجوکیشن صاحبان شامل ہیں۔

(۱) Govt. of Pakistan Ministry of Education Islamabad
Letter No. F. 3-2/87-1E dated 27th August 1992

تجاویز

روایت حفص و دیگر طرق قراءت :

علم قراءت کے دس امام ہیں جن سے قراءات عشرہ کا علم آگے منتقل ہوا۔ پھران دس آئمہ میں سے ہرایک کے دو راوی ہیں۔ اس طرح رواۃ کی تعداد بیس ہوگئی۔ ان بیس راویوں کے آگے ہر راوی کے چار طرق ہیں۔ اس طرح طرق کی تعداد اسی ہوجاتی ہے۔ جن کا تذکرہ قراءت کی کتب میں موجود ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قران مجید محفوظ ترین کتاب ہے۔ اور اس کی قراءات روایات اور طرق سب محفوظ ہیں۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ قران مجید کے ساتھ کامل محبت کے باوجود مسلمانوں کی رغبت طرق قراءت کی جانب رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے۔ اور اب عالم یہ ہے کہ بیشتر علماء بھی سوائے **روایت حفص** کے کسی دوسری روایت سے شناسا تک نہیں ہیں۔ اس صورت حال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مصری دانشور ڈاکٹر لبیب السعید لکھتے ہیں۔

" والملاحظ الآن ان کثیراً من المسلمین لا یحسنون - مع الاسف - اداء الکتاب العظیم حسب اصول التجوید، مع انهم بالضرورة یؤمنون بهذا الکتاب، ویحبونه۔ ولیستهدونه۔ والملاحظ ایضاً ان أغلب حفاظ القران الکریم لا یعرفون غیر قراءة "حفص" وهذا وذاک امران بالغا الخطورة[1]

۱۔ لبیب السعید ڈاکٹر، الجمع الصوتی الاول للقران، ۸۲ - ۸۳

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ افسوس آج کل اکثر مسلمان اصول تجوید کے مطابق اس عظیم کتاب کی تلاوت اچھے انداز سے نہیں کر سکتے حالانکہ وہ اس کتاب پر پورا ایمان بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ محبت کے دعوے بھی کرتے ہیں اور اس کو سرچشمہ ہدایت بھی سمجھتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بیشتر حفاظ قرآن سوائے قراءۃ ★ حفص کے کسی دوسری روایت کا علم نہیں رکھتے۔ یہ دونوں مذکورہ امور بڑے خطرے کا سبب ہیں۔

پاک و ہند کے معروف استاد علم قراءت قاری رحیم بخش رح نے اپنی کتاب "المھذبہ فی وجوہ الطیبہ" میں قراءت رواۃ اور طرق کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس مفصل تذکرے کے بعد وہ خود استدعا کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

"چونکہ اس زمانہ میں طیبہ کی ان مخصوص وجوہ کو صرف بعض حضرات ہی پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ عام قراء اس کی طرف التفات کم کرتے ہیں اور اس سے ہجران قرآن لازم آتا ہے و نیز شدید خطرہ ہے کہ شدہ شدہ کہیں یہ بالکل نسیاً منسیاً ہی نہ ہو جائیں اس لئے ان کو بھی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔" (۱)

گویا علم قراءت یا تجوید محض آواز کے زیر و بم کا نام نہیں جیسا کہ آجکل عموماً تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ علم حدیث اور علم فقہ کی طرح باقاعدہ مستقل علم ہے۔ اور اس علم کے مختلف راویوں اور ان کے طرق وغیرہ کو جاننا اور اس علم کو عام کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح حدیث میں علم الرجال اور اصول حدیث کا جاننا ضروری ہے لیکن دور حاضر میں بڑے بڑے معروف قراء بھی اس علم سے عاری نظر آتے ہیں اور یہ بھی شاید مبالغہ نہ ہو کہ بیشتر تو ان اصطلاحات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ لہذا اس علم کو عام کرنے کی از حد ضرورت ہے

---

(۱) رحیم بخش قاری، المھذبہ فی وجوہ الطیبہ، ۶۳

★۔ قراءۃ تو امام عاصم کی حفص راوی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر لبیب نے قراءۃ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے لہذا ترجمہ بھی مراد ہی کیا گیا ہے

خواتین اور علمِ قراءت :

پاکستان میں مردوں کیلئے تو علم تجوید وقراءت سیکھنے سکھانے کے مراکز اور مواقع موجود ہیں۔ لیکن خواتین کیلئے علم قراءت سیکھنے کا بندوبست قطعاً کسی جگہ موجود نہیں ممکن ہے بعض لوگ لفظ قطعاً سے اتفاق نہ کریں تو احتیاط کے پیش نظر یہ تو کہنا بے جا نہ ہوگا کہ باقاعدہ مستقل بندوبست کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ علم قراءت سے آشنا خواتین اساتذہ کا وجود ہے ہی نہیں۔ اکابر اساتذہ کو اس جانب بالخصوص توجہ کرنی چاہیئے۔ پانی پت میں قاری لالہ رحؒ نے اپنی بیٹی کو اس علم سے آراستہ کیا تھا۔ ان کے توسط سے جس طرح یہ علم آگے منتقل ہوا سب پر عیاں ہے۔ کہ عورتیں اور مرد سب ان سے استفادہ کرتے اور پانی پت مرکز حفاظ و علم قراءت قرار پایا۔ آج کل اگر خواتین کیلئے آغاز میں مرد اساتذہ سے علم قراءت کو منتقل کرنے کا بندوبست کیا جائے تو مستقبل میں عورتیں اپنی اولاد میں اس علم کو بسہولت منتقل کر سکتی ہیں۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ مدارس کی موجودگی کے باوجود ماضی میں بوڑھی خواتین اپنے گھروں میں بچوں بچیوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھایا کرتی تھیں۔ قرانی تعلیم کا یہ نجی نظام گلی گلی محلے محلے موجود تھا اور بغیر مالی بوجھ برداشت کیے بچے بچیاں قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم سے بہرہ ور ہو جاتے تھے۔ مالی فراوانی یا ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے اب بڑے شہروں میں تو یہ رواج موجود نہیں رہا تاہم یہ صورت گاؤں اور پسماندہ علاقوں میں آج بھی موجود ہے۔ اسی نہج پر علم قراءت کی تدریس کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اگر خواتین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی جائے اور تجوید کے بنیادی اسباق کا ریفریشر کورسز کے ذریعے بندوبست کر دیا جائے تو علم تجوید کی ترویج مؤثر طریق پر ہو سکتی ہے۔

بورڈ کے مقابلے اور قراء کا تقرر :

ملک بھر کے تعلیمی بورڈز کی ذمہ داری ہے کہ وہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی یعنی میٹرک اور انٹرمیڈیٹ سطح تک امتحانات کا انتظام وانصرام کریں۔ متعلقہ بورڈوں کے ساتھ ملحق کالج وسکول کے طلباء انہیں بورڈوں کے تحت منعقد ہونے والے امتحانات میں بیٹھنے کے پابند ہیں۔ امتحانی نظام کے ساتھ ساتھ تمام بورڈ اس بات کا اہتمام بھی کرتے ہیں کہ وہ طلباء میں ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے محرکات کو بیدار کریں تاکہ امتحانات پاس کرنے کے ساتھ ساتھ طلباء کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کا انتظام بھی ہو سکے

اس مقصد کے حصول کی خاطر ہر بورڈ اپنے ساتھ ملحق سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے مابین مختلف قسم کے مقابلے منعقد کرانے کا اہتمام کرتا ہے۔ مثلاً اردو انگریزی مباحثہ جات قراءت ونعت کے مقابلے۔ مقابلہ ہائے مضمون نویسی وغیرہ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اردو انگریزی مباحثہ جات مقابلہ تقاریر یا مضمون نویسی کے مقابلہ جات کیلئے اسکولوں اور کالجوں میں باقاعدہ تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس کے لئے اساتذہ طلباء کی پوری پوری راہ نمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح کھیلوں کے مقابلے کی تیاری کیلئے بھی اساتذہ ہی میں سے کسی کو انچارج یا ذمہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ اس تقرر میں عموماً اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ انچارج استاد اس کھیل کا کھلاڑی ہو یا کھلاڑی رہا ہو یا کم از کم اس کھیل کے بارے میں خاطر خواہ معلومات ضرور رکھتا ہو۔ یہی صورت مختلف زبانوں میں تقریری وتحریری مقابلوں کے معاملہ میں بھی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ لیکن علم تجوید وقراءت کے مقابلوں کیلئے تیاری اور ان

مقابلوں میں طلباء کو بھیجنے کے لئے اس بات کا قطعاً اہتمام نہیں کیا جاتا کیونکہ ملک بھر کے کسی بھی ادارے میں علم تجوید و قراءت کو باقاعدہ جاننے والے اساتذہ سرے سے موجود نہیں الاّ ماشاء اللہ ۔ کیونکہ سرکاری سطح پر حکومت کی طرف سے سکولوں اور کالجوں میں اس مقصد کیلئے کوئی آسامی موجود نہیں ہے ۔ لہذا قراءت کے مقابلہ میں حصہ لینے کی خاطر ایسے ہی کسی نہ کسی طالب علم کو پکڑ کر اس کا نام مقابلے میں شرکت کیلئے ارسال کر دیا جاتا ہے یا زیادہ سے زیادہ کسی ایسے طالب علم کا انتخاب کیا جاتا ہے جس نے اپنے طور پر کسی محلہ کی مسجد کے نیم قاری یا مولوی یا امام صاحب سے تھوڑی بہت مشق کر لی ہوتی ہے اگر بالفرض ایسا طالب علم نہ ملے تو بھس غنیمت است کے مصداق کسی ایسے طالب علم کو اس مقصد کیلئے چن لیا جاتا ہے جو عرف عام دینی رجحان رکھنے والا ہو قطع نظر اس بات سے کہ وہ علم تجوید کی ابجد سے بھی واقف ہے یا نہیں ۔ گویا محفل قراءت یا مقابلۂ حسن قراءت میں حصہ لینا ایک خانہ پری اور ایک عملِ اضطراری سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا ۔ نیز مقابلۂ حسن قراءت میں حصہ لینا طلباء کا وہ امتحان ہے جس کی انہیں قطعاً تیاری نہیں کرائی جاتی اور نہ ہی یہ علم نصابی طور پر سکولوں اور کالجوں میں ان کو پڑھایا جاتا ہے ۔ اس لحاظ سے یہ ایک ایسا امتحان ہے جس میں طلباء بغیر تیاری بغیر استاد بغیر نصاب کے شریک ہوتے ہیں ۔ یہ صورت حال ناقابل فہم بھی ہے اور مضحکہ خیز بھی ۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ کالجوں اور سکولوں میں علم تجوید کو باقاعدہ اختیاری مضمون ELECTIVE کی حیثیت سے پڑھایا جائے ۔ اور اس مقصد کیلئے دیگر مضامین کی طرح ماہر اساتذہ علم تجوید و قراءت کی آسامیاں پیدا کی جائیں تاکہ طلباء اس مضمون کی باقاعدہ تدریس کے بعد شامل مقابلہ یا شریک امتحان ہو سکیں ۔

مسابقہ ہائے حسنِ قراءت میں منصفین کا تقرر :

تعلیمی اداروں میں مسابقہ ہائے حسن قراءت منعقد کرنے کا زور شور تقریباً ساٹھ کی دہائی میں شروع ہوا۔ ان مسابقات کا ایک مثبت پہلو تو یہ سامنے آیا کہ قرآن مجید کو پڑھنے کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اور طلباء میں علم تجوید سیکھنے پڑھنے پڑھانے کے رجحان نے بھی فروغ پایا لیکن کالجوں سکولوں میں چونکہ اس علم کی تدریس کا بندوبست ہرگز نہ تھا اس لئے طلباء نے اپنے طور پر محلہ کی مساجد کے آئمہ کی طرف رجوع کرنا شروع کیا۔ اس طرزِ عمل سے دو صورتیں سامنے آئیں ایک تو ایسے طلباء جنہوں نے واقعی ماہر اساتذۂ علم تجوید و قراءت کی طرف رجوع کیا کہ ان قرب و جوار میں ایسے اساتذہ میسر تھے۔ دوسرے وہ کہ جنہوں نے محض آواز کے زور پر تلاوت کرنے والوں کو اپنا استاد بنایا حالانکہ وہ تجوید کی اصل سے واقف نہ تھے ان کا مبلغ علم قرآن مجید کے چند رکوعات تک ہی محدود تھا جن کی مشق انہوں نے کسی سے کرلی یا کیسٹ سے سن کر اس کی نقل پر اکتفا کیا۔ جب ان طلباء نے مسابقہ ہائے قراءت میں حصہ لیا تو ان کے لئے بطور منصف عموماً ایسے ہی حضرات کی خدمات مستعار لی گئیں جو محلے کی مسجد کے امام صاحب تھے یا کسی سکول میں دینیات کے ٹیچر۔ جنہیں علم تجوید و قراءت کی ابجد کا علم بھی نہ تھا۔ ان حضرات نے محض آواز کے لوچ غنائیت اور زیر و بم کو سامنے رکھ کر ہی انعام کا استحقاق تعین کیا۔ جس کی وجہ سے ماہر اساتذۂ علم تجوید سے پڑھ کر آنے والے طلباء کی حوصلہ شکنی ہوئی اس حوصلہ شکنی کے نتیجہ میں ان طلباء نے بھی حسن صوت تغنیہ سانس کی جا بیجا

طوالت اور آواز کے زیر و بم ہی کو اصل تجوید خیال کیا۔ لہذا انہوں نے بھی تجوید کے قواعد و ضوابط کو چھوڑ محض آواز کے غنائی پہلو کو ہی کامیابی گردانا۔ اور ماہر اساتذہ نے علم تجوید سے ناتہ توڑ حسن صوت اور طوالت سانس کیلئے ریاض شروع کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں محافل قراءت میں انعامات بھی ملے۔ معاشرے میں واہ واہ سبحان اللہ کی گونج کے ساتھ پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ اور اس طرح پورے معاشرے میں تجوید کی اصل معرفت تقریباً ختم ہی ہو کر رہ گئی۔ حسن صوت تنفس کی طوالت اور غنائیت ہی کا نام تجوید و قراءت ٹھہرا۔

اس ساری صورت حال کے تناظر میں اس بات کی انتہائی ضرورت ہے کہ کالجوں سکولوں اور دیگر تنظیموں کے تحت کسی بھی جگہ منعقد ہونے والے مقابلہ ہائے قراءت میں ایسے حضرات کا تقرر بطور منصف کیا جائے جو علم تجوید کو صحیح طور جاننے والے اور ماہر اساتذہ ہوں۔ تاکہ طلباء میں اس علم کی صحیح معرفت کا جذبہ بیدار ہو۔ اور اس علم کی تحصیل کیلئے وہ ماہر اساتذہ کی طرف ہی رجوع کریں۔

محافل قراءت میں اس تصور کو ختم کرنے کی بھی از حد ضرورت ہے کہ علم تجوید صرف سانس کی طوالت اور آواز کے زیر و بم اور حسن صوت اور غنائیت کا نام ہے تاکہ عام لوگ اس علم کے بارے میں صحیح صورت سے آگاہ ہوں اور درست رائے قائم کر سکیں۔ محض آواز ہی کو علم تجوید کی اصل خیال نہ کریں۔

رسم المصحف :

رسم قرآن کے معاملے میں مصحف عثمانی کی اقتداء بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی تلاوت کے معاملے میں سبعہ احرف کی۔ اس موضوع پر عربی زبان میں تو اچھی اچھی کتب موجود ہیں اور برصغیر کے عالم محمد غوث ارکاٹی نے بھی اس حوالے سے "نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ جو عربی زبان ہی میں ہے۔ اردو زبان کا دامن ابھی تک اس معاملہ میں خالی ہے۔ بلکہ اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ علم الرسم کا تشخص ہی سرے سے ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پڑھنا پڑھانا تو درکنار بحیثیت علم کے اس مقدس علم کی شناخت بھی باقی نہیں رہی کسی بھی دینی مدرسہ میں یہ موضوع نصاب کا حصہ نہیں ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ درس نظامی میں اسکی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ ممکن ہے اس وقت یہ علم اتنا عام ہو کہ اس کا باقاعدہ پڑھنا پڑھانا تحصیل حاصل خیال کیا گیا ہو۔ لیکن اس عدم توجہی کی وجہ سے اب یہ علم تقریباً ناپید ہی ہو گیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند وغیرہ میں طبع ہونے والے نسخہ ہائے قرآن مجید میں کہیں کہیں رسم عثمانی سے اعراض کی مثالیں ملتی ہیں۔ ایران کے مطبوعہ نسخہ ہائے قرآن میں تو ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ رسم المصحف پر بھی اردو زبان میں کتب لکھی جائیں یا کم از کم عربی کتب کا اردو زبان میں ترجمہ کرایا جائے تاکہ یہ عمل برصغیر پاک و ہند میں اس علم کی شناخت کا باعث بن سکے۔ اور برصغیر کے ناشرین کتب اور کاتب حضرات اس علم کی اہمیت کو جان سکیں۔ علاوہ ازیں اس علم کو تعلیمی اداروں میں درسیات کا حصہ بنانے کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

مدارس درجہ قراءت :

پاکستان کے بیشتر ایسے مدارس و جامعات ہیں جن میں اصلاً تو درس نظامی کی تدریس ہوتی ہے لیکن ان میں درجہ تجوید کو بھی اضافی طور پر قائم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ درجہ باقاعدہ دوسرے درجات کی طرح موجود نہیں بلکہ وہ کسی ایک یا دو استادوں کی موجودگی کی وجہ ہی سے قائم ہے۔ یا ان دو اساتذہ کی ذاتی کوشش اور دلچسپی کی وجہ سے باقی ہے۔ اگر یہ اساتذہ کسی اور مدرسہ میں چلے جائیں یا انتظامیہ کے ساتھ کسی وجہ سے ان کی ان بن ہو جائے اور اس بناء پر وہاں سے ان کا خروج ہو تو درجہ تجوید بھی قائم نہیں رہتا۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔ حالانکہ اس کے برعکس اگر کسی اور فن کا استاد مثلاً فقہ۔ تفسیر یا حدیث پڑھانے والا کسی وجہ سے ملازمت ترک کرنا چاہتا ہے یا کسی اور مدرسہ میں زیادہ بہتر سہولتوں کی وجہ سے یا زیادہ مشاہرہ کی کشش میں جانا چاہتا ہے تو انتظامیہ حتی الوسع اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ وہ استاد ملازمت ترک نہ کرے یا کم از کم نئے استاد کی تقرری تک یہ استاد تدریس کے عمل کو جاری رکھے تاکہ اس درجہ کا قیام متاثر نہ ہو اور طلباء کی تعلیم کا سلسلہ بھی تعطل کا شکار نہ ہونے پائے۔ لیکن یہ صورت حال یا یہ سلوک درجہ تجوید اور اس میں تعلیم و تدریس پر مامور استاد کے ساتھ روا نہیں رکھا جاتا۔ کیونکہ اس استاد کے کسی اور جگہ چلے جانے اور تجوید کے شعبہ کی بندش سے مدرسہ کو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مدرسہ کی بقا سلامتی یا اس کا جاری رہنا درجہ تجوید کا رہین منت نہیں بلکہ

اساتذۂ تجوید کے چلے جانے سے الٰہ مدرسہ کے مالی مصارف میں تخفیف ہی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے بیشتر مدارس میں جہاں شعبہ تجوید اضافی طور پر موجود ہے اس شعبہ کے ساتھ دوسرے درجہ کا سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ صورت حال اس بات کی غماز ہے کہ علم قراءت یا علم تجوید کی اہمیت منتظمین مدرسہ کی دانست میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ ایک اضافی علم ہے۔ جو اگر مدرسہ میں نہ بھی پڑھایا جائے تو چنداں فرق نہیں پڑتا۔ اور اگر درجہ تجوید بند بھی ہو جائے تب بھی مضائقہ نہیں۔

علم تجوید و قراءت کی پستی اور طلباء میں اس کی جانب عدم توجہی کے رجحان کا بڑا سبب یہی رویہ ہے جو مدارس کے منتظمین کے ہاں پایا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ علم تجوید کی اہمیت کو بھی دوسرے علوم کی طرح سمجھا جائے بلکہ براہ راست قرآن سے متعلق ہونے کے ناتہ اس علم کو دوسرے علوم پر ترجیح دی جائے۔ اور اسکو باقاعدہ مدارس کے مروجہ نصاب (درس نظامی) میں شامل کیا جائے۔ بلکہ مدارس کے منتظمین کو اس بات کا پابند کیا جانا ضروری ہے کہ وہ اپنے نظام امتحان میں علم تجوید و قراءت کو مستقل علم کے طور پر شامل کریں نیز ہر مدرسہ کو کسی بھی وفاق کی طرف سے پروانۂ الحاق دینے سے قبل اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ آیا وہاں پر علم تجوید و قراءت کی تدریس کا خاطرہ خواہ انتظام کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور ایسے مدارس کا الحاق ختم کر دیا جائے جہاں پر یہ شعبہ معدوم ہو یا اس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جا رہی ہو۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرائض نبوت کا ذکر کرتے ہوئے تلاوت آیات کو دیگر تمام فرائض پر فوقیت دی ہے۔

مدارس دینیہ اور درجہ ہائے تجوید و قراءت :

مدارس میں قراءت کے شعبہ جات بھی کسی ایک شخصیت کی ذات سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ شخصیت دنیا میں نہ رہے یا کسی وجہ سے وہ مدرسہ چھوڑ جائے تو پورا شعبہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ ایسی مثالیں ملک کے بیشتر مدارس میں موجود ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ شعبہ تجوید و قراءت کسی مدرسہ کا باقاعدہ ہدف نہیں۔ اس کی حیثیت محض ثانوی ہے اس طرز عمل کی وجہ سے علم تجوید کو بڑا نقصان ہوا۔ جبکہ اس کے برعکس کسی بھی فن کا عالم کسی وجہ سے مدرسہ کو چھوڑ دے یا فوت ہو جائے تو منتظمین فوری طور پر اس فن کے دوسرے استاد کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ اور اس فن کے استاد کو جیسے بن پڑے مہیا کر کے ہی دم لیتے ہیں خواہ کسی دوسرے مدرسہ سے زائد تنخواہ دے کا لالچ دے کر ہی کیوں نہ لانا پڑے۔ بہرحال استاد لایا جاتا ہے لیکن علم تجوید کے معاملے میں یہ صورت نہیں شعبہ تجوید چلتا رہے تو بہتر بند ہو جائے تو ہو انتظامیہ بے نیاز۔ اس طرح علم تجوید کو مدارس کے اندر ثانوی سے بھی کم تر حیثیت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ پورے ملک میں ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس ہونے کے باوجود گنتی کے چند مدارس میں درجہ ہائے تجوید و قراءت قائم ہیں اور ان کا قیام بھی کسی ایک پرانے استاد کی ذات اور وجود کا رہین منت ہے۔ ضرورت ہے کہ منتظمین مدارس اس انحطاط پذیر صورت حال کا پوری دلجمعی سے جائزہ لیں اور علم تجوید و قراءت کے شعبہ کو بھی مدارس میں وہی مقام و مرتبہ دیں جو دیگر شعبہ جات کو حاصل ہے۔

لفظ قاری کا غلط استعمال :

پاکستان میں لفظ قاری کا استعمال بہت غلط اور ناجائز ہے۔ جس کی وجہ سے اس علم اور فن کی قدر و منزلت خاصی متاثر ہو رہی ہے۔ ممکن ہے ہماری اس بات سے کچھ لوگ چونک جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ہر وہ شخص جو کسی قاری صاحب سے ایک آدھ رکوع کی مشق کر لیتا ہے اور خوش گلوئی کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے خود کو قاری کہلانے لگتا ہے۔ یا لوگ کم علمی بلکہ لاعلمی کی بنا پر اسے قاری کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ لفظ قاری کا اطلاق اپنی اصلیت کے اعتبار سے صرف ایسے شخص پر ہوتا ہے جو مستند قاری ہو اور علم تجوید و قراءت سے پوری طرح بہرہ ور ہو اور کم از کم سبعہ قراءات کا جاننے والا ہو۔ نہ صرف یہ کہ جاننے والا ہو بلکہ ایک کثیر مخلوق نے اس سے اس علم کو حاصل بھی کر رکھا ہو۔ لیکن ہمارے ملک میں علمی لحاظ سے کوتاہ دامنی کا عالم یہ ہے کہ ہر استاد جو کسی مکتب یا مدرسہ میں دینیات پڑھاتا ہے اسے بھی سب قاری ہی کے نام سے پکارتے ہیں اور بسا اوقات تو اس لفظ کا اطلاق محض چہرہ پر سجی داڑھی دیکھ کر ہی کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہر شخص پر لفظ قاری کا اطلاق نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ اس علم اور فن کے ساتھ بھی مذاق ہے۔ اگر فوج کے کسی صوبیدار یا نائک وغیرہ کو میجر یا جنرل کہنا قانوناً جرم ہے تو غیر قاری کو قاری جیسے عظیم المرتبت خطاب سے مزین کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لفظ قاری کے استعمال کا معیار مقرر کیا جائے اور کسی ایسے شخص کو یہ ٹائٹل استعمال کرنے کی اجازت نہ دی جائے جس نے باقاعدہ اس علم کی تحصیل نہ کی ہو تاکہ معاشرے میں علم تجوید و قراءات کا صحیح تشخص پیدا ہو سکے۔

وسعت نظری :

تقریباً ربع صدی پیشتر پاکستان کے دینی مدارس میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور باہم کسب فیض کرنے کا ماحول پایا جاتا تھا۔ دینی علوم کے سلسلے میں عموماً اور علم تجوید کے سلسلے میں خصوصاً یہ صورت حال موجود تھی کہ بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث مکتب فکر کے اساتذہ وطلباء اپنے مذکورہ اعتقادی رجحانات رکھنے کے باوجود ایک دوسرے کے مدارس اور ایک دوسرے کے اساتذہ سے استفادہ کرتے تھے اور اپنے اختلافی رجحانات کے باوجود استاد کی عزت اور شاگرد کے ساتھ شفقت ومحبت کے برتاؤ میں کمی نہ آتی تھی۔ کہ علم انبیاء کا ورثہ ہے سب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اختلاف تو صرف توجیہات کا ہے بنیاد کا نہیں۔ اس حوالے سے ماضی قریب میں ہمیں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ مشتے از خروارے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

بریلوی مکتب فکر کے قاری غلام رسول کا شمار پاکستان کے معروف ومشہور قراء میں ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بلا مبالغہ درست ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے تقریباً سبھی قاری حضرات انہی قاری غلام رسول کے شاگرد ہیں۔ اور قاری غلام رسول نے علم تجوید کی تحصیل کیلئے شیخ القراء استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ علی گڑھی سے کسب فیض کیا۔ اور دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ قاری عبدالمالکؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے عقیدت کیش اور ارادتمند تھے۔ اور دارالعلوم اسلامیہ دیوبندی مکتب فکر کا مدرسہ تھا۔ قاری عبدالمالکؒ نے قاری غلام رسول صاحب کو پڑھانے یا مدرسہ میں داخلہ دینے سے اس بناء پر انکار تو نہیں کیا کہ وہ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے

قاری غلام رسول کو اپنا مکتب فکر تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ اسی طرح قاری غلام رسول نے بھی بریلوی ہونے کے باوجود دیوبندی استاد قاری عبدالمالکؒ سے کسب فیض کو معیوب خیال نہیں کیا۔ اور انہیں استاد کی حیثیت سے پورا پورا ادب و احترام دیا۔

اسی طرح قاری اظہار احمد تھانویؒ دیوبندی فکر کے عالم تھے انکی زیادہ شہرت علم تجوید و قراءت کے حوالے سے ہوئی۔ موصوف کو اہل حدیث حضرات نے اپنے مدرسہ میں مدرس تجوید تعینات کیا بلکہ اہل حدیث حضرات کے سرخیل مولانا داؤد غزنویؒ خود قاری اظہار احمد تھانویؒ کے پاس گئے اور انہیں اپنے مدرسہ میں شعبہ تجوید کے صدر مدرس کے طور پر لائے۔ یہ بات تو کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں علم تجوید قاری غلام رسول کے توسط سے پھیلا جبکہ اہل حدیث حضرات میں یہ علم قاری اظہار احمد تھانویؒ کے فیض سے عام ہوا۔ اور یہ دونوں حضرات استاد الاساتذہ قاری عبدالمالکؒ کے شاگرد ہیں۔ لیکن آج یہ جذبہ معدوم ہو چکا ہے۔ قاری کہلانے والے حضرات نے ایک ہی گھاٹ سے سیرابی حاصل کرنے کے بعد اپنی اپنی پیشانیوں پر مخصوص مکاتب فکر کی چھاپ والے ماسک چڑھا لئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہر مکتب فکر اپنی علیحدہ محفل قراءت منعقد کرنے کی فکر کرتا ہے۔ محافل قراءت کے اشتہارات بھی گروہی حوالے ہی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مکتب فکر کے قراء حضرات قرآن تجوید اور علم قراءت کے حوالے سے وہی سابقہ جذبہ پیدا کریں اور خود کو محدود دوائر میں محصور کرنے کی بجائے وسعت قلبی اور وسعت نظری سے کام لیں کہ جذبہ کے بغیر نہ تو جدت افکار پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدمت قرآن کا دعویٰ مبنی بر صداقت قرار دیا جا سکتا ہے۔

مدارس حفظ اور علم تجوید :

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ پاکستان میں قرآن کریم کی ناظرہ اور حفظ کی تعلیم وتدریس کیلئے مفت انتظام ہے۔ طلباء کو قرآن پڑھنے کیلئے کوئی فیس یا معاوضہ ادا کرنا نہیں پڑتا بلکہ بیشتر مقامات پر ایسے طلباء کی رہائش خوراک پوشاک اور دوادار کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ ملک کے تمام شہروں میں ان گنت چھوٹے بڑے بے شمار مدارس موجود ہیں اور گلی کوچے کی ہر مسجد میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ وہاں بچے قرآن ناظرہ کی تعلیم سے بہرہ ور ہوں۔ اکثر مقامات پر حفظ قرآن کا نظم بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ان تمام مدارس کو مدارس تجوید وقراءت ہی تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں علم تجوید و قراءت کی تدریس کا سرے سے انتظام ہی نہیں ہوتا۔ اور پڑھانے والے اساتذہ بھی اس علم سے بے بہرہ ہی ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ خود قرآن مجید کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھتے ہیں اور طلباء کو بھی قواعد تجوید کے مطابق ہی پڑھاتے اور حفظ کراتے ہیں لیکن علم تجوید سے استاد اور شاگرد دونوں نابلد ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھنا الگ بات ہے اور علم تجوید کا جاننا سمجھنا الگ بات ہے۔ کہ تجوید باقاعدہ علم کا نام ہے۔

ملک میں ایسے مدارس بھی موجود ہیں جو خدمت قرآن کے حوالے سے قائم کئے گئے اور علم تجوید علم قراءت کے تعلق ہی سے ان کے منتظمین لوگوں سے بھاری رقوم بطور چندہ اکٹھی کرتے ہیں۔ ان مدارس کی عمارتیں بھی عالیشان اور دفاتر بھی بہت خوبصورت

اور ہر لحاظ سے مزین۔ لیکن دوسری طرف علمی بے مائگی کا یہ عالم کہ مہتمم یا ناظم علم تجوید کی ابجد سے بھی نابلد و ناآشنا۔ ظاہر ہے ایسے حضرات اپنے ادارے کیلئے صحیح اور اچھے استاد کا انتخاب کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں نے بہت قلیل مشاہرے پر برائے نام حفاظ کو بطور استاد تجوید اپنے مدارس میں تعینات کر رکھا ہے۔ اور دور دراز کے غریب نادار کم عمر و نوعمر طلباء کو وہاں جمع کر رکھا ہے جو سالہا سال صرف کر کے بھی علم تجوید سے بے بہرہ رہتے ہیں لیکن مدرسہ سے قاری بن کر نکلتے ہیں۔ اس جگہ ایک دلچسپ واقعہ قابل ذکر ہے مدارس تجوید و قراءت کی تحقیق کے سلسلے میں ملک کے مختلف مدارس کو خطوط تحریر کئے گئے جن میں علاوہ دیگر سوالوں کے ایک سوال یہ بھی تھا" آیا آپ کے مدرسہ میں درجہ تجوید قائم ہے اگر ہے تو سبعہ عشرہ تک ہے یا صرف روایت حفص تک"۔ ایک مدرسہ کے مہتمم کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ ہمارے ہاں درجہ تجوید بڑے اہتمام سے قائم کیا گیا ہے اور یہاں سے تعلیم حاصل کر کے قراء کرام اندرون و بیرون ملک قرآن کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جن کی تعداد ان گنت ہے۔ ہمارے ہاں یہ درجہ صرف روایت حفظ تک ہے یعنی مہتمم صاحب روایت حفص کی معرفت سے بھی ناآشنا تھے اور نہ ہی انہیں حفص اور حفظ کے فرق کا پتہ تھا۔ اس تناظر میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ مدارس کے منتظمین قرآن کی خدمت خالصتاً لوجہ اللہ کریں مدارس کو جلب منفعت کا ذریعہ نہ بنائیں نیز مناسب ہوگا کہ ایسے مدارس جہاں حفظ قرآن کا نظم موجود ہے وہاں علم تجوید کی چند ابتدائی کتب پڑھانے کا بھی بندوبست کر دیا جائے تاکہ حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہونے والے خوش نصیب حضرات علم تجوید و قراءت کی بنیادی معلومات سے بھی بہرہ ور ہوں۔

مدارس حفظ میں جسمانی سزائیں :

مدارس حفظ میں بچوں کو جسمانی سزا دینا اساتذہ کا معمول ہے۔ اور یہ تصور عام ہے کہ حفظ قرآن بغیر جسمانی سزا کے ممکن نہیں۔ گویا قرآنی تعلیم اور جسمانی سزا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یہ جسمانی سزا بھی اذیت کی حد تک دی جاتی ہے۔ ایک حافظ قرآن جو جید قاری بھی ہیں آپ بیتی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"ہمارے استاد ..... خوب سخت گیر اور شدید التعزیر تھے ایک بار احقر کے دائیں ہاتھ کی وسطیٰ و سبابہ کے درمیان چاقو کی نوک رکھکر سزا دی جس سے خون بہہ نکلا اس زخم کا نشان ابھی تک باقی ہے سر میں کافی مزبیں لگاتے تھے ان کے آثار اور زخم بھی تا حال موجود ہیں۔ ایک بار ناک کی ہڈی پر مکہ رسید فرمایا جس کی وجہ سے ناک کی ہڈی ٹیڑھی ہوگئی اور دائمی شکایت پیدا ہوگئی استاد موصوف کئی مرتبہ گھٹنوں پر مارتے جس کی وجہ سے ورم ہو جاتا مگر ہماری والدہ ماجدہ رات کو آگ سے گھٹنوں کو سینکتیں اور پھر صبح کو از خود ہمیں استاد صاحب کے پاس پہنچا کر آیا کرتیں۔ ایک بار حضرت استاد ممدوحؒ نے احقر کی گردن میں زنجیر ڈال کر اس کا دوسرا سرا دروازہ کی کنڈی کے ساتھ باندھ دیا اور پھر قرآن سننا شروع فرمایا جہاں غلطی آتی اٹھا کر دور پھینکتے جس کی وجہ سے گلا کھنچ جاتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اسی طرح ایک بار جو اٹھا کر دور پھینکا تو گلا اس قدر سخت اور زیادہ کھنچ گیا کہ میں بے ہوش ہوگیا سر سے شاں شاں کی آوازیں آنے لگیں منہ میں جھاگ آگئے۔ کافی دیر کے بعد ہوش آیا"

اس قسم کے واقعات ایک نہیں سینکڑوں ہیں. طلباء کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر مقید کرنا تو معمول کی سزا سمجھی جاتی ہے۔ چند برس پیشتر ایسے ہی ایک طالب علم نے جسے اس کے استاد نے زنجیر میں جکڑنے کی سزا دی تھی اس اذیت سے گلو خلاصی کرانے کیلئے مٹی کا تیل چھڑک کر خود سوزی کر لی۔

ہماری دانست میں مدارس کے اندر تعلیم قران یا حفظ قرآن کے حوالے سے یہ صورت حال نہایت تکلیف دہ ہے۔ طالب علم بچے اپنی مجبوری کے عالم میں یہ اذیت ناک سزائیں جھیلتے رہتے ہیں۔ لیکن اپنے اساتذہ کے خلاف جذبہ نفرت لے کر جوان ہوتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں اسلام بیزاری کے جذبات بھی پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ اس لئے جسمانی سزا کی کسی طرح بھی تائید نہیں کی جا سکتی۔ یہاں ہم انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ پاکستان کی طرف سے جاری کردہ رپورٹ کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ یاد رہے کہ مذکورہ ٹرسٹ پاکستان میں قائم ہونے والے رفاہی اداروں میں ایک اہم ادارہ ہے اس ادارے کی خدمات سرکاری شعبوں اور عام سماجی حلقوں میں معروف ہیں۔ ٹرسٹ کی طرف سے سال میں ایک دو مرتبہ کارکردگی رپورٹ افادہ عام کی غرض سے شائع کی جاتی ہے۔

۱۹۹۲ء میں ٹرسٹ کی طرف سے جاری کی جانے والی ششماہی کارکردگی رپورٹ گھروں سے بھاگ جانے والے بچوں کے بارے تھی۔ جن کو انصار برنی ٹرسٹ کے توسط سے ان کے والدین تک پہنچایا گیا اور اصلاح کی غرض سے بچوں سے پوچھ گچھ کی گئی اس رپورٹ کے مطابق " صوبہ سرحد میں نو عمر لڑکوں کے گھر سے فرار ہونے کی

بڑی وجہ اساتذہ کی مار پیٹ ہے۔ بھاگنے والوں میں پینتالیس ۴۵٪ فی صد تعداد لڑکوں کی ہے جو دینی مدارس سے بھاگ جاتے ہیں۔ باقی ذہنی مریض دیہات سے والدین کے ہمراہ شہر آنے والے خلموں میں کام کرنے کیلئے گھر سے بھاگنے والے اور اغوا یا لاپتہ ہونے والے لڑکے اور لڑکیاں ہوتی ہیں" (۱) اس رپورٹ کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک تبصرہ نگار لکھتا ہے کہ " انصار برنی ٹرسٹ کی یہ رپورٹ دینی مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔ انہیں ان عوامل پر غور و فکر کرنا جن کی وجہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے والے طلباء آپنا گھریلو آرام چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں یا مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ بچوں کے اس غلط عمل کا سب سے بڑا محرک مدارس کے اندر بچوں کی حد سے زیادہ مار پیٹ ہے قرآن مجید کی تعلیم کے بارہ میں مدارس کے اندر جانے یہ تصور کیوں عام ہو گیا ہے کہ بغیر مار پیٹ کے قرآن مجید نہ یاد ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آج کے دور میں جبکہ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں نئے نئے طریقے ایجاد ہو رہے ہیں اور ان طریقوں کے مثبت نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں تو دینی تعلیم کے نظام کو اسی پرانے مار پیٹ والے ڈگر پر جاری رکھنا قرآن کریم کی کوئی خدمت نہیں" (۲)

یوں بھی سزا تو صرف تساہل اور غفلت دور کرنے کیلئے ہوتی ہے جس کا درجہ تنبیہ کے سوا کچھ نہیں جس میں اذیت کا پہلو شامل نہیں ہونا چاہئے۔ ایسی سزا جو اعضائے جسمانی پر مستقل اثر چھوڑے اس کا اخلاقاً جواز ہے نہ شرعاً۔ ایسی سزا سے اجتناب انتہائی ضروری ہے

---

(۱) ماہنامہ التجوید، اگست ۱۹۹۲ء ۳

(۲) " " " " ۴

طباعت میں ترتیب توقیفی کا لحاظ :

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ترتیب توقیفی کہلاتی ہے جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی۔ پاکستان میں بچوں کو قرآن مجید پڑھانے کیلئے شروع میں نورانی قاعدہ یا بغدادی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد تیسواں پڑھا کر پھر پہلے پارے سے پڑھانا شروع کرتے ہیں۔ تاکہ بچہ پہلے قرآن مجید کی چھوٹی سورتوں کو یاد کرلے اور چھوٹی چھوٹی سورتیں جلد ختم کرلینے سے اس کے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ یہ بات مستحسن ہے لیکن عموماً بچوں کو پڑھانے کیلئے جو تیسواں پارہ شائع کیا جاتا ہے اسکی طباعت ترتیب توقیفی کی بجائے معکوس انداز میں کی جاتی ہے۔ یعنی سورۃ الناس سے آغاز کرکے سورۃ النباء پر ختم کیا جاتا ہے جبکہ ترتیب توقیفی یہ ہے کہ سورۂ نباء سے شروع کرکے سورۃ الناس پر اختتام کیا جائے۔ اس بارے میں سعودی عرب کے مفتی عبداللہ بن باز نے فتوٰی دیتے ہوئے فرمایا ہے "یجب الترتیب لسور القرآن کما فی المصحف العثمانی فالجزء الاخیر یبداء لسورۃ عم وینتھی لسورۃ الناس" (۱)

قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب مصحف عثمانی کے مطابق رکھنا واجب ہے۔ پس آخری پارہ کو سورہ عمّ سے شروع کرکے سورۃ الناس پر ختم کیا جائے۔

پاکستان ہندوستان اور برطانیہ میں پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے بچوں کیلئے جو قرآن کا تیسواں پارہ پرنٹ کیا جاتا ہے وہ ترتیب کے اعتبار سے مصحف عثمانی سے الٹ ہوتا

---

(۱) ماہنامہ التجوید، اکتوبر ۱۹۹۶ شمارہ نمبر ۴۲ - ۳۰

ہے ۔ یہ فیصلہ کرنا تو شاید مشکل ہو کہ یہ ترتیب متحدہ ہندوستان میں کب سے رائج ہوئی اور کس نے رائج کی اور اس ترتیب کے مروج ہونے کے محرکات کیا تھے ۔ تاہم بادی النظر میں یہ اندازہ تو آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس ترتیب میں بچوں کی سہولت اور آسانی کا خیال رکھا گیا ۔

اگرچہ یہ ترتیب بچوں کی سہولت کے لئے اختیار کی گئی تھی تاہم سہولت کی خاطر کسی ناجائز امر کو اختیار کرنا بجائے خود ناجائز عمل ہے ۔ اس سے فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان کا پہلو نکلتا ہے اور بچے کے ذہن میں سورتوں کی معکوس ترتیب منقش ہو جاتی ہے اور مستقل جم جاتی ہے ۔

لہذا بچوں کی تدریس کیلئے بہتر ہوگا کہ نورانی قاعدہ وغیرہ ختم کرانے کے بعد آخری پارہ کو سورۃ "العلق" سے آغاز کرایا جائے ۔ اور "والناس" پر ختم کردیا جائے ۔ پھر تیسواں پارہ سورۃ "النباء" سے شروع کرکے آخر تک پڑھایا جائے ۔ اس سے ترتیب توقیفی بھی متاثر نہیں ہوگی اور بچوں کیلئے سہولت کا پہلو بھی برقرار رہے گا نیز تدریس قرآن کی ابتداء بھی قرآن مجید کی نزولی اعتبار سے پہلی آیت سے ہوگی جو بجائے خود برکت کی بات ہے ۔

اس لئے حکومت کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کے ناشر و طابع اداروں کو اس بات کا پابند بنائے کہ وہ تیسویں پارے کی طباعت میں ترتیب توقیفی کا خیال رکھیں اور اساتذہ کرام بھی دوران تدریس اسی ترتیب کو مدنظر رکھیں ۔

صوتی تسجیل :

حفاظت قرآن مجید کی اصل چونکہ سماعت پر مبنی ہے۔ اور حروف و کلمات کی ادائیگی کا انداز قلم کے ذریعہ سے قرطاس پر منتقل کرنا بھی ممکن نہیں۔ لہذا مختلف قراءتوں کو صوتی لحاظ سے منضبط کرنا آج کے سائنسی دور میں وقت کا اہم تقاضا ہے۔ دور حاضر میں انسانی آواز کو محفوظ کرنے کے وسائل سائنسی اکتشافات و ایجادات نے مہیا کر دیئے ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان جدید وسائل سے کام لیتے ہوئے قرآن مجید کی صوتی تسجیل کا فرض ادا کریں۔ پاکستان کا شمار بڑی اسلامی مملکت میں کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے پاکستان پر یہ ذمہ داری بدرجہ اولیٰ عاید ہوتی ہے کہ وہ یہ فریضہ سرانجام دے۔ اور سرکاری سطح پر قرآن کریم کے صوتی انضباط کا بندوبست کرے۔ یہ کام بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ذریعے بھی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں اس وقت ایسے حفزات موجود ہیں جو تمام قراءتوں کو جانتے سمجھتے اور ان کا پورا علم رکھتے ہیں۔ اس علم کے ساتھ ساتھ انہیں ان قراءات کی ادائیگی پر پورا عبور بھی حاصل ہے۔ لیکن ایسے اصحاب علم کی تعداد انتہائی قلیل ہے۔ اس لئے اگر اس کام میں تساہل برتا گیا تو اس بات کا امکان ہے کہ پاکستان میں کوئی قاری ایسا نہ ملے جو قراءات سبعہ و عشرہ کا پورا علم رکھتا ہو اور صوتی انضباط کسی پاکستانی قاری کی آواز میں ممکن نہ رہے۔ یہ بات پورے وثوق اور تیقن سے کہی جاسکتی ہے کہ اس وقت ریڈیو اور ٹیلی وژن پر تلاوت کرنے والے قراء بھی سبعہ عشرہ کا علم نہیں رکھتے۔ وہ سب روایت حفص ہی میں پڑھتے ہیں اور اسی ایک روایت کا علم رکھتے ہیں۔

علم تجوید اور غنائیت

پاکستان میں جتنی بھی محافل قراءت منعقد ہوتی ہیں ان میں سامعین صرف پڑھنے والے کی آواز نیز سانس کی طوالت اور آواز کے زیر و بم تھرتھراہٹ اور غنائیت کو بڑا حسن خیال کرتے ہیں۔ اور انہی وجوہ پر قاری کیلئے تعریف و توصیف کا معیار قائم کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر عام قاری بھی آواز کے زیر و بم غنائیت اور سانس کی طوالت ہی پر زیادہ زور دینے لگے ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں علم تجوید میں باعث کمال نہیں بلکہ فنی لحاظ سے بسا اوقات نقص شمار کی جاتی ہیں۔ اکابر قراء ایسی باتوں سے احتراز کی تلقین کرتے ہیں۔ چنانچہ قاری محمد اسماعیلؒ تجوید کے وہ عیوب جن سے پرہیز کرنا از حد لازم ہے کے عنوان سے لکھتے ہیں

۱۔ ترعید :۔ مدات اور حرکات میں آواز کا ہلانا (مکروہ)

۲۔ تنفیش :۔ حرکات کو پوری طرح ادا نہ کرنا (مکروہ)

۳۔ تعجیل :۔ اس قدر جلدی کرنا کہ حروف جدا جدا سمجھ میں نہ آئیں بلکہ گڈ مڈ ہو جائیں (حرام)

۴۔ تطنین یا مرحرہ۔ ہر ایک حرف میں غنہ کرنا اور اس کو ناک میں پڑھنا (حرام)

۵۔ تہمیز :۔ ہر ایک حرف میں ہمزہ کی آواز پیدا کرنا (حرام)

۶۔ تطویل :۔ مدات اور حرکات میں آواز کو حد سے زیادہ کھینچنا (مکروہ)

۷۔ ہمہمہ :۔ یعنی کسی حرف مخفف کو مشدد پڑھنا جیسے اِنِیَۃٌ سے اِنِیَّۃٌ اور مَاہِیَۃٌ سے مَاہِیَّۃٌ (حرام)

۸۔ زمزمہ :۔ قرآن مجید کو گانے کے طور پر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اگر حد تجوید سے باہر ہے تو حرام ہے۔

۹۔ ترقیص :۔ آواز کو نچانا اس کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو کبھی نیچی کرنا اور کبھی بلند کرنا جیسے گویئے راگنی کے قواعد کی رو سے کیا کرتے ہیں۔ اگر تجوید کی حد میں ہے تو مکروہ ورنہ حرام ہے۔

۱۰۔ عنعنہ :۔ ہمزہ میں اور اسی طرح دوسرے حروف میں عین کی آواز ملا دینا (حرام)

۱۱۔ رکزہ :۔ بے موقع ادغام کرنا مثلاً ← تنزغ قلوبنا میں غین کا قاف میں یا فاصفح عنھم میں حا کا عین میں یا ماتوعدھم میں واؤ میں (حرام)

۱۲۔ تعویق :۔ کلمہ کے درمیانی حرف پر وقف کر کے آگے سے شروع کر دینا (حرام)

۱۳۔ تمضیغ :۔ حرفوں کو چبا کر پڑھنا (مکروہ)

۱۴۔ وشبہ :۔ پہلے حرف کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کو پڑھنے لگنا۔ (مکروہ)[۱]

ان مذکورہ عیوب کو اگر مدنظر رکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ محافل قراءت میں تلاوت کرنے والے بیشتر حضرات ان میں سے کسی نہ کسی عیب کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور سامعین عدم علم کی بنا پر ان عیوب کے باوجود پڑھنے والے کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ گویا تلاوت کے عیوب ہی آج کل معیار عمدگی ٹھہرے۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس کی وجہ سے کم از کم پاکستان کی حد تک یہ عظیم علم زوال کا شکار ہے۔ لہٰذا قراء حضرات کو ایسے طریق اختیار کرنا چاہئیں جن سے عوام کے اندر ان عیوب کے عیوب ہونے کا شعور پیدا ہو اور عیب ہی وجہ کمال نہ بنے

---

[۱] فتح محمد قاری، مفتاح الکمال، ۱۰۲-۱۰۳

مراجع و مصادر

القرآن الکریم	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی لاہور راولپنڈی	۱۹۸۵ء
〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۹۸۷ء
〃 〃	مصحف المدینۃ النبویہ - مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف المراقبۃ النہائیہ رقم ۱۰۹۳۵	۱۴۰۸ھ
〃 〃	ھدیہ خادم الحرمین الشریفین - مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف وزارۃ الحج والاوقاف المملکۃ السعودیہ العربیہ	۱۴۰۸ھ

ابن الاثیر	مبارک بن محمد م ۶۰۶ھ	جامع الاصول فی احادیث الرسول	مکتبۃ الحلوانی حسنین ناظم مصر	۱۳۸۹
ابن الاثیر	محمد بن محمد بن عبدالکریم م ۶۳۰ھ	الکامل فی التاریخ	دار صادر للطباعۃ والنشر بیروت	۱۳۸۵
ابن حیان	محمد بن یوسف بن علی م ۷۵۴ھ	البحر المحیط	مطبعہ السعادہ مصر	۱۳۲۸
ابن خلدون	عبدالرحمٰن م ۸۰۸ھ	مقدمہ	مصطفیٰ محمد مکتبہ التجاریہ مصر	ندارد
ابن خلکان	شمس الدین احمد بن محمد ۶۸۱ھ	وفیات الاعیان	منشورات الشریف الرضی قم ایران	۱۳۶۲ ۱۳۶۴
ابن سعد	محمد بن سعد م ۲۳۰ھ	الطبقات الکبریٰ	دار بیروت للطباعۃ والنشر بیروت	۱۳۷۶ھ
ابن ضیاء	محب الدین	تنویر المراٰت شرح ضیاء القراٰت	قدیمی کتب خانہ ارام باغ کراچی	ندارد
ابن العربی	محمد بن عبداللہ بن محمد م ۵۴۲ھ	احکام القرآن	مطبعہ السعادہ بجوار محافظہ مصر	۱۳۳۱ھ

ابن فارس	ابوالحسین احمد م ۳۹۵ھ	معجم مقاییس اللغۃ	مرکز النشر مکتب اعلام الاسلامی	۱۴۰۴
ابن قدامہ	عبداللہ بن احمد م ۶۲۰ھ	المغنی	مطبوعات رئاسہ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتا والدعوہ والارشاد المملکۃ السعودیہ العربیہ	۱۴۰۱
ابن کثیر	عمادالدین ابی الفداء م ۷۷۴ھ	تفسیر قرآن العظیم	داراحیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی مصر	ندارد
ابن منظور	جمال الدین م ۷۱۱ھ	لسان العرب	نشر ادب الحوزہ قم ایران	۱۴۰۵
		نیز		
			دار بیروت للطباعۃ والنشر	۱۳۷۵
ابن ندیم	محمد بن اسحاق م ۳۸۵ھ	الفہرست	المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر	ندارد
ابوداؤد	سلیمان بن الاشعث م ۲۷۵ھ	السنن مع حاشیہ عون المعبود	دارالکتاب العربی بیروت	ندارد
		نیز		
			اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب کراچی	۱۳۶۹
ابوالحسن اعظمی		علم قراءات و قراء سبعہ	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	۱۴۱۰ھ
ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی		مصباح اللغات	مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی	۱۳۷۳ھ
ابومحمد محی الاسلام م ۱۹۵۳ء		شرح سبعہ قرآت	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	۱۴۱۶ھ
" " "		شجرہ سبعہ قراءات	مطبع مجتبائی جدید دہلی	۱۳۲۷ھ
ابی یعلیٰ	احمد بن علی م ۳۰۷ھ	مسند تحقیق و تعلیق ارشاد الحق اثری	دارالقبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ	
		نیز		
			مؤسسہ علوم القرآن بیروت	۱۴۰۸ھ
احمد بن حنبل	ابی عبداللہ م ۲۴۱ھ	مسند	داراحیاء التراث العربی بیروت	۱۴۱۲ھ
احمد خاں		فکر و نظر کے پندرہ سال	ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد	۱۹۷۹ء
احمد رضا خاں م ۱۳۴۰ھ		العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ	سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد	۱۳۹۳ھ
احمد یار خان نعیمی		تفسیر نور العرفان	ادارہ کتب اسلامیہ گجرات مغربی پاکستان	ندارد

الذہبی	شمس الدین محمد بن احمد ۷۴۸ھ	میزان الاعتدال فی نقد الرجال	المکتبۃ الاثریہ سانگلا ہل پاکستان ۱۳۸۲ھ
〃	〃 〃 〃 〃	تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۱۱ھ
〃	〃 〃 〃 〃	سیر اعلام النبلاء	موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۲ھ
〃	〃 〃 〃 〃	معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات	دار الکتب والحدیث الجہور یہ بعابدین مصر ندارد
الراغب اصفہانی	ابی القاسم الحسین بن محمد	مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن	المکتبہ مرتضویہ چاپ خانہ خورشید ایران ۱۳۹۲ھ
رحیم بخش قاری	۱۴۰۲ھ	الخط العثمانی فی الرسم القرآنی	ادارہ نشر واشاعت اسلامیات ملتان ندارد
〃	〃 〃 〃	العطایا الوہبیہ	حافظ محمد اسحٰق مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان ندارد
〃	〃 〃 〃	المراۃ النیرہ فی حل الطیبہ	ادارہ نشر واشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان ۱۳۹۴ھ
〃	〃 〃 〃	المہذبہ فی وجوہ الطیبہ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد
〃	〃 〃 〃	تکثیر النفع فی القراءات السبع واجرائہا بلاتین فی الجمع	〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد
رحیم بخش قاری	۱۴۰۲ھ	تکمیل الاجر فی القراءات العشر	ادارہ نشر واشاعت اسلامیات مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان ندارد
〃	〃 〃 〃	تنویر التیسیر معہ ترجمہ الوجوہ المسنونہ	قراۃ اکیڈمی اردو بازار لاہور ندارد
〃	〃 〃 〃	قراءات ثلثہ	ادارہ نشر واشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان ندارد
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام ابن عامر شامی	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام ابن کثیر مکی	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام ابو عمرو بصری	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام حمزہ کوفی	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۳۹۹ھ
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام عاصم	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد
〃	〃 〃 〃	قراءۃ حضرت امام کسائی	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ندارد

بزرگ شاہ قاری الازہری	احکام التجوید	پاکستان قراءت اکیڈمی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی	۱۹۹۰ء	
بسم اللہ بیگ میرزا	تذکرہ قاریان ہند	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی		ندارد
البغوی محمد الحسین بن مسعود م ۵۱۶ھ	معالم التنزیل المعروف تفسیر البغوی	البطبع والنشر شرکۃ مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر	۱۳۷۵ھ	
تاج محمد قاری	جامع التجوید	ضیاء پریس آرام باغ کراچی		ندارد
ترمذی محمد بن عیسی م ۲۷۹ھ	جامع مع التعلیق لنفع قوت المغتذی	وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان	۱۴۰۵ھ	
تھانوی اشرف علی م ۱۳۶۲ھ	بہشتی زیور	ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور		ندارد
〃 〃 〃 〃	بیان القرآن	مطبع مجتبائی دہلی		ندارد
〃 〃 〃 〃	جمال القرآن	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور		ندارد
〃 〃 〃 〃	جمال القرآن مع حاشیہ زینت القرآن	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی		ندارد
جزری محمد بن محمد م ۸۳۳ھ	حصن حصین باضافہ حواشی و فوائد	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی		ندارد
〃 〃 〃 〃	النشر فی القراءات العشر	مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ مصر		ندارد
جصاص احمد بن علی م ۵۴۲ھ	احکام القرآن	مطبع الھیئۃ المصریہ ادارۃ الملتزم مصر	۱۳۴۷ھ	
جوہری اسماعیل بن حماد م ۳۹۳ھ	الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ	دار العلم للملایین بیروت	۱۳۷۶	
حالی الطاف حسین م ۱۹۱۴ء	حیات جاوید	آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور	۱۹۶۶	
حاکم ابی عبداللہ م ۴۰۵ھ	المستدرک علی الصحیحین	دار الکتاب العربیہ بیروت		ندارد
خادم علی جاوید	اشاریہ مجلہ طلوع اسلام	النور پرنٹرز پبلشرز ملتان روڈ لاہور	۱۹۹۱ء	
خالد محمود	آثار التنزیل	ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور	۱۹۷۰ء	
چلپی حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون	دار الفکر	۱۴۰۲ھ	

رحیم بخش قاری	قراءۃ حفزت امام نافع	ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات حسین آگاہی ملتان	ندارد
〃 〃	قراءۃ حفزت امام نافع بروایت قالون	〃 〃 〃 〃 〃 〃	ندارد
〃 〃	ہدایات الرحیم فی آیات الکتاب الحکیم	〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۴۰۱ھ
رشید احمد مولانا م ۱۳۲۳ھ	فتاوی رشیدیہ کامل مبوب	محمد سعید اینڈ کمپنی قرآن محل مولوی مسافر خانہ کراچی	ندارد
رضا حسن سید	معین التجوید	ملک سنز پبلشرز کارخانہ بازار فیصل آباد	ندارد
زرقانی محمد عبدالعظیم م ۱۱۲۲ھ	شرح الزرقانی علی موطا امام مالک	المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر	۱۳۷۹ھ
〃 〃 〃	مناہل العرفان	دار احیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی مصر	۱۳۷۲ھ
زرکشی بدرالدین محمد م ۷۹۴ھ	البرہان فی علوم القرآن	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۳۷۶
زرکلی خیرالدین	الاعلام	دارالعلم للملایین بیروت لبنان	۱۹۸۰ء
زمخشری جاراللہ محمود م ۵۲۸ھ	الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل	مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر	۱۳۶۷
السجستانی عبداللہ بن ابی داؤد م ۳۱۶ھ	کتاب المصاحف	المطبعۃ الرحمانیہ	۱۹۳۶ء
سمیع اللہ قریشی	حفظ قرآن کے سلسلے میں پاکستان پانی پت کی خدمات	غیر مطبوعہ مقالہ جامعہ پنجاب لاہور	۱۹۵۲ء
السیوطی جلال الدین م ۹۱۱ھ	الاتقان فی علوم القرآن	شرکہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر	۱۳۷۰ھ
〃 〃 〃	الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر	〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۳۵۸ھ
〃 〃 〃	الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران	۱۴۰۴ھ
الشاطبی ابوالقاسم بن فیرہ م ۵۹۰ھ	حرز الامانی ووجہ التہانی فی القراءات السبعہ	قرادت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
شاہ ولی اللہ محدث م ۱۱۷۶ھ	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور	۱۳۹۶ھ
شوقی ضیف	کتاب السبعہ فی القراءات	دار المعارف ۱۱۹ کورنیش النیل القاہرہ مصر	ندارد
الشوکانی محمد بن علی بن محمد م ۱۲۵۵ھ	فتح القدیر.....من علم التفسیر	مصطفیٰ البابی الحلبی مصر	۱۳۵۱ھ

شوکت سبزواری		اردو لسانیات	مکتبہ تخلیق ادب آدم خاں مارکیٹ کراچی	۱۹۶۶ء
صدیق احمد قاری		تسہیل التجوید	مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی	ندارد
صدیق بن حسن قنوجی	م ۱۳۰۷ھ	ضیاء القراءات مع سراج القراءات و تحفۃ المبتدی	جاوید پریس کراچی	ندارد
الطبری	محمد بن جریر م ۳۱۰ھ	جامع البیان عن تاویل ای القرآن	شرکۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر	۱۳۷۳ھ
طحاوی	احمد بن محمد سلامہ م ۳۲۱ھ	مشکل الآثار	مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ حیدرآباد دکن	۱۳۳۳ھ
الطنطاوی	الشیخ جوہری	الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم	شرکہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر	۱۳۵۱ھ
ظفر احمد مولانا		امداد الاحکام	مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴	۱۴۰۰ھ
ظفر اقبال		عکسی تجویدی قرآن مجید مع وضع علامات الضبط	پیکجز لمیٹڈ لاہور	۱۴۰۳ھ
عبدالخالق قاری	م ۱۳۷۶ھ	تیسیر التجوید	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
"	"	تیسیر التجوید مع حواشی مفیدہ	" " " "	ندارد
عبدالرحمٰن خان منشی		بہار رفتہ	جاوید اکیڈمی چہلیک ملتان	۱۹۷۵ء
"	"	کتاب زندگی	" " "	۱۹۸۲ء
عبدالعزیز شاہ		فتح العزیز پارہ تبارک الذی	تاجر کتب حاجی محمد سعید خلاصی لین کلکتہ	۱۳۱۹ھ
عبدالفتاح قاضی		البدور الزاہرہ فی القراءات العشر المتواترہ من طریقی الشاطبیہ والدرہ	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
عبداللہ بن ابراہیم		مفتاح التجوید للمتعلم المستفید	" " " " " "	"
عبدالماجد مولانا		القرآن الکریم مع ترجمہ و تفسیر	تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کراچی	۱۹۵۲ء
عبدالمالک قاری	م ۱۹۵۹ء	فوائد مکیہ مع حاشیہ تعلیقات مالکیہ	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
عزیر احمد تھانوی		تذکرہ بسبع علوم و فنون سوانح قاری اظہار احمد تھانوی	" " " " "	ندارد

عزیز الرحمٰن پانیزئی	دھندی شرح جزری مع فوائد مکیہ	بلوچستان بکڈپو مسجد روڈ کوئٹہ	ندارد
عزیز الرحمٰن مفتی	فتاویٰ دار العلوم دیوبند مکمل مبوب	کتب خانہ امدادیہ دیوبند	ندارد
عسقلانی ابن حجر شہاب الدین م ۸۵۲ھ	الاصابہ فی تمییز الصحابہ	دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان	۱۳۲۸ھ
〃 〃 〃 〃 〃 〃	تہذیب التہذیب	مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ حیدرآباد دکن	۱۳۲۶ھ
〃 〃 〃 〃 〃 〃	فتح الباری	مطبعہ الخیریہ عمر حسین قاہرہ مصر	۱۳۲۵ھ
علاء الدین علی المتقی ، ۹۷۵ھ	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ حیدرآباد دکن	۱۳۱۲ھ
فتح محمد قاری ، ۱۴۰۷ھ	اسہل الموارد	مشہور آفسٹ لیتھو پریس کراچی	ندارد
〃 〃 〃 〃	اسہل الموارد فی شرح عقیلہ اتراب القصائد	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
〃 〃 〃 〃	تسہیل القواعد مع ضمیمہ	ادارہ کتب ظاہریہ ملتان	۱۴۰۹ھ
〃 〃 〃 〃	عنایات رحمانی شرح قصیدہ لامیہ	مشہور آفسٹ لیتھو پریس میکلوڈ روڈ	
〃 〃 〃 〃	حرز الامانی ووجہ التہانی المعروف شاطبیہ	کراچی	ندارد
فتح محمد قاری 〃	القرۃ المرضیہ فی شرح الدرۃ المضیئہ	دار العلوم نانک واڑہ کراچی	۱۹۶۰ء
〃 〃 〃 〃	کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر	〃 〃 〃 〃	۱۳۹۱ھ
〃 〃 〃 〃	متن مقدمہ جزریہ مع ترجمہ	مدرسہ تعلیم القرآن مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
〃 〃 〃 〃	مفتاح الکمال	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	ندارد
فقیر محمد یحیی	اسہل التجوید فی القرآن المجید	المطبعۃ العربیہ پرانی انارکلی لاہور	۱۹۹۱ء
فیوض الرحمٰن قاری	سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبد المالک رح	پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور	ندارد
〃 〃 〃	سوانح حضرت قاری فضل کریم رح	الیف ایچ آرپرنٹرز چیمبرلین روڈ لاہور	ندارد

قاسم محمود سید	شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا	شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی	ندارد
قرطبی محمد بن احمد م ۶۷۱ھ	الجامع الاحکام القران	دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر قاھرہ مصر	۱۳۷۸ھ
کرم شاہ پیر الازھری	تفسیر ضیاء القرآن	ضیاء القران پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور	۱۳۹۹ھ
لبیب السعید ڈاکٹر	الجمع الصوتی الاول للقران او المصحف المرتل	دار المعارف ۱۱۱۹ کورنیش النیل القاھرہ	۱۹۷۸ء
محبوب رضوی سید	تاریخ دار العلوم دیوبند	ادارہ اہتمام دار العلوم دیوبند یوپی	۱۳۹۷ھ
محمد ادریس عاصم	ابلاغ النفع فی القراءات السبع	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
" " "	الفوائد السلفیہ علی المقدمۃ الجزریہ	" " " " "	ندارد
" " "	المقدمۃ الجزریہ ترجمہ مع فوائد ضروریہ	مکتبہ عزیزیہ چوک دالگران لاہور	ندارد
" " "	تجبیر التجوید	قراءت اکیڈمی اردو بازار لاہور	ندارد
محمد ادریس مولانا	تفسیر معارف القرآن	مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور	ندارد
محمد اسمٰعیل قاری	عذار القرآن	نقوش پریس لاہور	۱۳۷۹ھ
" " "	منہاج التجوید		
محمد اقبال نعیمی	ایضاح التجوید للطالب المستفید	سنی تنظیم القراء پاکستان	۱۹۹۲ء
" " "	تحفۃ الاقبال فی تجوید کلام المتعال	" " " "	ندارد
" " "	تعلیم التجوید منظوم	" " " "	۱۹۹۳ء
" " "	مبدء التجوید للفرقان الحمید	" " " "	۱۹۹۲ء
محمد تقی الاسلام قاری	سوانح حضرت القاری محمد شریف رح	مکتبۃ القراءۃ ماڈل ٹاؤن لاہور	۱۴۰۲ھ
" " "	معلم الاداء فی الوقف والابتداء	" " " "	۱۴۱۰ھ
محمد تقی عثمانی	علوم القرآن اور اصول تفسیر	مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴	۱۴۰۸ھ

محمد ثناء اللہ عثمانی ؒ ۱۲۲۵ھ	التفسیر المظہری	ادارۃ اشاعت العلوم لندوۃ المصنفین الکائنہ دہلی	ندارد
محمد حمید اللہ ڈاکٹر	خطبات بہاولپور	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور	۱۴۰۱ھ
محمد الدین نعیمی	التجوید	مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد	۱۴۰۱ھ
محمد رمضان نجم	نصاب التجوید لتصحیح القرآن المجید	سنی تنظیم القراء پاکستان	۱۹۹۳ء
محمد زکریا	تاریخ مظاہر جلد اوّل	کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور	۱۳۹۲ھ
محمد سالم محیسن	فی رحاب القرآن الکریم	مکتبۃ الکلیات الازہریہ الصناد فیہ الازہر قاہرہ	۱۴۰۰ھ
محمد سلیمان قاری	رہنمائے تجوید	ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور	ندارد
" "	فوائد مرضیہ شرح مقدمہ الجزریہ	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	۱۴۰۱ھ
محمد شریف قاری ۱۹۷۸ء	تجوید الصبیان المعروف زینت القرآن	دار القراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور	ندارد
" " "	جمال القرآن مع حاشیہ ایضاح البیان	" " " " " " "	ندارد
" " "	سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد	مکتبۃ القراءۃ ماڈل ٹاؤن لاہور	۱۴۱۳ھ
" " "	قواعد ہجاء القرآن مع طریقہ تعلیم الصبیان	" " " " " "	۱۳۹۸ھ
" " "	المقدمۃ الجزریہ مع تحفۃ الاطفال	" " " " " "	ندارد
" " "	مکمل قرآنی قاعدہ	" " " " " "	ندارد
محمد شفیع مفتی ؒ ۱۳۹۶ھ	معارف القرآن	ادارۃ المعارف کراچی ۱۴	۱۹۸۵ء
" " "	معارف القرآن	" " " "	۱۹۸۳
محمد طاہر رحیمی قاری	تاریخ علم تجوید و تاریخ علم قراءات	ادارہ کتب طاہریہ مغل آباد ملتان	۱۴۱۳ھ
" " "	جمال القرآن مع شرح کمال الفرقان	مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور	۱۴۱۰ھ

محمد طاہر رحیمی قاری	رسالہ روایت سیدنا ورش بطریق محمد اصبہانی	ادارہ کتب طاہریہ مسجد بابِ رحمت ملتان	ندارد
" " " "	سلک اللآلی والمرجان	ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات	
	شرح نظم احکام الاذان	مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
محمد طاہر رحیمی قاری	سوانح فتحیہ	ادارہ کتب طاہریہ مسجد بابِ رحمت مغل آباد ملتان	۱۹۸۸ء
" " " "	وضوح التجر فی القراءات الثلث ۔	ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات	
	المتمم للعشر	مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان	ندارد
" " " "	قراۃ سیدنا امام عاصم کوفی بروایت	ادارہ کتب طاہریہ	
	ابو بکر شعبہ بن عیاش بطریق شاطبیہ مع ضمیمہ وجوہ طیبہ روایت سیدنا حفص	مسجد الرحمۃ مغل آباد ملتان	ندارد
" " " "	قراءۃ مکی باضافہ طریق طیبہ	ادارہ کتب طاہریہ مسجد باب الرحمہ مغل آباد ملتان	۱۴۱۰ھ
محمد عاشق الٰہی	التحفۃ المرضیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	ندارد
محمد عبد الحلیم	تذکرہ رحمانیہ	مکتبہ نفیس جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور	۱۴۰۲ھ
محمد عبد الرشید نعمانی	لغات القرآن مع فہرست الفاظ	دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی	۱۹۸۶ء
		ندوۃ المصنفین ۔ جید برقی پریس دہلی	۱۹۴۵ء
محمد عبد الوحید قاری	ھدیۃ الوحید فی علم التجوید	ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	
محمد علی لاہوری	بیان القرآن یعنی اردو ترجمۃ القرآن	احمدیہ انجمن اشاعت القرآن لاہور	۱۳۴۲ھ
ایم علی عثمانی	پانی پت کے قاری	ناشر نامعلوم	ندارد
محمد فداء اللہ قاری	منہاج التجوید ترجمہ و تشریح قواعد التجوید	المکتبۃ الامدادیہ التجویدیہ شاہ عالم گیٹ لاہور	ندارد
محمد معین الدین	تحسین القرآن	ادارہ تحسین القرآن چاٹگام بنگلہ دیش	۱۴۱۱ھ
محمد نور الاسلام	آسان قراءت	مجمع الشبان المسلمین العالمی الباکستان	۱۹۸۰ء
محمود حسن	القرآن الکریم و ترجمہ و معانیہ و تفسیرہ الی اللغۃ الاردیہ	مجمع الملک فہد للطباعۃ المصحف الشریف مدینہ منورہ وزارۃ حج سعودی عرب	۱۴۰۹ھ

محی الدین ڈاکٹر — ہندوستانی لسانیات — مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور — ۱۹۶۱ء

مراغی احمد مصطفیٰ — تفسیر المراغی — مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر — ۱۳۷۳ھ

نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی — ۱۹۵۷ء

مسلم بن الحجاج ۲۶۱ھ — الصحیح المسلم — وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد — ۱۴۰۵ھ

معصوم الرحمٰن قاضی — سندھ اور پنجاب کے دینی مدارس کی علمی خدمات — مقالہ برائے پی۔ایچ ڈی سندھ یونیورسٹی

معین الرحمٰن سید — نذر افتخار — شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد — ۱۹۷۵ء

المنذری زکی الدین عبدالعظیم ۶۵۶ھ — الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۱۳۸۸ھ

مودودی ابوالاعلیٰ سید ۱۹۷۹ء — تفہیم القرآن — ادارہ ترجمان القرآن لاہور — ۱۹۹۰ء

نذر احمد حافظ — جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان — جامعہ چشتیہ ٹرسٹ لائلپور — ۱۳۷۹ھ

نسائی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب ۳۰۳ھ — سنن نسائی مع الحواشی المفیدہ — وزارۃ التعلیم العید راليه اسلام آباد — ۱۴۰۷ھ

نسفی عبداللہ بن احمد — مدارک التنزیل وحقائق التاویل — مطبعہ الحسینیہ المصریہ — ۱۳۳۲ھ

نعیم الدین زبیری — اشاریہ ترجمان القرآن — ادارہ معارف اسلامیہ کراچی — ۱۹۸۵ء

وفاء عبداللہ قرنمار — کتاب المبسبع فی القراءات الثمان وقراءۃ الاعمش۔ بحث مقدمہ لنیل درجہ الدکتورہ فی اللغہ۔ — ۱۴۰۵-۱۴۰۴ھ

الہیثمی نورالدین علی ۸۰۷ھ — مجمع الزوائد ومنبع الفوائد — دار الکتاب بیروت لبنان — ۱۹۶۷ء

الیاقوت الرومی الحموی ۶۲۶ھ — معجم الادباء — دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

جرائد و رسائل :

ماہنامہ التجوید	فیصل آباد	مارچ	۱۹۹۱
〃	〃 〃	جون جولائی	۱۹۹۱
〃	〃 〃	جنوری	۱۹۹۲
〃	〃 〃	مارچ	۱۹۹۲
〃	〃 〃	مئی	۱۹۹۲
〃	〃 〃	اگست	۱۹۹۲
〃	〃 〃	ستمبر	۱۹۹۲
〃	〃 〃	جنوری	۱۹۹۳
〃	〃 〃	اکتوبر	۱۹۹۳
〃	〃 〃	دسمبر	۱۹۹۳
〃	〃 〃	فروری	۱۹۹۴
〃	〃 〃	مئی	۱۹۹۴
〃	〃 〃	اگست	۱۹۹۴
〃	〃 〃	ستمبر اکتوبر	۱۹۹۴
〃	〃 〃	نومبر	۱۹۹۴

ماہنامہ التجوید فیصل آباد	جنوری	۱۹۹۵
〃 〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۹۶
سہ ماہی الاحسان مانسہرہ	جنوری تا مارچ	۱۹۹۵
پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی	اپریل	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	مئی	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	جون	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	جولائی	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	اگست	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	نومبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	دسمبر	۱۹۶۴
〃 〃 〃 〃 〃	فروری	۱۹۶۵
〃 〃 〃 〃 〃	اپریل	۱۹۶۵
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۸۹
〃 〃 〃 〃 〃	جولائی	۱۹۹۰
〃 〃 〃 〃 〃	اگست	۱۹۹۰
〃 〃 〃 〃 〃	ستمبر	۱۹۹۰

ماہنامہ البلاغ کراچی	فروری	۱۹۷۲
〃 〃 〃	نومبر	۱۹۷۳
〃 〃 〃	دسمبر	۱۹۷۳
〃 〃 〃	مارچ	۱۹۷۴
〃 〃 〃	اپریل	۱۹۷۴
〃 〃 〃	جولائی	۱۹۷۴
〃 〃 〃	اکتوبر	۱۹۷۴
〃 〃 〃	مئی	۱۹۷۶
〃 〃 〃	جولائی	۱۹۷۶
〃 〃 〃	شعبان	۱۳۹۹ھ

اشاعت خصوصی مفتی محمد شفیع نمبر جمادی الثانیہ تا شعبان ۱۳۹۹ھ

ماہنامہ البلاغ کراچی	اپریل	۱۹۸۵
〃 〃 〃	اپریل	۱۹۸۹
ماہنامہ الخیر ملتان	جنوری	۱۹۸۷
	مئی	۱۹۸۷
	دسمبر	۱۹۸۷
ماہنامہ انصاراللہ ربوہ	جولائی	۱۹۶۳
ماہنامہ بزم قرآن لاہور	مئی	۱۹۹۴
〃 〃 〃	جون	۱۹۹۴

ماہنامہ بزم قرآن لاہور	جولائی	۱۹۹۴
" " "	دسمبر	۱۹۹۴
ماہنامہ بینات کراچی	شعبان	۱۳۸۳ھ
" "	جمادی اولیٰ	۱۳۹۰ھ
" "	محرم	۱۳۹۱ھ
ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور	مارچ	۱۹۷۰ء
ماہنامہ تدریس القرآن کراچی	نومبر	۱۹۸۸
سہ ماہی تفکر لاہور	فروری	۱۹۹۰
ماہنامہ جریدہ الاشرف کراچی	جولائی اگست	۱۹۹۱
ماہنامہ حکمت قرآن لاہور	فروری	۱۹۸۹
" " "	مئی	۱۹۸۹
" " "	جون	۱۹۸۹
ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور	اپریل	۱۹۷۰
ماہنامہ گلستان اسلام سرگودھا	نومبر دسمبر	۱۹۹۴
ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح لاہور	اکتوبر	۱۹۹۶
ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ہند	جولائی	۱۹۸۹
ہفت روزہ ندا لاہور	۲۲ مارچ	۱۹۸۸
ماہنامہ نقوش رسول نمبر ۸	جنوری	۱۹۸۴

روزنامہ سیاست حیدر آباد دکن ۱۵ اپریل ۱۹۸۲

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۵۔ اگست ۱۹۶۱

روئیدادیں

الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد (Prospectus)	انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد	۱۹۹۵ء
المملکۃ العربیۃ السعودیہ جماعت تحفیظ القرآن الکریم	وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوہ والارشاد	۱۴۱۵ھ
اکتیسواں سالانہ روئیداد	مدرسہ فتح العلوم چنیوٹ	۱۹۹۰-۹۱ء
بین الاقوامی محافل قراءت	محکمہ اوقاف حکومت پنجاب	۱۹۹۵ء
تعارف انجمن صوت القراء	۱۰-اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور	ندارد
تعارف جامعہ اشرفیہ لاہور	شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اشرفیہ لاہور	۱۹۹۳
تعارف جامعہ صدیقیہ بہاول پور	جامعہ صدیقیہ نور محل روڈ بہاولپور	ندارد
تعارف دارالعلوم اسلامیہ	شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم اسلامیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور	
تعارف مجلس خدام القرآن لائلپور مغربی پاکستان۔	چترال ہاؤس کچہری بازار لائلپور	ندارد
پاکستان کے دینی مدارس کی ڈائریکٹری	اسلامک ایجوکیشن ریسرچ سیل وزارت تعلیم پاکستان	۱۹۸۸ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃		۱۹۹۵ء
جامعہ احتشامیہ سالانہ علمی و تبلیغی خدمات کا سرسری جائزہ۔	جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی	ندارد
دارالعلوم اسلامیہ لاہور	استقلال پریس لاہور	۱۹۶۴-۶۵
〃 〃 〃	لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور	۱۹۶۵-۶۶

دارالعلوم الحسینیہ شھداد پور کا تعارف و سالانہ گوشوارہ۔	دارالعلوم الحسینیہ شھداد پور	۹۵-۱۹۹۴ء
دارالعلوم حنفیہ مختصر جائزہ	جامعہ دارالعلوم حنفیہ اورنگی ٹاؤن کراچی	ندارد
رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کا دستور العمل	رکن الاسلام انجوکیشنل سوسائٹی حیدر آباد	ندارد
سالانہ روئیداد برائے ۱۹۹۱	مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقراءت چوک شاہ عالم گیٹ لاہور	
فہرست مدارس تعلیم القرآن مسجد مکاتب	تجوید القرآن ٹرسٹ آزاد کشمیر مظفر آباد ضمیمہ	۱۹۸۹ ۱۹۹۰
قاریوں کی عالمی تنظیم اقرا	شعبہ نشر و اشاعت اقرا تاظم آباد کراچی	ندارد
چوتھی بین الاقوامی محفل قراءت کا پروگرام	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	ندارد
مختصر کوائف مرکزی دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ	جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور	ندارد
مدرسہ مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور کے مختصر کوائف اور چوبیس سالہ کارکردگی	مدرسہ مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور	ندارد
مختصر تعارف و خدمات جامعہ خیرالمدارس	جامعہ خیرالمدارس ملتان	ندارد
معہد القرآن الکریم کا مختصر تعارف	فضل ربی قاری معہد القرآن الکریم مانسہرہ	ندارد
ہمارے بیس سال	تعلیم القرآن خط و کتابت سکول پوسٹ بکس ۱۷۱۲ لاہور	ندارد
گوشوارہ اعداد و شمار جیل خانہ جات قرآن کریم حفظ و ناظرہ۔	تعلیم القرآن خط و کتابت سکول 〃 〃 〃	۱۹۹۳ء

قلمی دستاویزات

رجسٹرڈ قارئین حفص وسبعہ وعشرہ ۔ مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار رنگ محل لاہور

رجسٹرڈ المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن بنگلہ ایوب شاہ اندرون شیرانوالا گیٹ لاہور

رجسٹرڈ جامع العلوم بہاولنگر

رجسٹرڈ امتحانات جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی

سند قراءت عشرہ جاری کردہ قاری عبدالرحمٰن مکی رح

سند قراءت والتجوید الفرقان الحمید جاری کردہ قاری عبدالمالک رح

قلمی خط ڈاکٹر قاری غلام مصطفےٰ خاں سابق صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی حیدرآباد بنام قاری محمد طاہر

قلمی خط محمد عظمت علی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بنام قاری اظہار احمد تھانوی رح

متفرق

قاعدہ تعلیم القرآن - جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ عالمگیر مسجد عالمگیر روڈ کراچی ۵

فیروز اللغات عربی اردو - فیروز سنز لاہور

GOVT. OF PAKISTAN ISLAMABAD DECISION
CASE NO. 16/CM/91/29/7/991

GOVT. OF PUNJAB EDUCATION DEPT.
LETTER NO. SO(PI) II-43/86 dt 15/9/1992

IMPERIEL GAZETTIER OF INDIA
OXFORD 1908 Vol II
LONDON

THE TIMES ATLAS OF THE WORLD COMPREHENSIVE EDITION - TIME NEWS PAPER LIMITED
PRINTING HOUSE LONDON 1974